بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

365دن

(حصہ سوم)

نام کتاب: 365دن (حصہ سوم)
ایڈیشن: اول
سن اشاعت: اکتوبر2012ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھوالناصر

رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

تعارف

سیّدی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ایک خادم نے خط لکھا تھا کہ ایسی جماعتوں کے لئے جہاں قرآن شریف، حدیث اور روحانی خزائن کا درس ہوتا ہے۔ ریسرچ سیل کی طرف سے سادہ زبان میں ترجمہ و تفسیر، احادیث اور روحانی خزائن کے درس تیار کر دیئے جائیں اور جو جماعتیں پسند کریں وہ اس میں سے پڑھ کر درس دے سکتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور ان درسوں کی تحریر پر شفقت اور حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔ اس لئے حضور ایدہ اللہ کی اجازت سے یہ 3ماہ کے لئے درس شائع کئے جارہے ہیں۔ قرآن مجید کے درس فی مہینہ 26 کی تعداد میں ہیں کیونکہ جمعہ کے روز بالعموم درس نہیں دیا جاتا اور احادیث اور روحانی خزائن کے درس 13،13 کی تعداد میں ہیں کیونکہ وہ ہفتہ میں 3،3 دن پیش کئے جاتے ہیں۔ اس سے قبل اس کے دو حصے شائع کئے جا چکے ہیں اب اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے اس کا تیسرا حصہ احباب جماعت کی خدمت میں پیش ہے۔

جو احباب جماعت ان دروس سے فائدہ اٹھانا چاہیں وہ بخوشی ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اس سلسلہ میں احباب سے درخواست دعا بھی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھوالناصر

رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

365 دن

حصہ سوم

دروس	صفحہ نمبر
درس القرآن (نمبر 155-231)	1-94
درس حدیث (نمبر 79-117)	95-138
درس روحانی خزائن (نمبر 79-117)	139-196

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھوالناصر
رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

درس القرآن نمبر 155

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ قُلۡ مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ فَلِلۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ (البقرۃ:216)

سورۃ البقرۃ کا جو حصہ ہم پڑھ رہے ہیں اس میں حضرت مصلح موعودؓ کے القاء کے مطابق شریعت کے احکامات اور ان کی حکمتوں کا بیان ہے (جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے سورۃ البقرۃ میں پہلے تلاوتِ آیات کا مضمون ہے پھر احکامِ شریعت اور ان کی حکمتوں کا اور پھر تزکیۂ نفس کا) موجودہ حصہ میں جو احکام شریعت اور ان کی حکمتوں کے بیان پر مشتمل ہے کے دو حصے ہیں۔ ایک جن میں عبادات اور حقوق اللہ پر زور ہے اور ایک میں حقوق انسانی پر زور ہے۔ یہ حصہ آج کی آیت سے شروع ہے۔ فرماتا ہے کہ وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں اور کریں گے کہ وہ کیا خرچ کریں مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ کا ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اس طرح فرماتے ہیں کہ:۔

’’کہاں دیں، کتنا خرچ کریں، دونوں معنی ہیں۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 351 مطبوعہ ربوہ)

حقوق العباد میں یہ مسئلہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ کیا خرچ کیا جائے، کتنا خرچ کیا جائے، اور کس پر خرچ کیا جائے؟ اس کی تفسیر میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’چونکہ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ پہلے لوگوں پر بھی مالی اور جانی مشکلات آئی تھیں اور وہی ان کی قومی ترقی کا باعث ہوئیں جیسا کہ مَسَّتۡھُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس لئے جب صحابہؓ نے یہ بات سنی تو ان کے دل بھی ان قربانیوں کے لئے بے تاب ہو گئے اور انہوں نے بے اختیار ہو کر روحانی ترقیات کے حصول کیلئے سوال کیا کہ یارسول اللہ! اگر قومی ترقی کے لئے مالی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے تو ہمیں بھی بتایا جائے کہ ہم کیا خرچ کریں تا کہ ہمارا قدم بھی عشق کے میدان میں کسی دوسرے سے

پیچھے نہ رہے۔ دوسرا سوال جانی قربانیوں کے متعلق ہو سکتا تھا۔ سو اس کا جواب کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ میں دیا گیا ہے جس سے قرآن کریم کی نہایت اعلیٰ درجہ کی ترتیب پر روشنی پڑتی ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 470 مطبوعہ ربوہ)

اس سوال کے جواب میں کہ ہم کیا خرچ کریں فرماتا ہے مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ وہ مال اچھا ہونا چاہیئے کسی طرح کی ظاہری باطنی آلائش اس میں نہیں ہونی چاہیئے اور اس سوال کے جواب میں کہ وہ مال کہاں خرچ کیا جائے؟

فرماتا ہے فَلِلۡوَالِدَیۡنِ ماں باپ پر خرچ کرو جو تمام حقوق العباد میں سب سے پہلے نمبر پر ہیں وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ اور رشتہ دار بی بی، بیٹے بیٹیاں، بھائی بہن وغیرہ قریبی رشتہ داروں پر وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ اور یتیموں پر، مسکینوں پر، مسافروں پر، مہمانوں پر، اور یاد رکھو کہ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ کہ تم جو بھی بھلائی کرو خدا تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔

درس القرآن نمبر 156

كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ وَهُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ ۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـًٔـا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـًٔـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ (البقرۃ:217)

حقوق انسانی کی ادائیگی کے سلسلہ میں ایک بہت بڑا مسئلہ دشمن سے لڑائی کا ہے۔ ایک طرف قرآن مجید انسانی ہمدردی کا حکم دیتا ہے۔ دوسری طرف لڑائی فرض کرتا ہے، فرماتا ہے کُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ کہ لڑائی تم پر لکھ دی گئی ہے۔ مگر وضاحت فرمائی ہے کہ یہ تمہارے کسی جارحانہ عزائم، کسی لوٹ مار کی خواہش کے نتیجہ میں نہیں وَهُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ تمہاری صلح پسند طبیعت اور تمہاری نرم دلی کی وجہ سے تمہیں لڑائی ناپسند ہے۔ مگر فرماتا ہے کسی چیز کی اچھائی برائی کا فیصلہ تمہاری پسند ناپسند پر نہیں، اس کی ذاتی فوائد و برکات پر ہے وَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـًٔـا ہو سکتا ہے کہ تم ایک بات کو ناپسند کرو وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ لیکن اپنے فوائد و برکات اور اخلاقی معیاروں کے لحاظ سے وہ تمہارے لئے مفید اور بابرکت ہو اور وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـًٔـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ اور بعید نہیں کہ تم ایک ایک چیز کو پسند کرتے ہو اور وہ حقیقتاً تمہارے لئے مضر ہو، ان باتوں کا تعلق تو علم غیب سے ہے وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اور اللہ علم رکھتا ہے وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ اور تم علم نہیں رکھتے۔ مسلمانوں کی اس صلح کُن طبیعت اور امن سے پیار کرنے پر ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا، فرماتا ہے يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الشَّهۡرِ الۡحَرَامِ قِتَالٍ فِيۡهِ ؕ قُلۡ قِتَالٌ فِيۡهِ كَبِيۡرٌ کہ صحابہؓ کی امن اور صلح کے ساتھ پیار کو دیکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:۔

"شریر لوگوں نے جب دیکھا کہ یہ تو صبر کرتے ہیں اس لئے انہوں نے شہر حرم میں بھی ان کو چھیڑنا شروع کیا۔ اس پر صحابہؓ نے سوال کیا کہ ہمیں شہر حرم میں لڑائی کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔" (حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 354 مطبوعہ ربوہ)

لیکن ساتھ ہی قرآن شریف نے یہ وضاحت فرما دی ہے کہ تم اگر مجبوراً شہر حرام میں جنگ کرو تو جو جرم تمہارے مخالفین کر رہے ہیں وہ تو اس سے بہت بڑا ہے۔ وہ کیا ہے صَدٌّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ خدا کے راستہ سے روکنا وَكُفۡرٌۢ بِهٖ اور خدا کا انکار کرنا وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اور عزت والی مسجد کا انکار کرنا وَاِخۡرَاجُ اَهۡلِهٖ مِنۡهُ اَكۡبَرُ عِنۡدَ اللّٰهِ اور اس کے باشندوں کو وہاں سے نکال دینا اللہ کے نزدیک بہت ہی بڑا جرم ہے۔ (البقرۃ:218) (بقیہ آیت کا ترجمہ آئندہ انشاء اللہ)

درس القرآن نمبر 157

کل اور پرسوں کے درس میں یہ ذکر چل رہا تھا کہ حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے بعض صورتوں میں جنگ کرنا مضر نہیں بلکہ فائدہ مند ہے اور اگر مخالفین حرمت والے مہینہ اور مسجد حرام سے ناجائز فائدہ اٹھا کر تم پر جارحانہ حملہ آور ہوں تو تمہیں جوابی کاروائی کی اجازت ہے کیونکہ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ کیونکہ محض ایک آدھ قتل سے ایسا فتنہ فساد جو قتل کے سلسلہ پر منتج ہوتا ہے بڑا جرم ہے اور یہ بھی وضاحت فرماتا ہے کہ جارحیت و جنگ کا آغاز تو تمہاری طرف سے نہیں ہے، فرماتا ہے وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ کہ یہ لوگ تو تم سے لڑتے چلے جائیں گے (کہاں ہیں وہ عیسائی مناد جو اسلام پر جارحانہ حملے کا الزام لگاتے ہیں) حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا اگر ان کو طاقت ہو کہ تمہیں مرتد کر دیں۔

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرۃ:218) کہ تم میں سے جو بھی اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور پھر کفر کی حالت میں اس پر موت آجائے تو وہ یاد رکھے کہ ایسے لوگوں کے اعمال اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اکارت جائیں گے اور ایسے لوگ دوزخ کی آگ میں پڑنے والے ہیں اور وہ اس میں دیر تک رہیں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

”فرماتا ہے کہ کفار تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے تاکہ اگر ان کو طاقت ہو تو تم کو اپنے دین سے مرتد کر دیں۔ یعنی گو تمہارا مرتد کر دینا ان کی طاقت سے باہر ہے مگر کفار کی غرض تم سے لڑنے کی یہی ہے کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں مرتد کر دیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کفار اپنے بد ارادوں میں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ناکام رہے اور مسلمانوں پر فتح نہ پا سکے مگر اِکّا دُکّا آدمی جو ان کے قبضہ میں آگیا انہوں نے اپنی طرف سے اس کو مرتد کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ چنانچہ بلالؓ۔ ابوجندلؓ اور یاسرؓ کی مثالیں اس امر پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالتی ہیں☆۔ انہی جبرًا مرتد کرنے کی کوششوں کے متعلق فرماتا ہے کہ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ قتل اور لڑائی کی نسبت دین کی وجہ سے کسی کو دکھ میں ڈالنا بہت زیادہ خطرناک گناہ ہے۔“ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 476 مطبوعہ ربوہ)

☆ یعنی: اذیت کے باوجود یہ ایمان پر قائم رہے۔

درس القرآن نمبر 158

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ھَاجَرُوۡا وَجٰھَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (البقرۃ:219)

بندوں کے حقوق کے سلسلہ میں اس سوال کو حل کیا گیا تھا کہ اگر اسلام بندوں کے حقوق ادا کرنے کی تلقین فرماتا ہے اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی کو اللہ کے حقوق کی ادائیگی کی طرح ضروری سمجھتا ہے تو پھر قتال کی کیوں اجازت دیتا ہے۔ گزشتہ دو آیات میں وضاحت کر دی کہ مسلمانوں کو قتال کی اجازت اس بناء پر ہے کہ دشمن جارحانہ حملوں کے ذریعہ مسلمانوں کو اسلام سے مرتد کرنے کی پوری کوشش میں ہے۔ مسلمانوں کی جنگ صرف دفاعی ہے اس آیت میں فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور خدا کے لئے وطنوں سے یا نفس پرستیوں سے جدائی اختیار کی (یعنی خدا کے لئے وطن بھی چھوڑا اور کسی نفسانی غرض کے سے کسی غنیمت کی خاطر جنگ نہیں کرتے) بلکہ ایمان لانے کی وجہ سے ان پر جنگ ٹھونسی جاتی ہے اور وہ اپنے وطن کو چھوڑ کر چلے بھی گئے پھر بھی دشمن ان کا تعاقب کرتا ہے وَجٰھَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اور ان کا جہاد خدا کی راہ میں ہے، مال و اسباب کے لئے نہیں، ملک فتح کرنے کے لئے نہیں، اُولٰٓئِکَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰہِ وہ خدا کی رحیمیت کے امیدوار ہیں وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ اور اللہ بہت بخشنے والا، بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حقوق انسانی کے سلسلہ میں تعلیم کے بارہ میں اوپر کی وضاحت کے بعد کہ جنگ کا استعمال ہر حالت میں حقوق انسانی کی ادائیگی کے خلاف نہیں۔ بے شک جنگ حقوق انسانی کی ادائیگی میں روک بنتی ہے مگر دفاعی جنگ حقوق انسانی کے قائم کرنے کا ذریعہ بھی ہے اس ضمن میں پھر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اگر دفاعی جنگ جائز ہے مجبوری کی وجہ سے تو دو چیزیں جو اس کے ساتھ وابستہ ہیں یعنی شراب اور جوًا کیا وہ بھی جائز ہیں یا نہیں، فرماتا ہے یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ قُلۡ فِیۡھِمَاۤ اِثۡمٌ کَبِیۡرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ کہ پھر وہ لازماً شراب اور میسر کے بارہ میں پوچھیں گے تم جواب دو کہ ان دونوں چیزوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ

فائدے بھی ہیں وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا مگر ان کا گناہ ان کے نفع اور فائدہ سے زیادہ ہے۔ شراب کا جنگ سے تعلق تو واضح ہی ہے۔ میسر ایسے مال کو کہتے ہیں کہ جو محنت اور کمائی کے صحیح طریق کو چھوڑ کر چانس کی کھیل پر مبنی ہوتا ہے، فرماتا ہے یہ دونوں چیزیں نفع کے مقابل زیادہ باعث گناہ ہیں اسی لئے منع ہیں تو لازماً سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنگوں کے لئے جس مالی نظام کی ضرورت ہے وہ کہاں سے آئے گا يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ وہ پوچھیں گے کہ یہ اخراجات کہاں سے پورے ہوں گے، فرماتا ہے قُلِ الْعَفْوَ جواب دو کہ حقیقی ضروریات سے جو مال بچتا ہو وہ ان کاموں پر استعمال ہونا چاہیئے، فرماتا ہے كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ دیکھو اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات خوب کھول کر تمہارے سامنے بیان کر دیئے ہیں تاکہ تم دنیا و آخرت کے بارہ میں غور و فکر سے کام لو۔

درس القرآن نمبر 159

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (البقرۃ:221)

جنگ کی اجازت اور دشمن کے جارحانہ حملہ کے دفاع کی فرضیت کے سلسلہ میں ایک اور سوال یہ اٹھتا تھا کہ یتامیٰ کا مسئلہ پیدا ہوگا یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى وہ آپؐ سے یتامیٰ کے متعلق پوچھیں گے، فرماتا ہے قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ کہو ان کی اصلاح اور ترقی کو مدنظر رکھنا بڑا اچھا کام ہے، مراد یہ ہے کہ یتامیٰ کے نقطۂ نظر کے فائدہ کے مدنظر بھی یہ بہترین کام ہے بلکہ معاشرہ کی اصلاح کے لئے بھی یہ ضروری ہے کیونکہ قربانی کرنے والوں کو جو جان دیتے ہیں یہ تسلی رہے گی کہ ان کی جانی قربانی کی صورت میں ان کی یتیم اولاد بے سہارا نہیں رہے گی۔

حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں:۔

”رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے کا واقعہ ہے ایک بچہ یتیم رہ گیا۔ تو بعض صحابہؓ میں آپس میں لڑائی شروع ہوگئی ایک کہتا میں اس کی پرورش کروں گا۔ دوسرا کہتا میں اس کی پرورش کروں گا۔ آخر رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس یہ معاملہ پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ بچہ سامنے کرو۔ اور وہ جس کو پسند کرے اس کے سپرد کردو۔“ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 497 مطبوعہ ربوہ)

پھر فرماتا ہے وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ کہ اگر تم ان کو اپنے ساتھ ملالو اپنے کنبہ کا اپنے معاشرہ کا اپنے ماحول کا حصہ بنا کر رکھو تو یاد رکھو کہ وہ تمہارے بھائی ہیں جس طرح باپ کی غیر موجودگی میں بڑے بھائی کا مشفقانہ طرز عمل چھوٹے بھائیوں سے ہوتا ہے وہ تمہیں اختیار کرنا چاہیئے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ مگر یہ یاد رکھو کہ اللہ فساد کرنے والوں کو اصلاح کرنے والے کے مقابلہ میں خوب جانتا ہے۔ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ دوسروں کی مصیبت میں ان کی ہمدردی کرو۔ اگر اللہ چاہتا تو تمہیں بھی تو مشقت میں ڈال دیتا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اللہ یقیناً غالب اور حکمت والا ہے۔ اس لئے اگر یتیم اپنی کمزوری کی وجہ سے اپنا حق نہیں لے سکتا۔ تو یاد رکھو کہ اللہ کمزور نہیں اگر یتیم اپنی ناعمری کی وجہ سے مسائل کو نہیں سمجھتا تو اللہ تعالیٰ تو حکیم ہے، یتیم کی کفالت کے وقت اللہ تعالیٰ کی ان دوصفات کو مدنظر رکھو۔

درس القرآن نمبر 160

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (البقرة:222)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے سورۃ البقرۃ کے اس حصہ میں حقوق انسانی کا بیان ہے اور حقوق انسانی میں عائلی تعلقات بہت ہی اہم مقام رکھتے ہیں اس لئے پوری تفصیل کے ساتھ یہ مضمون اب یہاں شروع ہوتا ہے۔

اس ضمن میں پہلی بات یہ مدنظر رکھنی چاہیئے کہ عائلی تعلقات کے قیام کے لئے یہ پہلی آیت ہے مگر یہ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ سے شروع ہوتی ہے یعنی مشرکہ عورتوں سے شادی نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ بظاہر نظر یہ نکاح و شادی کے مسائل کے بیان میں Abrupt بیان معلوم ہوتا ہے مگر حقیقتاً اس میں بڑی حکمت ہے عائلی تعلقات کے قیام اور ان کی حفاظت اور ان کے بارہ میں احتیاط کے سارے قرآن مجید میں بیان کے باوجود اس پہلی آیت میں نکاح کرنے کا حکم نہیں تاکہ بعض مذاہب کے بگاڑ کی طرح یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ ایک Sacrament (سیکرامنٹ) ہے جس کا قطع کرنا انسان کے لئے جائز نہیں۔ نکاح کے تقدس اور احترام اور اس کو توڑنے کی حد درجہ ناپسندیدگی کے باوجود قرآن مجید کی رو سے نکاح ایک Civil Contract جو بامر مجبوری منقطع بھی ہو سکتا ہے۔

دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ نکاح میں پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا بنیادی محرّک ایمان ہونا چاہیئے نہ کہ سوشل Status فرماتا ہے وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ کہ ایمان رکھنے والی غیر آزاد عورت مشرکہ عورت سے بہت بہتر ہے خواہ خاندانی لحاظ سے، شکل و صورت کے لحاظ سے، تعلیم کے لحاظ سے، مال کے لحاظ سے تمہیں مشرکہ عورت کتنی بھی اچھی لگے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس حکم کے ایک پہلو کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

”یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ شرعی اصطلاح میں مشرک سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جن کی کوئی شریعت نہ ہو۔ اہلِ کتاب اس حکم میں شامل نہیں ہیں۔“ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 500 مطبوعہ ربوہ)

(اس آیت کا مضمون جاری ہے)

درس القرآن نمبر 161

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (البقرۃ:222)

فرماتا ہے مشرکوں سے جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں (مسلمان عورتوں کی) شادی نہ کرو۔ یہاں اشارۃً عورت کے لئے ولی کا ذکر کیا گیا ہے مگر چونکہ اس مسئلہ میں اتنا تنوع ہے اور مختلف علاقوں اور مختلف حالات اور مختلف تمدن رکھنے والوں میں بے شمار الجھنیں ہو سکتی ہیں اس لئے ولی کی شرط عورت کے نکاح کے لئے قطعی الفاظ میں بیان نہیں کی گئی جیسا کہ معروف الفاظ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ میں بیان ہے۔

چوتھی بات یہ بیان کی گئی ہے کہ جس طرح مردوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ نکاح کے معاملہ میں دین داری کو مقدم کریں اسی طرح عورتیں اور ان کے ولی وغیرہ بھی اس بات کو مدنظر رکھیں، فرماتا ہے وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ کہ مومن غلام مشرک سے بہتر ہے خواہ تم اس کو پسند کرو۔

ان باتوں کے بیان کے بعد ان ہدایات کی حکمت بیان کرتا ہے کیونکہ یہ حصہ اَلْكِتَاب وَالْحِكْمَة کی تعلیم پر مشتمل ہے، فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ کہ یہ لوگ جن سے شادی منع کی گئی ہے آگ کی طرف بلاتے ہیں وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ مگر اللہ تعالیٰ جنّت کی طرف، مغفرت کی طرف اپنے خاص حکم سے دعوت دیتا ہے اور اس غرض کے لئے وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو خوب کھول کر بیان کرتا ہے کوئی اجمال و اشکال ان میں نہیں ہوتا تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

درس القرآن نمبر 162

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

(البقرۃ:223)

بندوں کے حقوق کے مضمون کے سلسلہ میں عائلی حقوق کا مضمون جاری ہے، فرماتا ہے وہ تجھ سے حیض کی حالت کے بارہ میں سوال کرتے ہیں تم کہدو کہ یہ ایک تکلیف کی حالت ہے پس حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو اور ان سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کرو یہاں تک کہ وہ پاک صاف ہو جائیں پھر جب وہ پاک صاف ہو جائیں تو ان کے پاس اسی طریق سے جاؤ جیسا کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ یقیناً اللہ کثرت سے توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاک صاف رہنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''یعنی حیض کے دنوں میں عورتوں سے کنارہ کرو اور ان کے نزدیک مت جاؤ یعنی صحبت کے ارادہ سے جب تک کہ وہ پاک ہو لیں۔ اگر ایسی صفائی سے کنارہ کشی کا بیان وید میں بھی ہو تو کوئی صاحب پیش کریں لیکن ان آیات سے یہ مراد نہیں کہ خاوند کو بغیر ارادہ صحبت کے اپنی عورت کو ہاتھ لگانا بھی حرام ہے یہ تو حماقت اور بیوقوفی ہوگی کہ بات کو اس قدر دور کھینچا جائے کہ تمدن کے ضرورات میں بھی حرج واقع ہو۔'' (آریہ دھرم روحانی خزائن جلد10 صفحہ 49)

اس آیت میں اس ٹکڑے فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ کہ جب تمہاری عورتیں پاک صاف ہو جائیں تو ان سے اللہ کے حکم کے مطابق ازدواجی تعلقات قائم کر سکتے ہو، اس کی تشریح میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم دیا ہوا ہے اور وہ یہی ہے جو فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ میں بیان کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالےٰ نے اولاد حاصل کرنے کا جو طبعی طریق مقرر کر رکھا ہے اس کے مطابق عمل کرو۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 502 مطبوعہ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ کی تشریح میں بیان فرماتے ہیں:-

’’یعنی خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور اُن کو بھی دوست رکھتا ہے جو جسمانی طہارت کے پابند رہتے ہیں۔ سو توّابین کے لفظ سے خدا تعالیٰ نے باطنی طہارت اور پاکیزگی کی طرف توجہ دلائی اور متطھّرین کے لفظ سے ظاہری طہارت اور پاکیزگی کی ترغیب دی۔‘‘

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 336)

درس القرآن نمبر 163

نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٌ لَّكُمۡ فَاۡتُوۡا حَرۡثَكُمۡ اَنّٰى شِئۡتُمۡ وَقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّكُمۡ مُّلٰقُوۡهُ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (البقرة:224)

کہ تمہاری بیویاں تمہاری ایک قسم کی کھیتی ہیں اس لئے تم جس طرح مناسب سمجھو اپنی کھیتی کے پاس آؤ اور اپنے لئے کچھ آگے بھیجو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ تم اس کے روبرو ہونے والے ہو اور تو مومنوں کو اس بارہ میں خوشخبری دے دے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس فقرہ سے کہ ”عورتیں تمہاری ایک قسم کی کھیتی ہیں“ بعض مضامین تفسیر کبیر میں بیان فرمائے ہیں جن کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:۔

اس آیت میں عورت کو کھیتی قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تم اپنی کھیتی کو پھل دار بنانے کی کوشش کرو اس کی طرف رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث بھی اشارہ فرماتی ہے کہ تم ایسی عورتوں سے شادی کیا کرو جو زیادہ اولاد پیدا کرنے والی اور اپنے خاوندوں کے ساتھ محبت کرنے والی ہوں۔

عورتوں سے ایسا سلوک کرو کہ نہ ان کی طاقت سے ضائع ہو نہ تمہاری۔ اگر کھیتی میں بیج زیادہ ڈال دیا جائے تو بیج خراب ہو جاتا ہے اور اگر کھتی سے پے درپے کام لیا جائے تو کھیتی خراب ہو جاتی ہے۔ پس ہر کام ایک حد کے اندر کرو جس طرح عقل مند انسان سوچ سمجھ کر کھیتی سے کام لیتا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی نکل آیا کہ بعض حالات میں برتھ کنٹرول بھی جائز ہے۔

یہ بھی بتایا کہ عورت سے ایسا تعلق رکھو جس کے نتیجہ میں اولاد پیدا ہو۔ اس سے خلاف وضع، خلاف فطرت فعل کی ممانعت نکل آئی۔

وَقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ میں بتایا کہ تم وہ کام کرو جس کا آئندہ نتیجہ تمہارے لئے اچھا نکلے یعنی طبّی لحاظ سے بھی اور نسلی لحاظ سے بھی۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّكُمۡ مُّلٰقُوۡهُ اور جان لو کہ تم بھی اس کے روبرو ہونے والے ہو وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اور اللہ خوب سننے والا، بہت جاننے والا ہے۔

درس القرآن نمبر 164

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (البقرۃ:225)

بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے مضمون کا وہ حصہ جو عائلی تعلقات پر مشتمل ہے چل رہا ہے اور قرآن شریف میں عائلی تعلقات کو سدھارنے اور عائلی حقوق کی صحیح صحیح ادائیگی پر غیر معمولی زور ہے اور ظاہر ہے کہ انسانی زندگی میں خاندانی تعلقات کی جو اہمیت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ آج کی مشرقی دنیا نہیں بلکہ مغربی دنیا میں بھی خاکسار کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ بہت سے فساد اور تلخیاں عائلی مسائل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے قرآن شریف نے اس بات پر خاص توجہ دلائی ہے۔

عائلی تعلقات میں رخنہ کی ایک اہم وجہ یہاں دو آیات میں بیان کی گئی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے نام کا غلط استعمال۔ خدا تعالیٰ کے نام کی قسم کھا کر جو ارادہ کیا جائے جو فیصلہ کیا جائے اس کا احترام کرنا اور اس کے تقدس کو مدنظر رکھنا ضروری ہے مگر خدا تعالیٰ کے نام کے احترام کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کا غلط استعمال نہ کیا جائے اور خدا تعالیٰ کا نام حسن سلوک اور انصاف اور اصلاح کے رستہ میں حائل نہ بنالیا جائے اور عائلی تعلقات میں یہ بات رخنہ کا باعث بن سکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”قرآن شریف کی رو سے لغو یا جھوٹی قسمیں کھانا منع ہے کیونکہ وہ خدا سے ٹھٹھا ہے اور گستاخی ہے اور ایسی قسمیں کھانا بھی منع ہے جو نیک کاموں سے محروم کرتی ہوں۔“

(الحکم جلد 8 نمبر 22 مؤرخہ 10 جولائی 1904ء صفحہ 7 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اوّل صفحہ 707)

اس آیت میں فرمایا وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ کہ تم نیک سلوک کرنے اور تقویٰ کرنے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کے معاملات میں اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

”وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ میں بتایا کہ اگر تمہیں نیکی اور تقویٰ اور اِصْلَاح بَيْن النَّاسِ

کے کام میں مشکلات پیش آئیں تو خدا تعالیٰ سے ان کا دفعیہ چاہو اور ہمیشہ دُعاؤں سے کام لیتے رہو۔ کیونکہ یہ کام دُعاؤں کے بغیر سرانجام نہیں پاسکتے۔ اور پھر یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے۔ اگر تم اُس کی طرف جھکوگے تو وہ اپنے علم میں سے تمہیں علم عطا فرمائے گا اور نیکی اور تقویٰ کے بارہ میں تمہارا قدم صرف پہلی سیڑھی پر نہیں رہے گا بلکہ علمِ لدنّی سے بھی تمہیں حصّہ دیا جائے گا۔"

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 507 مطبوعہ ربوہ)

درس القرآن نمبر 165

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (البقرۃ:226)

فرماتا ہے، اللہ تمہاری لغو قسموں پر تمہارا مؤاخذہ نہیں کرے گا لیکن اس پر تمہارا مؤاخذہ کرے گا جو تمہارے دل گناہ کماتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا اور بردبار ہے۔

جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے عائلی تعلقات میں جو لوگ وقتی اشتعال میں قسمیں کھاتے ہیں، جو نیکی اور تقویٰ اور معاشرتی اصلاح کے کاموں میں حائل ہوں ان سے منع کیا گیا ہے۔ اس آیت میں اس بارہ میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر گرفت نہیں کرے گا۔ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:۔

”فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لغو قسموں پر تم سے کوئی مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ اسجگہ لغو قسموں سے تین قسم کی قسمیں مراد ہیں۔ **اوّل** عادت کے طور پر قسمیں کھانا۔ یعنی ہر وقت وَاللّٰه، بِاللّٰه، ثُمَّ تَاللّٰه کہتے رہنا۔ **دوم** ایسی قسم جس کا کھانے والا یقین رکھتا ہو کہ وہ درست ہے لیکن اس کا یقین غلط ہو......... **سوم** ایسی قسم جو شدید غصہ کے وقت کھائی جائے۔ جب ہوش و حواس ٹھکانے نہ ہوں یا حرام شے کے استعمال یا فرض و واجب عمل کے ترک کے متعلق کسی وقتی جوش کے ماتحت قسمیں کھا لینا۔ یہ سب قسمیں لغو ہیں اور ان کے توڑنے پر کوئی کفارہ نہیں......... مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ چونکہ مؤاخذہ نہیں ہوگا اِس لئے اب کسی احتیاط کی بھی ضرورت نہیں بیشک رات دن لغو قسمیں کھاتے رہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے متعلق یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المؤمنون:4)“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 507 مطبوعہ ربوہ)

پھر حضرت مصلح موعودؓ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

”اللہ تعالیٰ تم کو صرف ان خیالات پر پکڑے گا جو ارادہ اور فکر کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں نہ ان پر جو اچانک پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور تم ان کو فوراً اپنے دل سے نکال دیتے ہو......... وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

حَلِیۡمٌ میں غفور کے لفظ سے بتادیا کہ اگر تم ایسی قسموں سے اجتناب کرو گے اور توبہ کرو گے تو ہم تمہیں بخش دیں گے اور حلیم کہہ کر اس طرف توجہ دلائی کہ ہم نے لغو قسموں پر اس لئے گرفت نہیں کی کہ اگر ہم ان قسموں پر گرفت کرنا شروع کر دیں تو تمہارا بچنا مشکل ہو جائے۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 508،509 مطبوعہ ربوہ)

درس القرآن نمبر166

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (البقرة:227،228)

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے سورۃ البقرۃ کے اس حصہ میں احکامات اور ان کی حکمتوں کا ذکر ہے اور اس حصہ کے زیر تفسیر حصہ میں عائلی احکامات اور ان کی حکمتوں کا ذکر ہے اور اس سلسلہ میں گزشتہ دو آیات میں تمہید کے طور پر یہ بنیادی مضمون بیان تھا کہ خدا کا نام لے کر قسم کھانے کے ذریعہ عائلی تعلقات میں رخنہ پیدا کرنا لغو کام ہے۔ آج کی آیت میں اس کی واضح مثال موجود ہے کہ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ جو لوگ اپنی بیویوں سے جدا ہونے کے لئے قسم کھا لیتے ہیں تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ان کے لئے صرف چار مہینہ تک انتظار کرنا جائز ہے فَاِنْ فَآءُوْا پھر اگر وہ اس عرصہ میں صلح کے خیال کی طرف لوٹ آئیں فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو اللہ یقیناً بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اس انتظار کے وقت میں اگر خاوند کی غلطی ہے تو اس کی غلطی کی اصلاح کے سامان بھی ہو سکتے ہیں اور اگر بیوی کی غلطی کی وجہ سے خاوند اس سے علیحدگی کی قسم کھا رہا ہے تو بیوی کی اصلاح کا سامان بھی اس عرصہ میں ہو سکتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔ ”اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت کو معلقہ چھوڑنے کے خلاف فیصلہ فرمایا ہے۔ مرد زیادہ سے زیادہ مدت نکاح میں چار ماہ تک کے لئے عورت سے علیحدہ رہنے کا عہد کر سکتا ہے......... اگر کوئی شخص تھوڑی تھوڑی مدت کے لئے ایلاء کرے مثلاً دس دن کیلئے ایلاء کیا اور پھر رجوع کر لیا۔ پھر دس دن کے لئے نیا ایلاء کیا اور پھر رجوع کر لیا۔ تب بھی اس کے لئے مجموعی طور پر چار ماہ کی ہی مدت مقرر ہے۔ اگر وہ چار ماہ کے بعد ایلاء کریگا۔ تو وہ ایلاء ناجائز ہو گا۔“ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 509،510 مطبوعہ ربوہ)

فرماتا ہے وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ ”اور اگر طلاق دینے پر پختہ ارادہ کر لیں سو یاد رکھیں کہ خدا سننے والا اور جاننے والا ہے یعنی اگر وہ عورت جس کو طلاق دی گئی خدا کے علم میں مظلوم ہو اور پھر وہ بددعا کرے تو خدا اس کی بددعا سن لے گا۔“ (آریہ دھرم روحانی خزائن جلد10 صفحہ 52)

درس القرآن نمبر 167

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

(البقرۃ:229)

فرماتا ہے، وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ اور وہ عورتیں جن کو طلاق دی جائے تین حیض کی مدت تک اپنے آپ کو روکے رکھیں وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور ان کے لئے جائز نہیں اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتی ہیں کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کر دی ہے وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا اور اس صورت میں ان کے خاوند زیادہ حق دار ہیں کہ انہیں واپس لے لیں اگر وہ اصلاح چاہتے ہیں۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور ان عورتوں کا دستور کے مطابق مردوں پر اتنا ہی حق ہے جتنا مردوں کا ان پر ہے وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ کامل غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔

اس آیت میں طلاق کے اہم مسئلہ پر جو نکات بیان کئے گئے ہیں وہ اسلامی تعلیم کی برتری کا ایک واضح بیان ہے۔ **پہلی بات** یہ ہے کہ اسلام نے طلاق کی اجازت تو دی ہے مگر اس کے بارہ میں کھلی چھٹی نہیں دی بلکہ بے ضرورت طلاق کو حد درجہ ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”آریہ لوگ جب اُس اعتراض کے وقت جو نیوگ پر وارد ہوتا ہے بالکل لاجواب اور عاجز ہو جاتے ہیں تو پھر انصاف اور خدا ترسی کی قوت سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ اسلام کے مقابل پر نہایت مکروہ اور بے جا افتراؤں پر آ جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض تو مسئلہ طلاق کو ہی پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ قدرتی طور پر ایسی آفات ہر یک قوم کے لئے ہمیشہ ممکن الظہور ہیں جن سے بچنا بجز طلاق کے متصور نہیں۔“ (آریہ دھرم روحانی خزائن جلد10 صفحہ 65)

(باقی آئندہ درس میں)

درس القرآن نمبر 168

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

(البقرة:229)

دوسری بات جو اس آیت میں بتائی گئی ہے (پہلی بات کا ذکر گزشتہ درس میں ہو چکا ہے) یہ ہے کہ عورت طلاق کے معاً بعد کسی دوسرے شخص سے شادی نہ کرے بلکہ قریب تین ماہ انتظار کرے تاکہ اگر کسی وقتی مسئلہ کی وجہ سے طلاق ہوئی ہے تو رجوع ہو سکے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"عدت کی حکمت بالکل واضح ہے۔ اس عرصہ میں خاوند کو سوچنے اور غور کرنے کا کافی وقت مل جاتا ہے۔ اور اگر اس کے دل میں اپنی بیوی کی کچھ بھی محبت ہو تو وہ رجوع کر سکتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 511 مطبوعہ ربوہ)

تیسری بات جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے یہ ہے وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر وہ حاملہ ہو تو مرد کو بتا دے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی وجہ سے پھر محبت قائم ہو جاتی ہے اور میاں بیوی میں صلح کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 511 مطبوعہ ربوہ)

چوتھی بات میں یہ اشارہ ہے کہ بعض دفعہ طلاق کا باعث اولاد نہ ہونا ہوتا ہے اس مذکورہ بالا بیان میں اشارہ ہے کہ عورت مرد کو لازماً بتادے کہ وہ حاملہ ہے تاکہ خاوند کے لئے یہ الجھن دور ہو جائے اور وہ نیک نیتی کے ساتھ رجوع کر سکیں۔

پانچویں بات یہ بتائی گئی ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی۔ مختصر الفاظ میں فرمادیا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ (البقرۃ:229) کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 300 مطبوعہ ربوہ)

چھٹی بات یہ بتائی گئی ہے وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ میں بتائی گئی ہے، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

”وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ یعنی حقوق کے لحاظ سے تو مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں لیکن انتظامی لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر ایک حقِ فوقیت حاصل ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 513 مطبوعہ ربوہ)

ظاہر ہے کہ جب تک انتظامی طور پر کوئی ذمہ دار مقرر نہ ہو انتظام ٹھیک طرح نہیں چل سکتا۔

درس القرآن نمبر 169

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ شَيۡـًٔا اِلَّاۤ اَنۡ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ (البقرۃ:230)

نکاح، شادی اور طلاق ذمہ واری کے افعال ہیں اور بچوں کی، فریقین کی، معاشرہ کی زندگی پر ان افعال کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ اسلام نے طلاق کی اجازت بھی دی ہے مگر یہ راستہ بھی کھلا رکھا ہے کہ وقتی جذبات کے جوش میں اگر طلاق دی گئی ہے تو اس کا سدّباب کیا جاسکے۔

اس لئے دو دفعہ طلاق کے بعد پھر تیسری دفعہ رجوع کی ممانعت کر دی ہے، فرماتا ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ کہ طلاق دو مرتبہ ہے فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اس کے بعد یا تو معروف طریق پر روک رکھنا ہے اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ لیکن اگر اس کے بعد طلاق دے تو پھر نیک سلوک کے ساتھ رخصت کرنا ہے یعنی تیسری طلاق کے بعد رجوع کی اجازت نہیں ہے۔

طلاق کا ایک اور گھٹیا محرک یہ ہو سکتا تھا کہ جو مال بیوی کو دیا ہوا ہے وہ واپس مل جائے گا اس بارہ میں فرمایا وَلَا يَحِلُّ لَكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ شَيۡـًٔا کہ تمہارے لئے جائز نہیں ہو گا کہ جو مال تم نے ان کو دیا ہوا ہے کچھ بھی ان سے واپس لو۔ ہاں مگر اس کی ایک صورت ہو سکتی ہے اِلَّاۤ اَنۡ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ سوائے اس کے کہ وہ دونوں خائف ہوں کہ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ پھر اگر تم خوف محسوس کرو یعنی نظام اسلامی کو یہ احساس ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں جو وہ عورت بطور فدیہ چھوڑ دے تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ یہ اللہ کی حدود ہیں فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا پس ان سے تجاوز نہ کرو وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ اور جو کوئی اللہ کی حدود سے تجاوز کرے پس یہی لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

درس القرآن نمبر170

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ

(البقرۃ:231)

فرماتا ہے اگر وہ مرد اس عورت کو تیسری طلاق دے دے تو اس کے لئے اس کے بعد پھر اس مرد کے نکاح میں آنا جائز نہیں ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شادی و طلاق جیسے اہم معاملہ کو کھیل بنا لینا ہرگز درست نہیں۔ ہاں حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ اگر وہ عورت کسی اور مرد سے شادی کرتی ہے فَاِنْ طَلَّقَهَا اور اگر وہ مرد بھی اس کو باقاعدہ طور پر طلاق دیتا ہے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ پھر ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کریں اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ اگر وہ یہ گمان رکھتے ہوں کہ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔ مراد یہ ہے کہ امید کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کے اس اتار چڑھاؤ سے کچھ سبق حاصل کیا ہو گا وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اور یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں جنہیں وہ لوگوں کی خاطر کھول کھول کر بیان کر رہا ہے جو علم رکھتے ہیں۔

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ اور وہ اپنی مقررہ مدت کی آخری حد کو پہنچ جائیں فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ تو انہیں مناسب طور پر روک لو اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ یا انہیں مناسب طور پر رخصت کر دو وَّ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا اور انہیں تکلیف دینے کے لئے اس نیت سے مت روکو کہ پھر ان پر زیادتی کرو وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ اور جو شخص ایسا کرے تو سمجھو کہ اس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا ہے وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا اور تم اللہ کے احکام کو تمسخر نہ بناؤ وَّ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور تم پر جو اللہ کا انعام ہوا ہے اسے یاد رکھو وَ مَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ اور اسے بھی یاد رکھو جو اس نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے۔ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اور کا تقویٰ اختیار کرو وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور جان لو کہ اللہ ہر ایک بات کو خوب جانتا ہے۔ (البقرۃ:232)

اس کے بعد طلاق کے احکامات کے سلسلہ میں ایک اور نہایت اہم ہدایت کی طرف توجہ دلاتا ہے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ کہ جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدّت پوری کرنے لگیں فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ تو تم انہیں جب کہ وہ نیک طریق پر باہم رضامند ہو جائیں اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح کر لینے سے مت روکو ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یہ وہ بات ہے جس کی تم سے ہر اس شخص کو جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے، نصیحت کی جاتی ہے۔ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ یہ بات تمہارے حق میں سب سے زیادہ برکت والی اور سب سے زیادہ پاکیزہ ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (البقرۃ:233)

درس القرآن نمبر 171

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (البقرۃ:234)

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے سورۃ البقرۃ کے اس حصہ میں بندوں کے باہمی حقوق کا بیان ہے اور بندوں کے حقوق میں سے ایک اہم ترین نظام حقوق عائلی حقوق ہیں۔ عائلی حقوق میں تفصیل کے ساتھ شادی بیاہ، طلاق کے بارہ میں ہدایات بیان کرنے کے بعد اس سے ایک متعلقہ مسئلہ کی وضاحت فرماتا ہے جو رضاعت کا مسئلہ ہے۔ اگر بچہ دودھ پی رہا ہو اور میاں بیوی میں طلاق واقعہ ہو جائے تو کیا صورت ہو گی۔

اس ضمن میں فرماتا ہے وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ یعنی ماؤں کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کو دو کامل برس تک دودھ پلائیں اگر وہ مدّت رضاعت کو پورا کرنا چاہتی ہیں اور ان کی خوراک، پوشاک اس مرد کے ذمہ ہے جس کے وہ بچے ہیں۔ کھانے اور کپڑے سے مراد تمام اخراجات ہیں۔

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا کسی نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالی جاتی۔ گویا مرد اور عورت دونوں پر ان کی بساط کے مطابق بوجھ ڈالا جائے گا۔ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ نہ کسی والدہ کو بچے کے نام دکھ دیا جائے گا اور نہ باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے دکھ دیا جائے گا وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ اور وارث پر بھی ایسا ہی کرنا لازم ہے فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اور اگر وہ دونوں باہمی رضامندی اور آپس کے مشورہ کے ساتھ دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ اور اگر تم اپنے بچوں کو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ جو تم نے دینا کیا ہے وہ مناسب طور پر ادا کر دو وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اسے یقیناً دیکھ رہا ہے۔

درس القرآن نمبر172

عائلی مسائل میں ایک اہم مسئلہ ان عورتوں کا ہے جن کے خاوند فوت ہو جائیں ان کے بارہ میں فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (البقرة:235)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”اور جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور جورو ئیں رہ جائیں تو وہ چار مہینے اور دس دن نکاح کرنے سے رُکی رہیں۔“ (شہادت القرآن روحانی خزائن جلد6 صفحہ 336)

اس آیت کا ترجمہ اس طرح ہے کہ تم سے جو لوگ وفات دیئے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں چار مہینے دس دن تک اپنے آپ کو روکے رکھیں پس جب وہ اپنی مقررہ مدت کو پہنچ جائیں تو پھر وہ عورتیں اپنے متعلق معروف کے مطابق جو بھی کریں اس بارہ میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

اس صورت میں ایک مسئلہ کھڑا ہوتا ہے جس کا جواب اس اگلی آیت میں دیا گیا ہے کہ ان چار مہینے دس دن میں بیوہ عورت کو یہ فکر ہو سکتی ہے کہ خاوند کی غیر موجودگی میں اس کے مالی مسائل کا کیا بنے گا۔ اس بارہ میں فرمانا کہ بے شک ان چار مہینے دس دن میں یہ اجازت تو نہیں کہ وہ نکاح کرے مگر اس کے مستقبل کے بارہ میں اس کو اشارۃً تسلی دلائی جاسکتی ہے، فرماتا ہے وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ کہ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان عورتوں سے نکاح کی تجویز کے متعلق کوئی اشارہ کر دیا اسے اپنے دلوں میں چھپائے رکھو۔ اللہ جانتا ہے کہ ضرور تمہیں ان کا خیال آئے گا لیکن ان سے خفیہ وعدے نہ کرنا سوائے اس کے کہ تم کوئی اچھی بات کہو اور نکاح باندھنے کا عزم نہ کرو یہاں تک کہ مقررہ عدّت اپنی معیاد کو پہنچ جائے اور جان لو کہ اللہ اس کا علم رکھتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے پس اس کی پکڑ سے بچو اور جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا اور بردبار ہے۔ (البقرة:236)

درس القرآن نمبر 173

لَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِنۡ طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمۡ تَمَسُّوۡهُنَّ اَوۡ تَفۡرِضُوۡا لَهُنَّ فَرِيۡضَةً ‌ۖۚ وَّمَتِّعُوۡهُنَّ عَلَى الۡمُوۡسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الۡمُقۡتِرِ قَدَرُهٗ ‌ۚ مَتَاعًا ۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ‌ۚ حَقًّا عَلَى الۡمُحۡسِنِيۡنَ وَاِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يَّعۡفُوۡنَ اَوۡ يَعۡفُوَا الَّذِىۡ بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ‌ ؕ وَاَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى‌ ؕ وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ (البقرۃ:237،238)

پہلی آیت میں یہ مفہوم ہے کہ بعض دفعہ بعض حالات کے پیدا ہونے کی وجہ سے طلاق ازدواجی تعلقات سے پہلے بھی ہو سکتی ہے، فرماتا ہے لَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِنۡ طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمۡ تَمَسُّوۡهُنَّ اَوۡ تَفۡرِضُوۡا لَهُنَّ فَرِيۡضَةً کہ تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو جبکہ تم نے ابھی ان کو نہ چھؤا ہو یا تم نے ابھی ان کے لئے حق مہر مقرر نہ کیا ہو وَّمَتِّعُوۡهُنَّ اور انہیں کچھ فائدہ بھی پہنچاؤ عَلَى الۡمُوۡسِعِ قَدَرُهٗ صاحب حیثیت پر اس کی حیثیت کے مطابق فرض ہے وَعَلَى الۡمُقۡتِرِ قَدَرُهٗ اور غریب آدمی پر اس کی حیثیت کے مناسب حال۔ مَتَاعًا ۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ یہ معروف کے مطابق کچھ متاع ہو حَقًّا عَلَى الۡمُحۡسِنِيۡنَ اور احسان کرنے والوں پر تو یہ فرض ہے۔

وَاِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً اور اگر تم انہیں اس سے پیشتر طلاق دے دو کہ تم نے ان کو چھؤا ہو جبکہ تم ان کا حق مہر مقرر کر چکے ہو تو پھر جو تم نے مقرر کیا ہے اس کا نصف ادا کرنا ہو گا سوائے اس کے کہ وہ عورتیں معاف کر دیں یا وہ شخص جس کے ہاتھ میں نکاح کا بندھن ہے وَاَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى اور تمہارا عفو سے کام لینا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡ اور آپس میں احسان کا سلوک بھول نہ جایا کرو اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ یقیناً اللہ اس پر جو تم کرتے ہو گہری نظر رکھنے والا ہے۔

درس القرآن نمبر 174

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (البقرة:240،239)

قرآن مجید کی نصیحت اور مؤثر رنگ کے وعظ کے بھی خاص انداز ہیں جو پڑھنے والے پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ گزشتہ مضمون عائلی مسائل کے بارہ میں چل رہا تھا اور بعد میں بھی چل رہا ہے مگر درمیان میں یہ دو آیات جاری مضمون سے بظاہر بالکل ہٹ کر نماز کی حفاظت کے بارہ میں ہیں اس کی وجہ ظاہر ہے کہ عائلی اور معاشرتی معاملات اور جھگڑے بعض دفعہ اتنا طول پکڑ جاتے ہیں کہ خطرہ ہوتا ہے کہ نماز باشرائط میں تساہل واقعہ ہو جائے اس لئے عائلی مسائل کے حل کے ضمن میں جو آیات ہیں ان میں نماز کی محافظت کی پرزور ہدایت ہے دوسرے یہ پہلو بھی مدنظر رکھنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ نماز اور دعا کی حفاظت کے ذریعہ عائلی مسائل اور مشکلات سے بچنے کی کوشش کرو اور اندرونی عائلی مسائل کا خوف ہو یا بیرونی دشمن کا خوف، نماز کی حفاظت ہونی چاہیئے۔

فرماتا ہے حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ اپنی نمازوں کی حفاظت کرو وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى بالخصوص اس نماز کی جو کاموں اور مصروفیات کے درمیان میں آئے وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ اور اللہ کے حضور فرمانبرداری کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ فَاِنْ خِفْتُمْ اور اگر تمہیں کوئی خوف ہو فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا تو چلتے پھرتے یا سواری کی حالت میں ہی نماز پڑھ لو فَاِذَآ اَمِنْتُمْ پھر جب تم امن میں آ جاؤ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ تو پھر اس طریق پر اللہ کو یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ جو تم اس سے پہلے نہیں جانتے تھے۔

درس القرآن نمبر 175

عائلی مشکلات و مسائل کے بارہ میں سورۃ البقرۃ کا یہ مضمون اب دو بنیادی ہدایات پر پورا ہو رہا ہے دونوں کا منشاء یہ ہے کہ خاوند بیوی کی علیحدگی خواہ خاوند کی وفات کی وجہ سے ہوئی ہو یا طلاق کی وجہ سے ہوئی ہو باہمی تلخی اور بدمزگی پر منتج نہیں ہونی چاہیئے بلکہ بیوہ اور مطلّقہ کو مناسب طریق پر سہولت اور آرام پہنچانا چاہیئے۔

فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ کہ تم میں سے جو لوگ وفات دیئے جائیں وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا اور بیویاں پیچھے چھوڑ رہے ہوں وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ ان کی بیویوں کے حق میں یہ وصیت ہے مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ کہ وہ ایک سال تک فائدہ اٹھائیں اور نکالی نہ جائیں فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ہاں اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں اس بارہ میں جو وہ خود اپنے متعلق کوئی معروف فیصلہ کریں وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ کامل غلبہ والا اور صاحب حکمت ہے۔ (البقرۃ:241)

وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ اور مطلقہ عورتوں کو نیک دستور کے مطابق فائدہ پہنچانا ہے یہ متقیوں پر فرض ہے۔ (البقرۃ:242)

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ اس آیت کے ذریعہ سورۃ البقرۃ کے تیسرے مضمون يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور اس مضمون کے اس حصہ پر جس کا تعلق بندوں کے حقوق خصوصاً عائلی حقوق سے ہے چوٹی پر پہنچا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوب کھول کر یہ آیات تمہارے لئے بیان کی ہیں لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ان میں کوئی نادانی کی بات نہیں، کوئی عقل و حکمت کے خلاف تعلیم نہیں، سراسر تمہارے لئے عقل و حکمت کا سبق ہے۔(البقرۃ:243)

درس القرآن نمبر 176

جیسا کہ شروع میں ذکر ہو چکا ہے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ایک القاء کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ البقرۃ میں چار اہم بنیادی مضامین ہیں ایک تلاوت آیات، دوسرے کتاب، اور تیسرے کتاب کی حکمت، اور چوتھا مضمون تزکیہ کا ہے۔ آج کی آیت سے تزکیہ کا مضمون خاص طور پر شروع ہے۔ گویہ تقسیم عمومی رنگ کی ہے اور باقی مضامین میں بھی تزکیہ کا مضمون شامل ہے۔ تزکیہ میں ظاہری نشوونما اور ترقی اور عددی کثرت کی طرف بھی اشارہ ہے مگر اس کا اصل مفہوم روحانی پاکیزگی اور صفائی ہے۔

فرماتا ہے، اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ وَہُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ فَقَالَ لَہُمُ اللّٰہُ مُوۡتُوۡا ثُمَّ اَحۡیَاہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡکُرُوۡنَ (البقرۃ:244)

اس آیت میں مسلمانوں کو یہ سبق دیا گیا ہے ان کی ظاہری نشوونما اور ترقی بھی اور روحانی پاکیزگی اور صفائی بھی اس بات میں ہے کہ دشمن کے حملوں کے سامنے موت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ فرماتا ہے کہ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ وَہُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ کہ تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور وہ موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے۔ یہ بنی اسرائیل کا ذکر ہے جو تفصیل سے شروع سورۃ میں ہو چکا ہے فَقَالَ لَہُمُ اللّٰہُ مُوۡتُوۡا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم موت کے ڈر سے نکلے ہو تو یاد رکھو کہ ایک موت قبول کرنا پڑے گی اور ثُمَّ اَحۡیَاہُمۡ پھر اللہ نے انہیں زندہ کیا اِنَّ اللّٰہَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ دیکھو اللہ تعالیٰ سچی قربانی کو ضائع نہیں کرتا۔ کوئی قوم اور کوئی نسل ہو اللہ تعالیٰ کا فضل ساری انسانیت پر ہوتا ہے۔ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡکُرُوۡنَ لیکن اکثر لوگ چونکہ خدا تعالیٰ کے اس فضل کی قدر نہیں کرتے اس لئے محرومی کا شکار ہوتے ہیں۔

درس القرآن نمبر 177

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (البقرۃ:245)

گزشتہ آیت میں بیان فرمایا تھا کہ تم نے دیکھا نہیں کہ کچھ لوگ جو کئی ہزار تھے موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا موت کے ڈر سے، موت سے بچنے کے لئے نکلے ہو تو اس کا ذریعہ، اس کا علاج ہے مُوْتُوْا اسی تسلسل میں آج کی آیت میں فرماتا ہے ان کو حکم ہوا وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کہ خدا کی راہ میں جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تمہارا مقصدِ جنگ کوئی غنیمت کا حصول، کوئی شہرت کا سامان کرنا، کسی ملک کی فتح نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ خوب سنتا اور خوب جانتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”فرماتا ہے۔ اے امّت محمدیہ تم اُس قوم کی حالت کو دیکھو جسے موسیٰؑ مصر سے اس لئے نکال کر لائے تھے کہ اسے ایک ایسے ملک کی حکومت حاصل ہو۔ لیکن جب انہیں اپنے دشمنوں سے جو اُن کے ملک پر قابض تھی لڑنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے انہیں اس ملک کی حکومت سے چالیس سال تک کے لئے محروم کر دیا اور وہ جنگلوں میں بھٹک کر مر گئے۔ غرض باوجود اس کے کہ موت ان کو اپنے گھروں میں بھی آنی تھی انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں موت کا پیالہ پینے سے انکار کر دیا اور تباہ ہو گئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں اس قوم کے حالات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے کبھی انکار نہیں کرنا چاہیے۔ جو قوم موت سے ڈرتی ہے وہ دنیا میں کبھی زندہ نہیں رہ سکتی۔“ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 548 مطبوعہ ربوہ)

تزکیہ نفس کے اس بنیادی ترین ذریعہ کے بعد دوسرا اصول بیان کرتے ہوئے فرمایا مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (البقرۃ:246) کہ دشمن کے مقابلہ میں جانی قربانی پیش کرنے کے علاوہ دوسرا مقام مالی قربانی کا ہے۔ فرمایا کون ہے جو اللہ کو اپنے مال کا اچھا ٹکڑا کاٹ کر دے تو اللہ اس کو کئی گنا بڑھا کر عطا کرے کیونکہ اَللّٰہُ یَقْبِضُ اللہ لیتا تو ہے مگر وَ یَبْصُۜطُ اپنے پاس رکھنے کے لئے نہیں بلکہ وہ کھول کر دیتا ہے اور صرف اس دنیا میں نہیں۔ یہ بھی یاد رکھو وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ تم بالآخر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور یہ کئی گنا واپس ملنے کا سلسلہ وہاں بھی جاری رہے گا۔

درس القرآن نمبر 178

تزکیہ یعنی نفوس کی پاکیزگی اور جماعت کی نشو و نما اور ترقی کے دو بنیادی اصول بیان کر کے بنی اسرائیل کی تاریخ کی ایک بہت اہم مثال تفصیل سے پیش کی ہے جس میں اس اہم معاملہ میں ان کی غلطیوں کی بھی نشاندہی کر دی۔ مگر ان میں سے اطاعت کرنے والوں اور قربانی کے لئے تیار رہنے والوں کی غیر معمولی کامیابی اور فتح کا نمونہ بھی امّت محمدیہؐ کے لئے پیش کر دیا تاکہ امّت محمدیہؐ ان غلطیوں سے بھی بچنے کی کوشش کرے اور کامیابی اور فتح سے بھی ہمکنار ہو۔

فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى کہ تمہیں بنی اسرائیل کے ان سرکردہ لوگوں کا حال معلوم نہیں ہوا جو موسیٰؑ کے بعد گزرے ہیں اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں قَالَ اس نبی نے (جس کا نام بقول بائبل سموئیل تھا) فرمایا هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا کہیں ایسا تو نہیں ہو گا اگر تم پر جنگ فرض کی جائے کہ تم جنگ نہ کرو قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىِٕنَا انہوں نے کہا ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں گے حالانکہ ہمیں اپنے گھروں سے نکالا گیا ہے، اپنے بچوں سے جدا کیا گیا ہے فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ مگر جب ان پر جنگ فرض کی گئی تو ان میں سے ایک قلیل جماعت کے علاوہ باقی سب پھر گئے وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ (البقرۃ:247)

اس آیت میں جہاد بالسیف کے بارہ میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے مامور کی اجازت سے ہونا چاہیئے اور اس کے لئے مضبوط مرکزی قیادت کی ضرورت ہے اور محض نعرے لگا کر جہاد کا مطالبہ کافی نہیں اس کے لئے حقیقی عزم اور قربانی کی ضرورت ہے۔

درس القرآن نمبر179

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (البقرة:248)

گزشتہ درس میں ذکر تھا کہ بنی اسرائیل کے سرداروں نے حضرت موسیٰؑ کے بعد اپنے نبی سے جہاد کے لئے بادشاہ بنانے کی درخواست کی۔ آج کی آیت میں بیان ہے کہ جب اس نبی علیہ السلام نے یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے تو چونکہ بقول بائبل طالوت نسبتاً غریب اور کمزور قبیلہ کے فرد تھے اس لئے اس نبی علیہ السلام نے جس خدشہ کا اظہار کیا تھا وہ درست نکلا، فرماتا ہے وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا کہ جب ان کے نبی نے ان کو کہا کہ اللہ نے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے تو قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا انہوں نے کہا اس کو ہم پر بادشاہی کس طرح مل سکتی ہے وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ اور ہم بادشاہت کے اس سے زیادہ حق دار ہیں وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ اور اس کو تو مالی وسعت بھی نہیں دی گئی۔ اس کے جواب میں نبی علیہ السلام نے حضرت طالوت کی بادشاہی کے حق میں تین دلائل پیش کئے اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ پہلی بات تو یہ ہے اللہ نے خود اس کا انتخاب فرمایا ہے اور تم لوگوں پر اس کو ترجیح دی ہے وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ اور علمی وسعت جو امامت اور قیادت کے لئے نہایت ضروری ہے اس کو اس میں بڑھایا ہے وَالْجِسْمِ اور اس کام کے لئے جس دل کی مضبوطی اور دلیری کی ضرورت ہے وہ اس کو عطا فرمائی ہے اس آیت میں گویا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خلافت راشدہ کی تین بنیادی صفات کی طرف توجہ دلائی ہے۔

فرماتا ہے وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ کہ اللہ بندوں کا محتاج نہیں وہ جسے مناسب سمجھتا ہے اپنی حکومت عطا فرماتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ تم طالوت کو غریب سمجھتے ہو، لاعلم سمجھتے ہو حالانکہ وسعت اور علم کے خزانے تو اس کے ہاتھ میں ہیں جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

درس القرآن نمبر 180

سورۃ البقرۃ کے آخر تک تزکیہ نفس اور جماعتی ترقی اور نشوونما کا مضمون چل رہا ہے۔ گزشتہ درس میں ذکر تھا کہ تزکیہ وترقی کے لئے قیادت کی کیا شرائط ہیں؟ آج کی آیت میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ قیادت، الٰہی تائیدات صرف تقرری کے وقت نہیں بلکہ بعد میں بھی چلتی چلی جاتی ہیں، فرماتا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(البقرۃ:249)

کہ ان کے نبی نے ان کو کہا کہ ان کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق تمہارے پاس آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت ہوگی اور اس چیز کا بقیہ ہوگا جو موسیٰ کی آل اور ہارون کی آل نے اپنے پیچھے چھوڑا۔

اس صندوق یا تابوت سے وہ دل مراد ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل پر تسکین ڈالی گئی اور بعض مفسرین ایک ظاہری صندوق کا ذکر بھی کرتے ہیں جس میں تبرکات تھے اور وہ واقعی طور پر دشمن کے قبضہ میں چلا گیا مگر غیر معمولی طور پر بنی اسرائیل کو واپس مل گیا۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کہ گویا اس آیت میں خدا کی طرف سے جو خلافت راشدہ کی علامت بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا تقرر ہوتا ہے، اس کو وسعت علمی دی جاتی ہے، اس کو کام کرنے کی صلاحیت اور استعداد عطا ہوتی ہے اور تقرری کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی تائیدات اس کو حاصل رہتی ہیں۔ ان سب باتوں میں اگر تم سچے مومن ہو تو تمہارے لئے ایک زبردست نشان ہے۔ آئندہ آیات میں اس غیر معمولی کامیابی کا تذکرہ ہے جو الٰہی تقرری میں ہوئی اور کئی سو سال تک اس کے اثرات چلے۔

درس القرآن نمبر 181

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرۃ:250)

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے سورۃ البقرۃ کے اس آخری حصہ میں الٰہی جماعتوں کے تزکیہ یعنی (1) پاکیزگی نفس اور (2) ترقی و نشوونما کا ذکر ہے اس سلسلہ میں بنی اسرائیل کی ترقیات کے سلسلہ کی مثال دی گئی ہے۔

پہلی بات تو قیادت کے بارہ میں تھی جس کا تفصیلی ذکر ہو چکا ہے **دوسری بات** جارحانہ حملہ آور دشمنوں کی اکثریت کے مقابل چھوٹی الٰہی جماعت کی فتح کا بیان ہے۔ **تیسری بات** اس فتح کے لئے جس قربانی کی ضرورت ہے اس کا ذکر پیاس کی برداشت کے مضمون کے ذکر سے کیا گیا ہے (جس طرح آدم کے واقعہ میں گناہ کو ممنوعہ درخت کے ذریعہ ظاہر کیا گیا ہے) **چوتھی بات** مخالف حالات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا مضمون ہے۔ **پانچویں بات** صبر و ثبات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنا ہے (اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت گزشتہ ایک سو بیس سال میں ان تمام تجربات سے کامیاب گزر چکی ہے)

فرماتا ہے۔ جب طالوت اپنی فوجوں کو لے کر نکلے تو انہوں نے کہا اللہ ایک ندی کے ذریعہ تمہارا امتحان لینے والا ہے پس جس نے اس ندی میں سے پیٹ بھر کر پانی پی لیا وہ مجھ سے وابستہ نہیں رہے گا اور جس نے اسے نہ چکھا وہ یقیناً مجھ سے وابستہ ہو گا سوائے اس کے جس نے اس میں سے فقط اپنے ہاتھ سے ایک چلّو لے کر پیا۔ پھر یہ ہوا کہ ان میں سے تھوڑوں کے سوا باقی سب نے اس میں سے پانی پی لیا پھر جب وہ خود نیز وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اس ندی کے پار اتر گئے تو انہوں نے کہا کہ آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکر والوں کے خلاف مقابلہ کی طاقت نہیں مگر وہ لوگ جو یقین رکھتے تھے کہ اللہ سے ملنے والے ہیں انہوں نے کہا بہت سی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آ چکی ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

درس القرآن نمبر 182

وَ لَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

(البقرۃ:251تا253)

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے سورۃ البقرۃ کے اس آخری حصہ میں تزکیہ کا مضمون ہے یعنی الٰہی جماعت کی پاکیزگی نیز عددی ترقی اور نشوونما کا بیان ہے اور اس کے لئے امت موسوی کی تاریخ کو بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے، فرماتا ہے کہ تھوڑی سی تعداد میں حضرت موسیٰؑ کے متبعین کا اپنے زمانہ کے شیطانی لشکروں سے جو جالوت یعنی تباہی اور لوٹ مار مچانے والی قوم کے لشکروں کے مقابلہ کے لئے ان کے سامنے آئے تو ان کا سب سے بڑا ہتھیار دعا تھا۔ اور انہوں نے اللہ کے حضور عرض کی۔ رَبَّنَآ اے ہمارے ربّ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا ہمیں صبر واستقلال عطا فرما وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا اور ہمیں ثبات قدم عطا فرما وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ اور انکار کرنے والی قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ اور انہوں نے اللہ کے حکم سے ان کو شکست دی۔ یہ کوئی ایک دن کی بات نہیں تھی مسلسل جدوجہد اور قربانی کا امتحان تھا اور بالآخر حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں اس ہلاکت اور لوٹ مار کرنے والی قوم کو کلیۃً شکست ہوگئی۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اس قوم کا جو بائبل میں عمالقہ کے نام سے موسوم ہے قلع قمع کیا اور یہ تاریخ کا ایک زبردست سبق ہے۔

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ اگر خدا تعالیٰ کی مدد اس طرح لوگوں کے ایک دوسرے سے بچاؤ کا سامان نہ کرتی لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ تو زمین کلیۃً بگڑ کر رہ جاتی وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو تمام جہانوں پر ہو رہا ہے۔

فرماتا ہے، یہ کوئی تاریخی قصّہ یا کہانی کا بیان نہیں بلکہ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم صحیح صحیح آپؐ کو پڑھ کر سناتے ہیں۔ ضرورت حقہ کے مطابق آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں کیونکہ ان میں امت محمدیہ کے لئے سبق بھی ہے اور پیشگوئیاں بھی ہیں وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

درس القرآن نمبر 183

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (البقرۃ:254)

جماعت احمدیہ کے بزرگوں نے جو تفسیر بیان کی ہے اس کا ایک بہت لطیف پہلو قرآن شریف کی آیات اور مضامین کا ربط ہے جس کی ایک مثال کا ذکر سورۃ البقرۃ کی تفسیر میں ذکر ہوتا ہے کہ اس سورۃ کے چار مضامین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہمارے نبی ﷺ کی بعثت کے بارہ میں دعا کے چار پہلوؤں سے تعلق ہے یعنی تلاوت آیات۔ کتاب اور اس کی حکمت اور تزکیہ۔ یہ حصہ جس کا درس جاری ہے تزکیہ سے تعلق رکھتا ہے ایک اور جوڑ جو اس سورۃ کے مضامین میں ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کی بنیادی تعلیم اور عقائد کا تقابل ان دو مذاہب کی بگڑی ہوئی تعلیم سے کیا گیا ہے جن کا عالمی سطح پر اسلام سے مقابلہ تھا یعنی یہودیت اور پھر عیسائیت۔ (عیسائیت کا زیادہ تفصیلی ذکر اگلی سورۃ آل عمران میں ہے) آج کی آیت میں یہ جوڑ اس طرح بھی ہے کہ رسولوں میں فضیلت کا فرق ہے، فرماتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یہ رسول جو دنیا میں آئے جن کا آنا الٰہی جماعتوں کے تزکیہ، پاکیزگی اور نشوونما کے لئے ضروری تھا برابر درجہ نہیں رکھتے۔ بعض کو بعض پر فضیلت ہے ان تین مذاہب (اسلام، یہودیت اور عیسائیت) جن کا عالمی سطح پر مقابلہ ہے کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے كَلَّمَ اللّٰهُ اللہ نے خوب کلام کیا اس لئے وہ کلیم کے لقب سے معروف ہیں۔ ان کے مذہب کا اسلام سے مقابلہ کی بنیادی باتیں پہلے ذکر ہو چکی ہیں پھر ہمارے نبی ﷺ کا ذکر مبارک رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ میں ہے جس میں یہ اشارہ ہے جو آنحضرت ﷺ کا رفع سب نبیوں کے رفع سے بلند تر ہے اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے جو غیر تشریعی نبی تھے فرمایا وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو روشن نشانات دیئے اور روح

القدس کے ساتھ ان کی تائید کی ان تینوں مذاہب کے پیروکاروں نے آپس میں اختلاف کیا اگر اللہ اپنی جبری مشیئت نافذ فرماتا وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ کہ ان نبیوں کے بعد ان کے متبعین اس کے بعد کہ ان کے پاس روشن دلائل آ گئے تھے ایک دوسرے سے نہ لڑتے وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا مگر ان کے اختلاف کا یہی نتیجہ ہوتا تھا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ان نبیوں کے بعد ان کے کچھ ایمان لائے کچھ نے صداقت کا انکار کر دیا۔ مگر خدا نے اس بارہ میں اپنی جبری مرضی نافذ نہیں کی وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا اقْتَتَلُوْا اگر ایسی مرضی نافذ کی جاتی تو باہمی لڑائی نہ ہوتی مگر وَلٰكِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ اللہ اپنے ارادہ کے مطابق کام کرتا ہے اس پر کوئی جبر نہیں کر سکتا۔

درس القرآن نمبر 184

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا بَیۡعٌ فِیۡهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ وَ الۡکٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ (البقرة:255)

تزکیہ نفس اور قومی تزکیہ یعنی نشوونما اور ترقی کے لئے مالی قربانی انتہائی ضروری ہے چنانچہ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰکُمۡ جو کچھ ہم نے مال و دولت، علم و فہم، عقل، جسمانی ہمت غرض جو کچھ ہم نے تم کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں لَّا بَیۡعٌ فِیۡهِ نہ کوئی تجارت کام آئے گی وَ لَا خُلَّةٌ اور نہ کوئی دوستی وَّ لَا شَفَاعَةٌ اور نہ کوئی شفاعت کام دے گی وَ الۡکٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ اور صداقت اور سچے دین کا انکار کرنے والے ہی ظالم ہیں۔

الٰہی جماعتوں کے تزکیہ کے لئے خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کا علم اور اس کی توحید اور صفات کی جو تجلیات اس کائنات میں نظر آرہی ہیں کا مشاہدہ اور علم اور احساس انتہائی ضروری ہے اور یہ مضمون نہایت خوبصورتی اور گہرائی کے ساتھ اس آیت میں بیان ہے جو آیۃ الکرسی کے نام سے معروف ہے، فرماتا ہے اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور قائم بالذات ہے لَا تَاۡخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوۡمٌ اسے نہ تو اونگھ پکڑتی ہے اور نہ نیند لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ کون ہے جو اس کے حضور شفاعت کرے مگر اس کے اذن کے ساتھ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَ مَا خَلۡفَهُمۡ وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے اور ان کے پیچھے ہے وَ لَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ اور وہ اس کے علم کا کچھ بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے وَسِعَ کُرۡسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ اس کی حکومت اور علم تمام آسمانوں اور زمین پر پھیلا ہوا ہے وَ لَا یَـُٔوۡدُهٗ حِفۡظُهُمَا اور ان دونوں کی حفاظت اسے تھکاتی نہیں وَ هُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ اور وہ بہت بلند شان اور بڑی عظمت والا ہے۔ (البقرة:256)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کی نہایت لطیف تفسیر فرمائی ہے جس میں ہستی باری تعالیٰ اور توحید باری تعالیٰ کا لطیف استنباط ہے اللہ ہمیں وہ پڑھنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

درس القرآن نمبر185

لَآ اِكۡرَاهَ فِي الدِّيۡنِ قَدۡ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَيِّ فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ يُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى لَا انۡفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ (البقرۃ:257)

تزکیہ کا مضمون جاری ہے اس آیت سے دو باتوں کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ دین کا مقصد تزکیہ ہے۔ تزکیہ کی دو قسمیں ہیں ایک نفس اور دل کی گہری پاکیزگی اور ظاہر ہے کہ جو دین خلاف مرضی جبر کر کے اختیار کرایا جائے اس سے دل کی پاکیزگی محال ہے وہ تو صرف ایک زبان سے جھوٹا اقرار ہے نہ ہی تزکیہ یعنی نشوونما اور ترقی جبر سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ تو صرف ایک انبوہ ہے، ایک ہجوم ہے، نہ ماننے والوں کی ایک جماعت، جو مذہب کی طرف منسوب ہے۔

فرماتا ہے، لَآ اِكۡرَاهَ فِي الدِّيۡنِ دین میں کوئی ہرگز کوئی جبر نہیں اور جبر کی ضرورت بھی کیا ہے؟ جبر کی ضرورت تو تب ہو جب کوئی ایسی تعلیم دی جارہی ہو جو خلاف عقل ہو، خلاف فطرت انسانی ہو، کسی کے حقوق پر اس سے زد آتی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ ”دین میں کوئی جبر نہیں ہے تحقیق ہدایت اور گمراہی میں کھلا کھلا فرق ظاہر ہو گیا ہے پھر جبر کی کیا حاجت ہے۔“ (چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد23 صفحہ232)

فرماتے ہیں:۔ ”یہ بات نہایت صاف اور سریع الفہم ہے کہ وہ کتاب جو حقیقت میں کتاب الٰہی ہے وہ انسانوں کی طبیعتوں پر کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالتی اور ایسے امور مخالف عقل پیش نہیں کرتی جن کا قبول کرنا اکراہ اور جبر میں داخل ہو۔“ (نور القرآن نمبر1 روحانی خزائن جلد9 صفحہ232،231)

فرماتے ہیں:۔ ”قرآن شریف نے ہرگز جبر کی تعلیم نہیں دی۔ اگر جبر کی تعلیم ہوتی تو ہمارے نبی ﷺ کے اصحاب جبر کی تعلیم کی وجہ سے اس لائق نہ ہوتے کہ امتحانوں کے موقع پر سچے ایمانداروں کی طرح صدق دکھلا سکتے۔“ (مسیح ہندوستان میں روحانی خزائن جلد15 صفحہ12)

فرماتا ہے قَدۡ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَيِّ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر کہ نمایاں ہو چکی ہے فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ جو حق و صداقت اور عدل و انصاف کے تقاضا سے باہر نکلنے والے وجودوں کا انکار کرتا ہے اس نے ایک مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں اور اللہ بہت سننے والا، دائمی علم رکھنے والا ہے۔

درس القرآن نمبر 186

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرۃ:258)

تزکیہ کے لئے سب سے بڑا Source تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جب تک اس کی ذات سے تعلق نہ ہو تزکیہ خواہ روحانی ہو یا جسمانی حاصل نہیں ہو سکتا، چنانچہ فرماتا ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ان کے دوست حق و انصاف کی حدود کی خلاف ورزی کرنے والے ہیں يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ وہ ان کو نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ یہی لوگ آگ والے ہیں وہ اس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ ’’خدا مومنوں کا کارساز ہے ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکال رہا ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 648)

پھر فرماتے ہیں:۔ ’’اللہ دوستدار ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے اور ان کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔‘‘ (جنگ مقدس روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 87)

پھر فرماتے ہیں:۔

’’خدا سے پورے طور پر ڈرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنا اور اپنے عمل کو ریاکاری کی ملونی سے پاک کر دینا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایسا ہی دنیا کی دولت اور حشمت اور اس کی کیمیا پر لعنت بھیجنا اور بادشاہوں کے قرب سے بے پرواہ ہو جانا اور صرف خدا کو اپنا ایک خزانہ سمجھنا بجز یقین کے ہر گز ممکن نہیں۔ اب بتلاؤ اے مسلمان کہلانے والو کہ ظلماتِ شک سے نورِ یقین کی طرف تم کیونکر پہنچ سکتے ہو۔ یقین کا ذریعہ تو خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کا مصداق ہے۔‘‘

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 470)

درس القرآن نمبر 187

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡ حَآجَّ اِبۡرٰہٖمَ فِیۡ رَبِّہٖۤ اَنۡ اٰتٰىہُ اللّٰہُ الۡمُلۡکَ ۘ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّیَ الَّذِیۡ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحۡیٖ وَ اُمِیۡتُ ؕ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاۡتِیۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِہَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُہِتَ الَّذِیۡ کَفَرَ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ (البقرۃ:259)

اس آیت سے تزکیہ یعنی الٰہی جماعتوں کی ترقی اور نشوونما کے راستہ میں جو مشکلات پیدا ہوتی ہیں ان کا ذکر شروع ہے اور تینوں مثالوں سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ کوئی روک خواہ حکومت کی طاقت ہو، جارحیت کرنے والوں کی جارحیت ہو، خواہ انسانی روحوں کا صداقت قبول کرنے سے انقباض ہو بالآخر جلد یا بدیر الٰہی جماعتوں کو نشوونما ضرور نصیب ہوگی۔

فرماتا ہے، دیکھو ایک شخص کو اللہ نے کچھ اختیارات دیئے ایک حد تک زندہ رکھنے یا مارنے کا اختیار بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ فرماتا ہے، اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡ حَآجَّ اِبۡرٰہٖمَ فِیۡ رَبِّہٖۤ اَنۡ اٰتٰىہُ اللّٰہُ الۡمُلۡکَ کیا تمہیں اس شخص کی خبر نہیں ملی جو اس غرور کی وجہ سے کہ اللہ نے اس کو حکومت دے رکھی تھی۔ ابراہیم سے اس کے رب کے متعلق بحث کرنے لگ گیا اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّیَ الَّذِیۡ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ یہ اس وقت ہوا جب ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے قَالَ اَنَا اُحۡیٖ وَ اُمِیۡتُ اس بادشاہ نے کہا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں اس پر ابراہیم نے فرمایا کہ موت وحیات کا نظام تو سورج کی مشرق سے مغرب کی طرف حرکت پر مبنی ہے۔ ابراہیم نے کہا قَالَ اِبۡرٰہٖمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاۡتِیۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِہَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ کہ اللہ سورج کو مشرق سے مغرب کی طرف لاتا ہے تو اگر یہ نظام تمہارے کنٹرول میں ہے تو اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تم ڈوبنے والی سمت سے لے آؤ۔ اس پر فَبُہِتَ الَّذِیۡ کَفَرَ وہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ مگر اللہ تعالیٰ جبراً اس قوم کو ہدایت نہیں دیتا جو جانتے بوجھتے انکار پر مصر ہوں۔

درس القرآن نمبر188

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَ انْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرۃ:260)

اس آیت میں الٰہی جماعتوں کے تزکیہ اور نشوونما کی دوسری مثال دی گئی ہے جس میں ایک نہایت کمزور قوم کے جواب اپنے شہر سے نکال دی گئی تھی، جلاوطن کی گئی تھی کے دوبارہ بحال ہونے کا ذکر ہے۔ اس واقعہ کی طرف حزقیل نبی کی کتاب میں واضح اشارہ ہے کہ جب عراقی بادشاہ نبوکدنضر کے حملہ کی وجہ سے یروشلم مغلوب ہو گیا اور وہ وہاں کی بیشتر آبادی کو قید کر کے جلاوطن کر کے لے گیا تو حضرت حزقیل کا ایک دفعہ اس کے شہر کے پاس سے گزر ہوا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ اور پھر اس شخص کی مثال پر تم نے غور نہیں کیا جس کا ایک بستی پر گزر ہوا وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا جبکہ وہ اپنی چھتوں کے بل گری ہوئی تھی قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا اس نے کہا اللہ اس کو اس کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ تو اللہ نے اس کو سو(100) سال تک موت وارد کر دی ثُمَّ بَعَثَهٗ پھر اسے اٹھایا قَالَ كَمْ لَبِثْتَ فرمایا تم کتنا عرصہ ٹھہرے رہے؟ اس نے کہا میں ایک دن یا ایک دن کا کچھ عرصہ ٹھہرا رہا ہوں مگر (یہ ظاہری حقیقت نہیں کیونکہ) قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ بلکہ تم سو(100) سال ٹھہرے رہے ہو (کیونکہ آئندہ سو(100) سال کے واقعات ان کو خواب میں دکھا دیئے گئے تھے) فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ مگر تم اپنے کھانے پینے کو دیکھو کہ وہ گلے سڑے نہیں وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ اور اپنے گدھے کو دیکھو وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ اور اس لئے کہ ہم تمہیں تمام لوگوں کے لئے ایک نشان بنا دیں (اور خواب کے نظارہ کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا) وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ ہم کس طرح ان کو اٹھاتے ہیں ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا اور انہیں گوشت پہنا دیتے ہیں فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ پس جب بات اس پر کھل گئی قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ میں سمجھ گیا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر جس کو وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

درس القرآن نمبر 189

تزکیہ یعنی الٰہی جماعتوں کی نشوونما اور عددی ترقی کے راستہ میں شدید مشکلات سے جو مایوسی پیدا ہو سکتی ہے اس کو روکنے کے لئے تیسرا واقعہ جو سورۃ البقرۃ کے اس حصہ میں بیان کیا گیا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے دور میں بھی اور بطور نبیوں کے باپ کے آئندہ ادوار میں جو ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دور پر منتج ہوتا تھا۔ منکرین اور مخالفین کے انکار کے احساس کی بناء پر حضرت ابراہیم نے یہ عرض کی کہ یہ مردے کس طرح زندہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی پیش خبریوں پر ایمان نہیں؟ انہوں نے عرض کیا ایمان تو یقیناً ہے یہ درخواست صرف اطمینان قلب کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چار پرندوں کو اپنے ساتھ ہلا لو۔ پھر ایک ایک پرندہ چاروں طرف پہاڑوں میں چھوڑ دو۔ پھر ان کو آواز دے کر بلاؤ تو وہ واپس تمہارے پاس تیزی سے آجائیں گے۔ یہی حال ان انسانی روحوں کا ہے جو خواہ کتنی مخالفت کریں ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت کا سایہ ہے اس لئے یہ لوگ آئیں گے۔ مایوسی کی کوئی بات نہیں، فرماتا ہے:۔

اور جب ابراہیم نے کہا اے ہمارے رب مجھے دکھلا کہ مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے اس نے کہا کیا تو ایمان نہیں لا چکا؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ مگر اس لئے پوچھا ہے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ اس نے کہا تو چار پرندے پکڑ لے اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لے پھر ان میں سے ہر ایک کو ہر پہاڑ پر چھوڑ دے۔ پھر انہیں بلا۔ وہ جلدی کرتے ہوئے تیری طرف چلے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ کامل غلبہ والا اور بہت حکمت والا ہے۔ (البقرۃ:261)

درس القرآن نمبر190

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (البقرۃ:262)

تزکیہ یعنی الٰہی جماعتوں کا نشوونما ایک لطیف مثال سے اس آیت میں مذکور ہے کہ ایک دانہ سے سو(100) دانہ نکل آتے ہیں اور یہ مثال ان لوگوں کی قربانیوں کی ہے جو مالی قربانیاں خدا کی راہ میں کرتے ہیں گویا تزکیہ کے دو پہلوؤں کو بڑی لطافت سے بیان کیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ ”یعنی خدا کی راہ میں جو لوگ مال خرچ کرتے ہیں اُن کے مالوں میں خدا اس طرح برکت دیتا ہے کہ جیسے ایک دانہ جب بویا جاتا ہے تو گو وہ ایک ہی ہوتا ہے مگر خدا اس میں سے سات(7) خوشے نکال سکتا ہے اور ہر ایک خوشہ میں سو100 دانے پیدا کر سکتا ہے یعنی اصل چیز سے زیادہ کر دینا یہ خدا کی قدرت میں داخل ہے۔“
(چشمۂ معرفت روحانی خزائن جلد23 صفحہ170)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کے اس فعل کی حالت اس دانہ کی حالت کے مشابہہ ہے جو سات بالیں اگائے اور ہر بالی میں سو(100) دانہ ہو اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی بڑھا بڑھا کر دیتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

مگر اس عظیم الشان انعام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک کڑی شرط بھی رکھی ہے، فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى پھر خرچ کرنے کے بعد نہ کسی رنگ میں احسان جتاتے ہیں اور نہ کسی قسم کی تکلیف دیتے ہیں لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس ان کے اعمال کا بدلہ محفوظ ہے وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ تو انہیں کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (البقرۃ:263)

درس القرآن نمبر 191

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (البقرۃ:264)

یعنی اچھی بات کہنا اور قصور معاف کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے پیچھے ایذا رسانی شروع ہو جائے اور اللہ بے نیاز اور بردبار ہے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:۔

”بتایا کہ خدا تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کے بعد تمہاری یہ کیفیت نہیں ہونی چاہیئے کہ تم میں تکبر کے خیالات پیدا ہو جائیں اور تم یہ کہنا شروع کر دو کہ ہم نے تو یہ کچھ دیا تھا، یوں مال قربان کیا تھا، یوں خدمتِ دین کی تھی کیونکہ ایسا کرنا تمہاری نیکی کو ضائع کر دے گا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات میں اَعراب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا اے محمد رسول اللہ (ﷺ) وہ اپنے اسلام قبول کرنے کا بھی تجھ پر احسان جتاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو ان لوگوں سے صاف صاف کہہ دے کہ لَا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ تم مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتاؤ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ (الحجرات:18) اصل حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راہ دکھایا اور ایک سچے مذہب کو قبول کرنے کی توفیق بخشی۔ اسی طرح مالی قربانیوں کے بعد دوسروں پر احسان جتانا سخت نادانی ہے کیونکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اس نے خدا کے لئے کام نہیں کیا تھا بلکہ بندوں کو ممنونِ احسان کرنے کے لئے کیا تھا اور یہ چیز اسے ثواب سے محروم کر دیتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک مقام پر اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔ ”یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے......... پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرہ محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقعہ دیتا ہے.........

(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ 55،56)“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 606،607 مطبوعہ ربوہ)

درس القرآن نمبر 192

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (البقرة:265،266)

تزکیہ نفس اور جماعت کے لئے مالی قربانی کا نظام غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے اس لئے مالی قربانی کے بارہ میں ہدایات کا بیان جاری ہے۔ آج کی دو آیات میں سے پہلی آیت میں مالی قربانی کو نقصان پہنچانے والی چیز کو ایک تشبیہ کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے اور مالی قربانی کی برکت کو دوسری آیت میں تشبیہ کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔

پہلی آیت میں فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ تم اپنی مالی قربانیوں کو ضائع نہ کرو بِالْمَنِّ احسان جتانے اور تکبر کرتے ہوئے اپنی قربانی کا اظہار کرنے کے ذریعہ وَالْاَذٰى اور یا زبان کے ذریعے دکھ دینے یا جسمانی دکھ دینے کے ذریعے باطل نہ کرو، ضائع نہ کرو۔ یعنی تمہاری مالی قربانیوں کی بنیاد صدق پر ہونی چاہیئے۔

كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور اللہ اور آخری دن پر ایمان نہیں رکھتا فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ کیونکہ اس کی حالت اس چٹان کی حالت کے مشابہہ ہے عَلَيْهِ تُرَابٌ جس پر کچھ مٹی ہو فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ اور اس پر تیز بارش ہو فَتَرَكَهٗ صَلْدًا اور وہ اس مٹی کو دھو کر اسے پھر صاف چٹان بنا دے لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا یہ لوگ ایسے ہیں کہ جو کچھ کماتے ہیں اس کا کچھ حصہ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اور اللہ اس قسم کے کافروں کو کامیابی کی راہ نہیں دکھاتا۔

اس تشبیہ میں بتایا گیا ہے کہ جو چیز نباتات کے بڑھنے اور نشو ونما کا باعث ہے وہی مٹی صاف کرکے نشو ونما میں روک بننے کا بھی ذریعہ بن جاتی ہے۔ اس کے مقابل میں دوسری تشبیہ کا ذکر اگلے درس میں ہو گا۔ انشاء اللہ

درس القرآن نمبر 193

وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَتَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ کَمَثَلِ جَنَّۃٍ بِرَبْوَۃٍ اَصَابَھَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُکُلَھَا ضِعْفَیْنِ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْھَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ

(البقرۃ:266)

قومی اور انفرادی تزکیہ کے لئے مالی قربانی کی اہمیت مگر پاکیزہ اور فساد سے خالی مالی قربانی کے لئے گزشتہ درس میں ایک مثال اس بات کی دی گئی تھی کہ مالی قربانی اگر پاک نہ ہو تو بجائے خود وہ تباہی کا موجب بنتی ہے۔ آج کے درس میں اس کے بالمقابل اس مالی قربانی کو جو ہر قسم کے فساد سے پاک ہے ایک تشبیہ سے واضح کیا گیا ہے، فرماتا ہے کہ وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ کہ ان لوگوں کی مثال جو کسی ریاء و نمود، شہرت و بدلہ کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اپنے اموال اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں وَتَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ اور کسی کے کہنے سننے یا فوری جوش سے نہیں بلکہ دلوں کے پختہ ارادہ سے ہو کَمَثَلِ جَنَّۃٍ بِرَبْوَۃٍ اَصَابَھَا وَابِلٌ اس باغ کی حالت کے مشابہہ ہے جو بلند جگہ پر سیلاب وغیرہ آفات سے نسبتاً محفوظ ہوتی ہے اور اس پر تیز بارش ہوئی فَاٰتَتْ اُکُلَھَا ضِعْفَیْنِ اور وہ اپنا پھل دوچند لایا ہو فَاِنْ لَّمْ یُصِبْھَا وَابِلٌ اور اگر اس پر زور کی بارش نہ پڑے تو تھوڑی سی بارش ہی ہو وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

اس مثال میں جو یہ فرمایا کہ صحیح قربانی کے ذریعہ تیز بارش نہ ہو تو ہلکی بارش بھی کافی ہو جاتی ہے اس کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ ایک لطیف نکتہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”اس تمثیل میں بتایا کہ سچے مومن کا دل ایک باغ کی طرح ہوتا ہے جس میں نیک اعمال کے ہرے بھرے پودے کھڑے ہوتے ہیں جب وہ صدقہ و خیرات کرتا ہے تو خواہ وہ صدقہ بارش کی طرح نہ ہو بلکہ معمولی شبنم کی طرح ہو تب بھی وہ اس نیکی کے بابرکت نتائج حاصل کر لیتا ہے......... چونکہ ان کے دل میں اخلاص اور تقویٰ ہوتا ہے اس لئے فرمایا کہ وہ جو کچھ خرچ کریں گے اس سے بھی ان کی کشتِ عمل خوب ہری بھری ہو جائے گی......... وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عمل کی اصل حقیقت دیکھتا ہے اس کی ظاہری شکل نہیں دیکھتا۔“ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 612،611 مطبوعہ ربوہ)

درس القرآن نمبر 194

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمۡ اَنۡ تَكُوۡنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّ اَعۡنَابٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ لَهٗ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ اَصَابَهُ الۡكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعۡصَارٌ فِيۡهِ نَارٌ فَاحۡتَرَقَتۡ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَتَفَكَّرُوۡنَ (البقرۃ:267)

اس آیت میں بڑے دردناک الفاظ میں مومنوں کو توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ مالی قربانیوں کے سلسلہ میں احتیاط سے کام لیں، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

”اللہ تعالیٰ ایک اور تمثیل کے ذریعہ انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ دنیا میں اگر کسی کے پاس تھوڑا سا مال ہو اور وہ ضائع ہو جائے تو اس کا بھی اسے افسوس ہوتا ہے لیکن اگر کسی کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے ساتھ نہریں بہتی ہوں اور اسے اس باغ میں سے ہر قسم کے پھل ملتے رہتے ہوں اور وہ خود بوڑھا ہو چکا ہو اور اسے زیادہ زندہ رہنے کی امید نہ ہو اس کے بچے چھوٹی عمر کے ہوں جن سے کمائی کی امید نہ ہو تو کیا اس کا دل چاہتا ہے کہ ایک بگولہ زور سے آئے اور اس کے باغ کو جلا دے.........

اگر تھوڑا سا مال ہوتا تو وہ کہہ سکتا تھا کہ خیر تھوڑا سا مال تھا اگر ضائع ہو گیا تو کوئی بڑی بات نہیں یا اگر میرے کام آتا تو کب تک آتا آخر اس نے ختم ہی ہونا تھا۔ پھر اگر بوڑھا نہ ہوتا تو خیال کر سکتا تھا کہ میری زندگی میں بچے بڑے ہو جائیں گے اور وہ اپنے لئے جائیداد پیدا کر لیں گے۔ لیکن اگر مال بھی زیادہ ہو، خود بھی بوڑھا ہو پھر اس کے بچے بھی چھوٹے ہوں تو وہ کبھی نہیں چاہتا کہ اس کا مال تباہ ہو جائے اور کسی حادثہ سے اس کی تمام جائیداد جل کر فنا ہو جائے اور اگر کسی حادثہ سے اس کی تمام جائیداد جل کر تباہ ہو جائے تو تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ اسے کس قدر صدمہ ہو گا۔ یہی حالت قیامت کے دن ان لوگوں کی ہو گی جنہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال خرچ نہیں کئے۔ اس وقت ان کے پاس کوئی مال نہیں ہو گا جسے وہ پیش کر سکیں اور نہ اولاد وغیرہ کام آئے گی اس لئے فرمایا کہ تم اپنا انجام سوچ لو آج تم اپنے لئے سب کچھ کر سکتے ہو مگر آخرت میں کچھ کر نہیں سکو گے۔ اگر آج تم اپنا مال خرچ کرو گے تو یہ مال تمہارے لئے وہاں ذخیرہ کے طور پر جمع رہے گا اور تم اس سے فائدہ اٹھا سکو گے ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 613 مطبوعہ ربوہ)

درس القرآن نمبر 195

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (البقرۃ:268)

مالی قربانیوں کی اہمیت جو جماعت احمدیہ میں ایک بنیادی ستون کی اہمیت رکھتی ہے اس سے مزید واضح ہو جاتی ہے کہ پوری تفصیل سے اس قربانی کے جملہ پہلوؤں کو بیان کرکے اس قربانی کی تاکید کی گئی ہے، اس آیت کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”اے ایمان والو! تم ان مالوں میں سے لوگوں کو بطریق سخاوت یا احسان یا صدقہ وغیرہ دو جو تمہاری پاک کمائی ہے۔ یعنی جس میں چوری یا رشوت یا خیانت یا غبن کا مال یا ظلم کے روپیہ کی آمیزش نہیں۔ اور یہ قصد تمہارے دل سے دور رہے کہ ناپاک مال لوگوں کو دو۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 356)

حضرت مصلح موعودؓ نے اس آیت کے ترجمہ میں فرمایا ہے:۔

”اے ایمان دارو! جو کچھ تم نے کمایا ہے اس میں سے پاکیزہ چیزیں نیز اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے اللہ کی راہ میں حسب توفیق خرچ کرو اور ناکارہ چیز کو اور جس میں سے تم خرچ تو کرتے ہو مگر خود تم سوائے اس کے کہ اس کے قبول کرنے میں چشم پوشی سے کام لو اسے ہرگز قبول نہیں کرتے صدقہ کے لئے بالارادہ نہ چنا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور بہت ہی حمد کا مستحق ہے۔“ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 614 مطبوعہ ربوہ)

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ کی تشریح میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

”فرماتا ہے یہ صدقات تمہارے ہی فائدہ کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی احتیاج نہیں اگر تم اس کے راستہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہو یا اس کے بندوں کو دیتے ہو تو درحقیقت خدا تعالیٰ کو ہی دیتے ہو۔ اس لئے تم اس کے بندوں کو صدقہ دیتے وقت خدا تعالیٰ کی عظمت کو ملحوظ رکھو۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 616 مطبوعہ ربوہ)

درس القرآن نمبر196

اَلشَّيۡطٰنُ يَعِدُكُمُ الۡفَقۡرَ وَيَاۡمُرُكُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمۡ مَّغۡفِرَةً مِّنۡهُ وَفَضۡلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ يُّؤۡتِى الۡحِكۡمَةَ مَنۡ يَّشَآءُ وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ (البقرۃ:270،269)

مالی قربانی: الٰہی جماعتوں کے لئے اپنی سرگرمیوں کے لئے مال کا خرچ اور غرباء کی خدمت کے لئے مال کا عطیہ جو انفرادی اور قومی ترقی کے لئے ضروری ہے اس بارہ میں قرآن شریف نے غیر معمولی طور پر اس کے ہر پہلو کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور اس کے رستہ میں جو روک پیدا ہوتی ہے اس کا ذکر بھی اس آیت میں کھول کر بیان فرمایا ہے، فرماتا ہے اَلشَّيۡطٰنُ يَعِدُكُمُ الۡفَقۡرَ شیطان تمہیں مالی قربانی اور غریبوں کی خدمت سے ڈراتا ہے کہ تم اس کے نتیجہ میں پائی پائی کے محتاج ہو جاؤ گے مگر دوسری طرف شیطان جس چیز کی تحریک کرتا ہے جس چیز کی ترغیب دیتا ہے وہی چیز انسان کی دولت کو سب سے زیادہ اسراف اور ضیاع کا ذریعہ بناتی ہے یعنی گناہ کی زندگی، فحشاء اور عیش و عشرت کی زندگی، وَاللّٰهُ يَعِدُكُمۡ مَّغۡفِرَةً مِّنۡهُ اور جو تحریک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ نہ صرف گناہ سے بچاتی ہے بلکہ جو گناہ ہو چکا اس کے بداثرات سے بھی محفوظ رکھتی ہے وَفَضۡلًا اور بڑھ چڑھ کر دیتی ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ اور اللہ واسع ہے۔ وہ تمہیں بہت کچھ دے گا اور وہ علیم اور تمہارے ہر کام سے واقف ہے۔

شاید تم کہو کہ کیسے معلوم ہو کہ جو تحریک اللہ کی ہے وہ درست اور اعلیٰ ہے اور جو تحریک شیطان کی ہے وہ ٹھیک نہیں تو اس اگلی آیت میں اس کا جواب ہے کہ اس غرض سے اللہ تعالیٰ نے عقل و حکمت عطا فرمائی ہے۔ عقل و حکمت کے ترازو میں تول کر دیکھ لو کہ قومی ترقی اور غرباء کی ہمدردی کے لئے مال خرچ کرنا اجر ہے یا عیش و عشرت، فحاشی، جنسی و اخلاقی بے راہ روی کے لئے مال ضائع کرنا بہتر ہے، فرماتا ہے يُّؤۡتِى الۡحِكۡمَةَ مَنۡ يَّشَآءُ وہ جسے مناسب دیکھتا ہے حکمت دیتا ہے وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا اور جس کو حکمت دی گئی اس کو بہت سامال دیا گیا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ مگر عقل رکھنے والے ہی اس بات کو سمجھتے ہیں۔

درس القرآن نمبر 197

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (البقرة:271)

تزکیہ انفرادی ہو یا قومی اور جماعتی ہو اور قومی یا جماعتی تزکیہ خواہ پاکیزگی سے تعلق رکھتا ہو یا عددی نشوونما سے تعلق رکھتا ہو میں مالی قربانی کا مقام بہت بلند ہے اور اس مضمون کے جملہ پہلوؤں کو سورۃ البقرۃ کے اس حصہ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ میں بتایا گیا ہے کہ جو خرچ بھی کسی قسم کا ہو تم کر چکے ہو اور اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ یا آئندہ کے لئے تم نذر مانتے ہو منّت مانتے ہو فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ہر قسم کے خرچ کو اللہ جانتا ہے وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ مگر ظلم کرنے والے (ظلم کرنے کے معنی ہیں چیز کو مناسب جگہ پر نہ رکھنا) تو فرماتا ہے ظلم کرنے والے یعنی اخراجات کے معاملہ میں کمی بیشی کرنے والوں کے لئے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کوئی مددگار نہیں۔

مالی قربانیوں میں سے صدقات کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ قومی اور اجتماعی طور پر بھی دیئے جاسکتے ہیں اور انفرادی طور پر محتاج لوگوں کو دیئے جاسکتے ہیں اس بارہ میں فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اگر تم صدقات ظاہراً دو تو یہ بھی عمدہ بات ہے لیکن تم ان کو مخفی رکھو اور براہ راست ضرورت مندوں کو دو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ اور یہ تمہاری برائیوں کا تدارک کردے گا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

(البقرة:272)

درس القرآن نمبر 198

لَیۡسَ عَلَیۡکَ ھُدٰىھُمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَلِاَنۡفُسِکُمۡ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ اللّٰہِ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ یُّوَفَّ اِلَیۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ

(البقرۃ:273)

قرآن شریف کا طریق ہے کہ ایک مضمون بیان کرتے ہوئے جب کوئی ایسی بات ہو جس پر مخالف اعتراض کر سکتا ہو تو وہ اس کا جواب بیان فرما دیتا ہے۔ یہاں تزکیہ یعنی قومی اور جماعتی ترقی اور نشوونما کی غرض سے مالی قربانی کی خاص تاکید ہے اس پر یہ اعتراض ہو سکتا تھا کہ یہ مالی قربانیاں لوگوں کو مسلمان بنانے کے لئے ہیں۔ اس آیت میں اس سوال کا مضبوطی سے جواب دیا لَیۡسَ عَلَیۡکَ ھُدٰىھُمۡ کہ مخالفین کو ہدایت دے دینا تمہارا کام نہیں وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت پر لے آتا ہے۔ اس لئے یہ اعتراض تو بالکل بے معنی ہے یہ مالی قربانیاں تو مخالفوں کو دے کر مسلمان بنانے کے لئے نہیں بلکہ مومنوں کے روحانی فائدہ کے لئے ہیں۔ تم جو خیر بھی، اچھا مال بھی خرچ کرو وہ تمہارے اپنے نفوس کی بھلائی کے لئے ہے اور وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ اللّٰہِ اور تمہارا یہ خرچ اگر کسی منفعت کے لئے ہے تو بے معنی ہے۔ تمہارا خرچ تو اللہ کی رضامندی کے لئے ہے۔ ہاں یہ تمہارے حق میں ضائع نہیں جائیں گی۔ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ یُّوَفَّ اِلَیۡکُمۡ جو اچھا مال بھی تم خرچ کرو وہ تمہیں پورا پورا واپس کر دیا جائے گا وَ اَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ اور تم کسی گھاٹے میں نہیں رہو گے اور دشمن کے ظالمانہ، جارحانہ حملوں سے بھی محفوظ ہو جاؤ گے۔

درس القرآن نمبر 199

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (البقرة:274)

مالی قربانیوں کا ایک اہم پہلو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ جس معاشرہ میں مالی قربانی اور خدمت کا رواج ہو وہاں یہ خطرہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک تو غیر مستحق لوگ بے ضرورت اس نظام سے فائدہ نہ اٹھانے لگ جائیں اور حقیقی مستحق محروم نہ رہ جائیں، فرماتا ہے لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کہ یہ مذکورہ بالا صدقات ان ضرورت مندوں کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ میں دوسرے کاموں سے روکے گئے ہیں لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ وہ ملک میں آزادی سے آ جا نہیں سکتے يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ایک بے خبر شخص ان کے سوال سے بچنے کی وجہ سے انہیں غنی خیال کرتا ہے تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ تم ان کی ہیئت سے ان کو پہچان سکتے ہو لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ اور تم جو اچھا مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

اس دوسری آیت میں مالی قربانی کے اس پہلو کو پورا کیا جا رہا ہے اور اس کے بعد نیا پہلو شروع کیا جا رہا ہے، فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرة:275) وہ لوگ جو اپنے اموال خرچ کرتے ہیں رات کو بھی اور دن کو بھی، چھپ کر بھی اور کھلے عام بھی ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔

اس آیت پر مالی قربانی اور صدقات کے مضمون کے بعد سُود کی ممانعت کا مضمون شروع ہوتا ہے۔

درس القرآن نمبر200

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرة:276)

انفرادی اور جماعتی تزکیہ یعنی پاکیزگی اور نشوونما کے لئے مالی قربانی کا تفصیلی بیان کرنے کے بعد اس مضمون کے ایک اور پہلو پر مضمون شروع ہوتا ہے یعنی سُود کے ذریعہ مال بڑھانے کا مضمون۔

فرماتا ہے، جو لوگ سُود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہوتے مگر ایسے جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے اپنے مسّ سے حواس باختہ کر دیا ہو ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے کہا یقیناً تجارت سود ہی کی طرح ہے جبکہ اللہ نے تجارت کو جائز اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اب دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کی حرمت کے لئے ایک ایسی دلیل دی ہے جو ساری دنیا دیکھ رہی ہے وہ سوپر (Super) قومیں جو سود کھاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ سود اور تجارت میں کوئی فرق نہیں وہ کس طرح شیطانی اثرات سے حواس باختہ ہیں۔ آج ویت نام کے معصوم عورتوں اور بچوں پر حملہ ہے ان کے علاقے کے جنگل زہریلی گیس کے ذریعہ برباد کئے جارہے ہیں، تو دوسرے دن تائیوان کے جزیرہ کی باری آجاتی ہے، تیسرے دن کویت پر حملہ کر دیا جاتا ہے، چوتھے دن ایران اور عراق کی باہمی جنگ انگیخت کر کے معصوم 13 سالہ ایرانی لڑکوں کا خون بہایا جاتا ہے پھر عراق پر حملہ کر دیا گیا تھا۔ عالمگیر مہلک ہتھیاروں کی تلاش کے نام پر عالمگیر مہلک ہتھیاروں کے ذریعہ حملہ کیا جاتا ہے، پھر افغانستان کی باری آجاتی ہے۔

فرماتا ہے، فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آجائے اور وہ باز آجائے تو جو پہلے ہو چکا وہ معاملہ اللہ کے سپرد ہے وَمَنْ عَادَ اور جو کوئی دوبارہ ایسا کرے گا فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ تو یہی لوگ ہیں جو آگ والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور پھر اس (کشمکش سے) ان کا نکلنا نہ ہو سکے گا۔

درس القرآن نمبر 201

یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَ یُرۡبِی الصَّدَقٰتِ وَ اللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیۡمٍ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (البقرۃ:277،278)

حضرت مصلح موعودؓ پہلی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

"فرماتا ہے اللہ تعالیٰ سود کو مٹائے گا اور صدقات کو بڑھائے گا یعنی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ترقی عطا فرمائے گا جو سود سے پرہیز کریں گے اور صدقات پر زور دیں گے۔ اس میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جب اسلام کی تعلیم اپنی مکمل صورت میں دنیا میں قائم کی جائے گی اور ربٰو جسے مال کو بڑھانے والا قرار دیا جاتا ہے وہ مٹا دیا جائے گا اور صدقات جنہیں مال کو گھٹانے والا قرار دیا جاتا ہے ان کی بے انتہاء زیادتی ہو گی گویا پرانے نظام کو بدل کر ایک نیا نظام قائم کیا جائے گا اور قرآن اور اسلام کی حکومت دنیا میں قائم کی جائے گی اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے وقوع میں آجائے گا۔" (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 637،638 مطبوعہ ربوہ)

دوسری آیت اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ میں اس اسلامی نظام اور ماحول کا نقشہ ہے جس کا ایک حصہ زکوٰۃ ہے جو ربٰو (سود) کی احتیاج کو ختم کرتا ہے، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"چونکہ پیچھے صدقات پر بہت زور دیا گیا ہے اس لئے ممکن تھا کہ کوئی شخص یہ خیال کر لیتا ہے کہ صرف صدقہ دے دینا ہی کافی ہے اسی سے نجات ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس شبہ کے ازالہ کے لئے فرماتا ہے کہ ترکِ ربٰو اور صدقات کا دینا ہی کافی نہیں بلکہ ہر قسم کے اعمال صالحہ کی بجا آوری اور نمازوں کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی بھی ضروری ہے صرف ایک پہلو پر زور دے کر تم نجات حاصل نہیں کر سکتے......... جب تک ایمان کے ساتھ عمل صالح اور اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ نہ ہو اور تعلق باللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے لحاظ سے تمہارے ایمان کی تکمیل نہ ہو اس وقت تک تمہیں نجات میسر نہیں آسکتی۔" (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 638 مطبوعہ ربوہ)

درس القرآن نمبر 202

يٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (البقرۃ:279)

ایک لمبے عرصہ تک مغربی دنیا مسلمانوں پر سود کی حرمت کے بارہ میں اعتراضات کرتی رہی اور خود مسلمانوں میں ایک طبقہ یہ کہتا رہا کہ سود کی ممانعت کی وجہ سے مسلمان معاشی ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں حالانکہ اس کی وجوہات بالکل اور تھیں مگر اب خصوصاً دوسری عالمگیر جنگ کے بعد مزاج بدل رہا ہے اور بہت دھیرے دھیرے مغرب سے ایسی آوازیں اٹھ رہی ہیں جو اس آیت کی تائید کرتی ہیں کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ سے ڈرو وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اور چھوڑ دو سود جو سود میں سے باقی رہ گیا ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر تم فی الواقعہ مومن ہو۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ اس کے ٹکڑے کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر سود نہ چھوڑا گیا تو اللہ اور رسولؐ کی اس پیشگوئی کو یاد رکھو کہ سودی نظام کی صورت میں عالمگیر جنگیں وقوع پذیر ہونے والی ہیں۔

فرماتا ہے وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے اصل زرّ تمہارے ہی رہیں گے لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ اور اگر کوئی تنگدست ہو فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَیْسَرَةٍ تو اسے آسائش تک مہلت دینی چاہیئے وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اور اگر تم خیرات کرو تو یہ تمہارے لئے بہت اچھا ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم کچھ علم رکھتے۔ وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ پھر ہر جان کو جو اس نے کمایا پورا پورا دیا جائے گا وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے۔ (البقرۃ:279تا282)

گزشتہ ایام میں جب دنیا بھر میں معاشی بحران Credit Crunch آیا تو اس نے اور بھی شدت کے ساتھ دنیا کو سود کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا۔ چنانچہ Bank of Japan کے

ایک Discussion Paper میں ذکر کیا گیا کہ اس کا حل سود کا ریٹ صفر کرنا یا اس کے قریب کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے جاپان، امریکہ اور سوئٹزرلینڈ کی مثال دی ہے جو پہلے ہی اس پالیسی کو Zero Interest Policy کے نام سے اختیار کر رہے ہیں۔ اس پیپر میں کئی مؤقر ماہرین کی یہ رائے بھی لکھی ہے کہ اگر آئندہ بھی دنیا کو معاشی تباہ کاری سے بچانا ہے تو اس پالیسی کو جاری رکھنا ہو گا۔

(The Zero Interest Rate Policy by Tomihiro Sogo & Yuki Teranishi IMES Bank of Japan, Discussion Paper no 2008-E-20 Pages 1, 2)

درس القرآن نمبر 203

وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ‌ ؕ وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ‌ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ

(البقرۃ:282،281)

ربٰو جیسے ظالمانہ طریق کی ممانعت کرتے ہوئے یہ مضمون ان دو آیات پر ختم ہو رہا ہے کہ اگرچہ سود کے بجائے قرض دینا جائز ہے مگر اس میں تمہیں تاکید کی جاتی ہے کہ جس کے ذمہ قرض کی ادائیگی ہے اگر وہ تنگ دست ہے تو اسے آسائش تک مہلت دینی چاہیئے۔ فرماتا ہے وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ بلکہ اس حد تک فرمایا وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ کہ اگر تم قرض واپس لینے کے بجائے کسی تنگدست کو خیرات کر دو اور قرض واپس نہ لو تو وہ تمہارے لئے بہت اچھا ہے اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ اگر تم کچھ علم رکھتے ہو۔

وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا اور اس دن سے ڈرو تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ جس دن تمہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ پھر ہر ایک شخص کو جو اس نے کیا ہو گا وہ پورا پورا دیا جائے گا وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ حضرت مصلح موعودؓ ان دو آیات کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

”فرماتا ہے آج اگر تم لوگوں سے حسن سلوک کرو گے اور اپنے قرضوں کی وصولی میں نرمی سے کام لو گے تو یاد رکھو ایک دن تمہارا بھی حساب ہو گا اس دن تم سے بھی اچھا سلوک کیا جائے گا اور تمہارے گناہوں سے درگزر کیا جائے گا۔ لیکن اگر آج تم نیک سلوک نہیں کرو گے تو اس دن تم سے بھی کوئی نیک سلوک نہیں کیا جائے گا۔ یہ وہی حکم ہے جس کی طرف رسول کریم ﷺ نے بار بار توجہ دلائی ہے اور فرمایا کہ تم دنیا میں رحم سے کام لو تا کہ آسمان پر تمہارا خدا بھی تم سے رحم کا سلوک کرے۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 641 مطبوعہ ربوہ)

درس القرآن نمبر 204

اجتماعی اور انفرادی تزکیہ کے لئے مالی معاملات کے جھگڑے دشمن نمبر ایک کی حیثیت رکھتے ہیں اگلی دو آیات میں ان جھگڑوں سے بچنے کے لئے دو بنیادی ہدایات دی گئی ہیں ایک تحریری گواہی کا نظام، دوسرے رہن کا نظام۔ ان دونوں کو اختیار کرنے کے ذریعہ سے معاشرہ بہت سے جھگڑوں سے پاک ہو سکتا ہے، فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ کہ جب تم کسی دوسرے سے کسی مقررہ میعاد کے لئے قرض لو تو اسے لکھ لو وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ اور چاہیئے کہ لکھنے والا تمہارے درمیان طے شدہ معاملہ کو انصاف کے ساتھ لکھ دے وَلَا یَاْبَ کَاتِبٌ اَنْ یَّکْتُبَ کَمَا عَلَّمَہُ اللّٰہُ فَلْیَکْتُبْ اور کوئی کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے کیونکہ اللہ نے اسے لکھنا سکھایا ہے پس چاہیئے کہ وہ ضرور اس لکھے وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ اور تحریر وہ لکھوائے جس کے ذمہ حق ہو وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ اور چاہیئے کہ وہ لکھواتے وقت اللہ کا جو اس کا ربّ ہے تقویٰ مد نظر رکھے وَلَا یَبْخَسْ مِنْہُ شَیْئًا اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے فَاِنْ کَانَ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ سَفِیْھًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ ھُوَ اگر وہ شخص جس کے ذمہ حق ہے نادان ہو یا کمزور ہو یا خود لکھوانے کی طاقت نہ رکھتا ہو فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّہٗ بِالْعَدْلِ تو اس کا کارپرداز انصاف کے ساتھ لکھوائے وَاسْتَشْھِدُوْا شَھِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ اور تم اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ مقرر کر لیا کرو فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ ہاں اگر دو گواہ مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّھَدَآءِ ان لوگوں میں سے جن کو تم گواہ کے طور پر پسند کرتے ہو اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰھُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی کہ اگر ان عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دونوں میں سے ایک دوسری کو یاد دلائے وَلَا یَاْبَ الشُّھَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَکْتُبُوْہُ صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا اِلٰٓی اَجَلِہٖ اور خواہ چھوٹا لین دین ہو یا بڑا تم اسے اس کی میعاد سمیت لکھنے میں سستی نہ کرو۔

ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی بات ہے وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ اور شہادت کو زیادہ درست رکھنے والی وَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اور اس بات کہ قریب کرنے والی کہ تم جھگڑے میں نہ پڑو اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ سوائے اس صورت کے کہ تجارت دست بدست ہو فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا اس صورت میں تم پر گناہ نہیں کہ تم اسے نہ لکھو وَ اَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ اور جب باہم خرید و فروخت ہو تو گواہ بنالیا کرو وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ اور لکھنے والے اور گواہ کو تکلیف نہ دی جائے وَ اِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ اگر تم ایسا کرو تو یہ گناہ ہو گا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ اور اللہ تمہیں تعلیم دیتا ہے وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

(البقرۃ:283)

درس القرآن نمبر 205

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمۡ تَجِدُوۡا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقۡبُوۡضَةٌ ؕ فَاِنۡ اَمِنَ بَعۡضُكُمۡ بَعۡضًا فَلۡيُؤَدِّ الَّذِى اؤۡتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلۡيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكۡتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنۡ يَّكۡتُمۡهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلۡبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ (البقرۃ:284)

جیسا کہ گزشتہ درس میں ذکر ہوا تھا انفرادی اور اجتماعی تزکیہ کے لئے معاشرہ کو مالی جھگڑوں سے بچانا ضروری ہے اور مالی جھگڑوں سے بچنے کے لئے پہلی بات قرض، تجارت وغیرہ مالی معاملات میں تحریری گواہی کا نظام قائم کرنا ضروری ہے اور دوسری چیز اگر سفر وغیرہ کی وجہ سے تحریری نظام نہ قائم ہو سکے تو باقبضہ رہن کو اختیار کیا جاسکتا ہے، حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں:۔

”فرماتا ہے اگر تم سفر پر ہو اور تمہیں کوئی کاتب اور وثیقہ نویس نہ ملے تو اس کا قائمقام رہن باقبضہ ہے تمہیں چاہیئے کہ تم اپنی کوئی چیز قرض دینے والے کے پاس بطور رہن رکھوا دو تا کہ اسے اپنے روپیہ کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ رہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام قرض کے معاملہ میں کتنی احتیاط اور دور اندیشی سے کام لینے کی ہدایت دیتا ہے......... اس کے بعد نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے فَاِنۡ اَمِنَ بَعۡضُكُمۡ بَعۡضًا فَلۡيُؤَدِّ الَّذِى اؤۡتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلۡيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے متعلق مطمئن ہو اور اسے بلا رہن روپیہ دے دے تو وہ شخص جسے روپیہ دیا گیا ہے اور جسے امین جانا گیا ہے اس کا فرض ہے کہ دوسرے کے مطالبہ پر روپیہ بلا حجت واپس کر دے۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے......... پھر ایک اور نصیحت کرتا ہے۔ فرماتا ہے وَلَا تَكۡتُمُوا الشَّهَادَةَ تم آپس کے لین دین کے معاملات میں ہمیشہ سچی بات کیا کرو اور کبھی کسی گواہی کو چھپانے کی کوشش نہ کرو ورنہ تمہارا دل گناہگار ہو جائے گا......... اس آیت میں صرف گواہوں کی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ وہ تمام افراد جو کسی معاملہ میں شریک ہوں ان سب کو توجہ دلائی گئی ہے کہ تم میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں ہونا چاہیئے جو جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا تو الگ رہا سچی گواہی کو بھی چھپانے کی کوشش کرے۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 648،649 مطبوعہ ربوہ)

درس القرآن نمبر 206

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (البقرۃ:285)

یہ آیت اور اس سے اگلی دو آیات سورۃ البقرۃ کی آخری آیات ہیں اور یہ تینوں آیات نہ صرف سورۃ البقرۃ کے اس حصہ کا تتمہ ہیں جو کہ تزکیہ کے اصول بیان کرتا ہے بلکہ ایک رنگ میں تمام سورۃ البقرۃ کا تتمہ ہے۔ وہ سورۃ جو قرآن مجید کے تمام خلاصہ کے بعد جو سورۃ الفاتحہ کے نام سے بیان کیا گیا ہے۔ قرآن شریف کے بنیادی عقائد، احکامات، اخلاقی نصائح اور دیگر مذاہب سے اس کی برتری کے مضامین پر مشتمل ہے اور اس آیت میں پہلی زبردست صداقت، بنیادی سچائی کو دہرایا گیا ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کہ آسمانوں کی وسعتوں کا گوشہ گوشہ ہو یا زمین کا ذرّہ ذرّہ سب کچھ اللہ کا ہی ہے، اسی نے بنایا ہے، اسی کے کنٹرول میں ہے، جب یہ حال ہے تو وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ تو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خواہ تم اسے ظاہر کرو، خواہ تم اسے چھپائے رکھو، خدا کے محاسبہ کا نظام اس پر قائم ہے وہ تم سے اس کا حساب لے گا فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ پھر اس کی مشیت کام کرے گی۔ وہ جسے مناسب سمجھے گا بخش دے گا کیونکہ اس کی نظر اس شخص کے دل پر بھی ہے اور اس کے اعمال پر بھی وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور جس کے لئے مناسب سمجھے گا اس کی سزا اور تنبیہ کے ذریعہ اصلاح فرمائے گا کیونکہ یہ سارا نظم وضبط اس کے ہاتھ میں ہے وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ ہر ایک چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ بنیادی ترین حقیقت ہے جو سورۃ البقرۃ کے آخر میں بیان کی گئی ہے۔

درس القرآن نمبر 207

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ

(البقرۃ:286)

سورۃ البقرۃ کی آخری آیات میں دراصل تمام سورۃ البقرۃ کے اصل الاصول اور بنیادی مضامین کو پڑھنے والے کی سہولت کے لئے دہرا دیا گیا ہے اس آیت میں ان تمام عقائد کو دہرایا گیا ہے جو بار بار پہلے بھی بیان ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ان کی یاددہانی ہوتی رہے گی اور تمام مذاہب سے اسلام کی برتری کا ایک واضح ثبوت ہیں کیونکہ باقی مذاہب کے ماننے والوں کے ہاتھ میں صرف ایک دو تین پھول ہیں مگر مومن کے ہاتھ میں پورا گلدستہ ہے۔ ہمارے رسول ﷺ اور آپؐ کے ذریعہ ایمان لانے والے اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، فرشتوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں، تمام کتابوں اور شریعتوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں، تمام رسولوں پر بلا تفریق ایمان رکھتے ہیں اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ کہہ کر یوم آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور یہ ایمان صرف زبانی کلامی نہیں سَمِعْنَا ہم نے سنا وَ اَطَعْنَا اور عملاً ہم نے اطاعت کی۔

فرماتا ہے اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ جو کچھ اس رسولؐ پر اس کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس پر وہ خود بھی ایمان لائے اور دوسرے سب مومن بھی كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ سب اللہ پر ایمان لائے وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں پر وَكُتُبِهٖ اور اس کی کتابوں پر وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ اور وہ کہتے ہیں ہم اس کے رسولوں میں ایک دوسرے کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کا حکم سن لیا ہے اور ہم اس کی دل سے بھی اطاعت کرتے ہیں اور جوارح بھی غُفْرَانَكَ رَبَّنَا اے رب ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔

درس القرآن نمبر 208

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ؕ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَ عَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۚ وَ اعۡفُ عَنَّا ٝ وَ اغۡفِرۡ لَنَا ٝ وَ ارۡحَمۡنَا ٝ اَنۡتَ مَوۡلٰىنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ (البقرۃ:287)

سورۃ البقرۃ میں تمام بنیادی عقائد و احکامات کے بیان کے بعد اور ان کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کی تاکید کے بعد اس آخری آیت میں ایک بنیادی حقیقت کے بیان کے بعد ایک بنیادی دعا سکھائی گئی ہے جو گویا سورۃ البقرۃ کے تمام عقائد، احکامات، اخلاقی ہدایات پر عمل کی توفیق ملنے کی درخواست اور ایمان و عمل میں کمزوری رہ جانے کے تدارک کے لئے غیر معمولی دعا ہے۔

سورۃ البقرۃ کے عقائد کے اسباق، شرعی احکام، عائلی اور معاشرتی ہدایات، اخلاقی اور روحانی نصائح کے بعد یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ کیا ایک کمزور انسان یہ سب ذمہ داریاں اٹھا سکتا ہے؟

فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا کہ اللہ تعالیٰ ہر نفس پر اس کی وسعت کے مطابق ذمہ داری ڈالتا ہے لَہَا مَا کَسَبَتۡ وہ نفس جو ارادۃً اچھے کام کرے وہ اس کے کام آئیں گے وَ عَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ اور جو غلط کمائی اس نے کی اس کی ذمہ داری بھی اس کے ذمہ ہو گی۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۚ وَ اعۡفُ عَنَّا ٝ وَ اغۡفِرۡ لَنَا ٝ وَ ارۡحَمۡنَا یعنی اے ہمارے خدا نیک باتوں کے نہ کرنے کی وجہ سے ہمیں مت پکڑ جن کو ہم بھول گئے اور بوجہ نسیان ادا نہ کر سکے اور نہ ہی ان بد کاموں کا ہم سے مواخذہ کر جن کا ارتکاب ہم نے عمداً نہیں کیا بلکہ سمجھ کی غلطی واقع ہو گئی اور ہم سے وہ بوجھ مت اٹھوا جس کو ہم اٹھا نہیں سکتے اور ہمیں معاف کر اور ہمارے گناہ بخش اور ہم پر رحم فرما۔ اَنۡتَ مَوۡلٰىنَا تو ہمارا مالک، ہمارا رب، ہمارا مددگار ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔ ”فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ یعنی اے خدا ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما ہم بے بس اور کمزور ہیں لیکن ہمارا دشمن طاقتور اور تعداد میں بہت زیادہ ہے......... پس اے ہمارے رب جو لوگ ایسے کام کر رہے ہیں جن سے اسلام کی ترقی میں روک واقع ہوتی ہے ان پر تو ہمیں غالب کر اور ایسے سامان پیدا فرما جو تیری تبلیغ اور تیرے نام کو دنیا میں پھیلانے کا باعث ہوں۔“ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 660 مطبوعہ ربوہ)

درس القرآن نمبر 209

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ الٓـمّٓ ۔ اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ (آل عمران:1تا3)

یہ آیات سورۃ آل عمران کی ابتدائی آیات ہیں سورۃ آل عمران قرآن شریف کی تیسری سورت ہے یعنی سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کے بعد۔

قرآن شریف کی پہلی سورۃ جو تمام قرآن مجید کے خلاصہ اور عطر کی حیثیت رکھتی ہے کے بعد چار سورتیں ہیں سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ۔ سورۃ الفاتحہ کے بعد ان چار سورتوں میں ایک اشتراک ہے کہ یہ چاروں سورتیں اسلامی شریعت کے بنیادی عقائد اور بنیادی احکام کے بیان پر مشتمل ہیں اور دوسرے ان چاروں میں ان دو قوموں سے اسلامی مقابلہ اور کش مکش کا ذکر ہے جو عالمی سطح پر ان قوموں سے ہونا تھی۔ سورۃ البقرۃ میں نسبتاً زور یہود پر ہے اور آل عمران میں نسبتاً زور عیسائیت پر ہے اس سورۃ کے متنوع مضامین میں سے ایک مضمون عیسائی دنیا سے اسلام کا تکلیف اٹھانا بھی ہے اور اس سلسلہ میں غزوہ احد کا ذکر بھی ہے جس میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی عیسائیوں سے تکالیف کا باعث شاید اسی طرح کی غلطیوں کا خمیازہ ہے جن غلطیوں کے مرتکب بعض مسلمان احد کے موقع پر ہوئے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم کی وقتی نافرمانی سے مسلمانوں نے تکلیف اٹھائی مگر ساتھ ہی رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر فدائیت کے زبردست نمونے دکھائے۔

الٓـمّٓ کے معنے سورۃ البقرۃ میں گزر چکے ہیں اس کے بعد فرماتا ہے اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ اس کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں فرمایا ہے:۔

”وہی اللہ ہے اس کا کوئی ثانی نہیں اسی سے ہر ایک کی زندگی اور بقا ہے۔“

(نور القرآن نمبر 1 روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 334)

دیکھئے کس وضاحت سے عیسائی دنیا کے اس عقیدہ کو ردّ کیا ہے کہ یسوع قابل عبادت ہے۔ فرماتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی۔ کیوں؟ کیونکہ اللہ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ہے۔ ہمیشہ زندہ ہے اور دوسروں کے قائم ہونے اور رہنے کا ذریعہ ہے۔ اب ہر عیسائی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یسوع صلیب پر مر گیا اور تین دن قبر میں رہا۔ اگر تمہارے اپنے عقیدہ کے مطابق یسوع مر گیا تھا اور تین دن قبر میں رہا تھا وہ قابل عبادت کس طرح ہو گیا۔

درس القرآن نمبر210

نَزَّلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَ اَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ مِنۡ قَبۡلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ (آل عمران:5،4)

اس سورۃ کی ابتداء سے ہی سورۃ البقرۃ کا وہ مضمون کہ قرآن شریف اور اسلام کی عالمی کش مکش عقائد کے لحاظ سے بھی اور عملاً بھی بنی اسرائیل کی دونوں شاخوں یہود و نصاریٰ سے ہوگی شروع ہو جاتا ہے۔ بالخصوص جس طرح سورۃ البقرۃ کا خصوصی تعلق یہودیت سے کش مکش تھا اس سورۃ کا تعلق عیسائیت کی بگڑی ہوئی صورت سے ہے اور پہلی آیت میں ہی قابل عبادت ہستی کو حیّ و قیّوم کہہ کر الوہیت یسوع کی جڑ کاٹ دی ہے۔

پھر قرآن مجید کا یہ مقابلہ تورات، انجیل کے اترنے کا بیان ہے اس کی وجوہات یہ بتائی ہیں کہ قرآن مجید بِالۡحَقِّ اترا ہے یعنی کامل صداقتوں اور کامل تعلیم کے ساتھ اترا ہے جبکہ مثلاً تورات ساری دنیا کے لئے نہیں بلکہ صرف 12 قبائل کے لئے تھی اور انجیل بھی کامل صداقتوں پر مشتمل نہیں تھی کیونکہ خود اس میں یسوع کا اقرار موجود ہے کہ میری اور بھی باتیں ہیں جن کو تم اب برداشت نہیں کر سکتے مگر وہ کامل سچائی کی روح آکر تمہیں سب باتیں بتائے گی۔

دوسری بات یہ بتائی کہ قرآن شریف ان دو کتابوں کے لئے جو اس سے پہلے نازل ہوئی تھیں تورات وانجیل ان کی تصدیق کرنے والا ہے اگر قرآن نازل نہ ہوتا تو تورات وانجیل کی پیشگوئیاں پوری نہ ہوتیں پھر قرآن هُدًى لِّلنَّاسِ ہے ساری دنیا کی ہدایت کے لئے ہے جب تورات وانجیل کا دائرہ محدود ہے وَ اَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ اور قرآن بہ مقابلہ تورات وانجیل فیصلہ کن حکم کی حیثیت رکھتی ہے مقابلہ کر کے دیکھ لو قرآن کے بیان زیادہ سچے اور حکیمانہ ہیں یا تورات و انجیل کے۔ پس اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ جن لوگوں نے اللہ کے نشانات کا انکار کیا ہے ان کے لئے یقیناً سخت عذاب مقدر ہے وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ اور اللہ غالب اور سزا دینے والا ہے۔

درس القرآن نمبر 211

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ (آل عمران:6)

کہ اللہ سے ہرگز کوئی چیز مخفی نہیں نہ زمین میں، نہ آسمان میں۔

حضرت مصلح موعودؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

"فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات تو ایسی ہے کہ سب چیزیں اس کے سامنے ہیں۔ خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں لیکن یسوع مسیح کی تو یہ حالت تھی کہ اسے بھوک لگی تو وہ انجیر کے ایک درخت کو دیکھ کر اس کی طرف گیا۔ مگر پتوں کے سوا اسے اس میں کچھ دکھائی نہ دیا........ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ کہہ کر اس امر کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ تمہیں تو اسلام کی ترقی کا آج کوئی سامان نظر نہیں آتا۔ تم حیران ہوتے ہو کہ یہ بے کس اور یتیم کیسے کامیاب ہو جائے گا مگر آسمانی اور زمینی کامیابیوں کی کنجی سب خدا کے ہاتھ میں ہے........ آخر یہ مخفی اسباب اسلام کی ترقی کا موجب ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی لئے اللہ تعالیٰ آگے جنین (پیٹ میں بچہ۔ ناقل) کی مثال دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ بچہ کی پیدائش پر غور کرو۔ وہ کیسے اندھیروں میں ہوتا ہے اور پھر ایک دن کیسا شاندار نتیجہ رونما ہوتا ہے۔"

(نوٹس غیر مطبوعہ حضرت مصلح موعودؓ زیر آیت آل عمران آیت نمبر 6 رجسٹر نمبر 9 صفحہ 54،53)

فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(آل عمران:7)

ترجمہ از تفسیر صغیر: وہی ہے جو رحموں میں جیسی چاہتا ہے تمہیں صورت دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی پرستش کا مستحق نہیں۔ وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ میں بتایا کہ انسان کے اخلاق و عادات پر رحم مادر سے ہی اثر پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو شخص ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا وہ اخلاق و عادات اور اطوار و خصائل کے لحاظ سے بنی نوع انسان سے جدا نہیں ہو سکتا کجا یہ کہ اسے خدائے واحد اور ذوالجلال

کے تخت پر بٹھایا جائے۔"

(نوٹس غیر مطبوعہ حضرت مصلح موعودؓ زیر آیت آل عمران آیت نمبر 7 رجسٹر نمبر 9 صفحہ 55)

هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کہہ کر فرمایا کہ خدا ہونے کا یہ نقشہ جو پیش کیا جا رہا ہے کہ وہ ماں کے رحم میں بھی رہا اور پھر خدائے واحد وذوالجلال کے تخت پر بیٹھا خدا کی صفت غالب کے بھی خلاف ہے اور حکیم کے بھی خلاف ہے۔

درس القرآن نمبر212

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (آل عمران:8)

جیسا کہ ذکر آچکا ہے آل عمران میں زیادہ تر اسلام اور مسلمانوں کی اس کش مکش کا ذکر ہے جو عیسائیت کے مقابلہ میں تھی یہودیت کے مقابلہ کی طرح عیسائیت کا اعتقاد و عمل کے لحاظ سے مقابلہ اسلام کی تاریخ کا بلکہ دنیا کی اس دور کی تاریخ کے اہم ترین واقعات میں سے ہے اس لئے اس کا تفصیلی ذکر قرآن شریف میں ہے اس آیت میں اس تکنیک کا بھی ذکر ہے جو عیسائی دنیا اسلام کے خلاف استعمال کرتی ہے۔

فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں سے محکم آیات بھی ہیں وہ کتاب کی ماں ہیں اور کچھ دوسری تشابہہ آیات ہیں پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ چاہتے ہوئے اور اس کی تاویل کی خاطر اس میں اس کی پیروی کرتے ہیں جو باہم تشابہہ ہے حالانکہ اللہ کے سوا اور ان کے سوا جو علم میں پختہ ہیں کوئی اس کی تاویل نہیں جانتا۔ وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل مندوں کے سوا کوئی نصیحت نہیں پکڑتا۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ عیسائی بعض قرآنی آیات کے غلط معانی کے ذریعہ بھی یسوع کی الوہیت کا استنباط کرتے ہیں (امریکہ کے ایک چرچ میں ایک پادری نے یہ دعویٰ کیا کہ نعوذ باللہ قرآن شریف یسوع کا مقام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا بتاتا ہے) بلکہ اپنی کتابوں کی پیشگوئیوں کو بھی جو واضح طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتی ہیں مثلاً استثناء 18/18 میں وہ نبی کی پیشگوئی وہ یسوع پر چسپاں کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں:۔

”پیشگوئیوں کے ہمیشہ دو حصّے ہوا کرتے ہیں اور آدمؑ سے اس وقت تک یہی تقسیم چلی آرہی ہیں۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 320 مطبوعہ ربوہ)

”جو پہلی کتابوں میں یا رسولوں کی معرفت پیشگوئیاں کی جاتی ہیں ان کے دو حصے ہوتے ہیں ایک وہ علامات جو ظاہری طور پر وقوع میں آتی ہیں اور ایک متشابہات جو استعارات اور مجازات کے رنگ میں ہوتی ہیں پس جن کے دلوں میں زیغ اور کجی ہوتی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور طالب صادق بیّنات اور محکمات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 476، 477 مطبوعہ ربوہ)

درس القرآن نمبر 213

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

(آل عمران:9)

یعنی اے ہمارے رب تو ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت کے سامان عطا کر یقیناً تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دعا کا مفہوم اس رنگ میں بیان فرمایا ہے کہ:۔

”اے ہمارے خدا ہمارے دل کو لغزش سے بچا اور بعد اس کے جو تو نے ہدایت دی ہمیں پھسلنے سے محفوظ رکھ اور اپنے پاس سے ہمیں رحمت عنایت کر کیونکہ ہر ایک رحمت کو تو ہی بخشتا ہے۔“

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 127)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

”چونکہ محکمات اور متشابہات کی بحث میں عموماً کمزور ایمان والوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور عیسائیوں نے خصوصیت کے ساتھ متشابہات کو ہی ہاتھ میں لے کر لوگوں کو گمراہ کرنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے عیسائیت کے مقابلہ کا ذکر کرتے ہی دعا سکھلا دی کہ اے ہمارے رب یہ فتنہ بڑا سخت ہو گا تو ایسا فضل فرما کہ ہم ان کے دجالی فتنہ سے ہمیشہ محفوظ رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہدایت کے بعد ہمارا قدم ڈگمگا جائے۔ اور ہم ان کی مزورانہ چالوں میں آکر محمد رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے بارہ میں کسی شک میں مبتلا ہو جائیں۔

(ب) وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اور ہمیں ایسی توفیق بخش کہ ہم ان کا پورے زور سے مقابلہ کریں اور ان کے حملوں کا دفاع کریں۔ مگر دفاع اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا ہے جب تیری رحمت ہمارے شامل حال ہو۔ یعنی آسمانی تائیدات ہمارے ساتھ ہوں۔ ورنہ تیری مدد کے بغیر ہماری کامیابی کی کوئی صورت نہیں۔“

(نوٹس غیر مطبوعہ حضرت مصلح موعودؓ زیر آیت آل عمران آیت نمبر 9 رجسٹر نمبر 9 صفحہ 87)

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ(آل عمران:10)

اے ہمارے رب تو یقیناً سب لوگوں کو اس دن جس کی آمد میں کوئی شک نہیں جمع کرے گا۔ اللہ ہر گز وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:۔

''یہ دعا بھی عیسائیت کے فتنہ کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ عیسائیت اپنی ترقی کے زمانہ میں غفلت کے اتنے سامان جمع کر دے گی اور عیاشی کے لئے اس قدر دولت اکٹھی کرے گی کہ لوگوں کے لئے آخرت کی طرف آنکھ اٹھانا بھی مشکل ہو جائے گا۔ اگر ایک طرف کفارہ کا عقیدہ انہیں اگلے جہان کی پرستش سے بے نیاز کر دے گا تو دوسری طرف دنیوی زیب وزیبائش اور لہو ولعب کے سامان ان کو آخرت کے انکار کی طرف مائل کر دیں گے۔ ایسے خطرناک زمانہ میں سچے مومنوں کا یہ شیوہ ہونا چاہئے کہ وہ رات دن اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہیں اور بار بار اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور ان عقائد کو اپنے اندر راسخ کریں کہ اس زمانہ میں ہدایت صرف اسلام میں ہے اور ہر انسان نے مر کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے کوئی مصنوعی کفارہ کسی انسان کے کام نہیں آسکتا۔ آخر میں اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ کہہ کر بتایا کہ گو عیسائیت کا فتنہ بڑا بھاری ہو گا اور مسلمان ان کے حملہ سے سراسیمہ ہو جائیں گے۔ مگر اسلام کے غلبہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو پیشگوئیاں کی ہوئی ہیں وہ یقینا ایک دن پوری ہوں گی۔ اسلام غالب آئے گا۔''

(نوٹس غیر مطبوعہ حضرت مصلح موعودؓ زیر آیت آل عمران آیت نمبر10 رجسٹر نمبر9 صفحہ 89،90)

درس القرآن نمبر 214

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (آل عمران:11،12)

اسلام اور عیسائیت کی کش مکش کا اور اس ضمن میں عمومی رنگ میں کفر و اسلام کی کش مکش کا بیان جاری ہے۔ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ان کے اموال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلہ میں ان کے کسی کام نہیں آئیں گی وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ اور یہی لوگ ہیں جو آگ کا ایندھن ہیں یعنی عیسائیوں کے مخالفین اسلام کے خزانے اور عددی اکثریت آخری مقابلہ میں ان کے کام نہیں آئیں گی جیسا کہ ظاہری طور پر بھی اس دنیا میں قیصر و کسریٰ کو شکست ہوئی۔ یہی آخرت میں ہو گا۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ان کا طریق فرعون کے طریق کے مطابق ہے جس کی شکست کی کہانی یہ عیسائی خوب جانتے ہیں ان کی کتاب میں بھی موجود ہے وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسی طرح ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ اس پر اللہ نے ان کے قصوروں کے بدلہ میں ان کو پکڑ لیا وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور اللہ کا عذاب سخت ہوتا ہے۔ اگر فرعون اور اس سے پہلے کی طاقتیں بظاہر نظر کمزور مومنوں کے سامنے شکست کھا گئیں تو عیسائیوں کو اسلام کے مقابلہ میں شکست کیوں نہ ہو گی؟

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا تم ان کو صاف صاف سنا دو جنہوں نے انکار کیا ہے سَتُغْلَبُوْنَ کہ تمہیں ضرور مغلوب کیا جائے گا وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ اور جہنم کی طرف اکٹھا کر کے لیجایا جائے گا وَبِئْسَ الْمِهَادُ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

درس القرآن نمبر 215

قَدۡ كَانَ لَكُمۡ اٰيَةٌ فِىۡ فِئَتَيۡنِ الۡتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَاُخۡرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوۡنَهُمۡ مِّثۡلَيۡهِمۡ رَاۡىَ الۡعَيۡنِ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصۡرِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِى الۡاَبۡصَارِ (آل عمران:14)

عیسائی مسلم کش مکش اور عیسائیوں کی تعداد اور طاقت کا مضمون چل رہا ہے، فرماتا ہے تمہارے سامنے ایک عظیم الشان واقعہ کا نشان موجود ہے اس لئے مسلم عیسائی کش مکش میں مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں قَدۡ كَانَ لَكُمۡ اٰيَةٌ فِىۡ فِئَتَيۡنِ الۡتَقَتَا ان دونوں گروہوں میں جو ایک دوسرے سے برسرپیکار تھے تمہارے لئے یقیناً ایک نشان تھا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ایک گروہ تو اللہ کے راستہ میں لڑ رہا تھا وَاُخۡرٰى كَافِرَةٌ اور دوسرا منکر تھا يَّرَوۡنَهُمۡ مِّثۡلَيۡهِمۡ رَاۡىَ الۡعَيۡنِ اس میں ماننے والے انکار کرنے والوں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصۡرِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی مدد دے کر تائید فرماتا ہے اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِى الۡاَبۡصَارِ اس بات میں آنکھوں والوں کے لئے یقیناً ایک نصیحت ہے۔ اس آیت میں جنگ بدر کا نقشہ کھینچا گیا ہے، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

”اس مثال کو پیش کر کے اللہ تعالیٰ کفار کو نصیحت کرتا ہے کہ اے آنکھوں والو تم اسی پر محمد رسول اللہ ﷺ کی دوسری پیشگوئیوں کو قیاس کر لو اور سمجھ لو کہ اسلام کی ترقی کے متعلق آج جو کچھ وعدے دیئے جا رہے ہیں یہ بھی ایک دن پورے ہوں گے۔“ (گویا ایک اور بدر کی بشارت ہمارے نبی ﷺ کو دی جا رہی ہے۔ ناقل)

(نوٹس غیر مطبوعہ حضرت مصلح موعودؓ زیر آیت آل عمران آیت نمبر 14 رجسٹر نمبر 10 صفحہ 26)

درس القرآن نمبر 216

اسلام و عیسائیت کی کش مکش کے ذکر میں یہ سوال بھی اٹھتا تھا کہ اگر اسلام سچا ہے اور موجودہ عیسائیت اصل حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی عیسائیت کو چھوڑ چکی ہے تو جو کامیابی ظاہراً اس کو ہو رہی ہے اس کی کیا وجہ ہے، فرماتا ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (آل عمران:15)

فرماتا ہے، عیسائیت کی یہ کامیابیاں اس کے عقائد کی صداقت اور مضبوط عقلی اور روحانی دلائل کی بناء پر نہیں بلکہ اس کی رنگ برنگی عیاشیوں اور دولت کے ڈھیروں کی وجہ سے ہے، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

”اب بتاتا ہے کہ عیسائیت اپنے مذہبی اعتقادات کی بناء پر لوگوں کو اپنی طرف مائل نہیں کرسکے گی۔ بلکہ اس کے پاس سب سے بڑا حربہ یہ ہوگا کہ وہ کہیں عورتوں کے ذریعہ، کہیں بچوں کے ذریعہ، کہیں مال و دولت کے لالچ کے ذریعہ، کہیں اعلیٰ درجہ کے مناصب کے ذریعہ، کہیں زراعت کے سامانوں کے ذریعہ، اور کہیں بڑے بڑے مربعوں اور زمینوں کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچے گی۔ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں دنیا کی محبت ہوگی وہ ان کی طرف چلے جائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ سچے مذہب سے انسان کو برگشتہ کرنے والی یہی چیزیں ہوتی ہیں۔ بسا اوقات انسان پر حق کھل جاتا ہے مگر وہ ڈرتا ہے کہ اگر میں نے سچائی کو قبول کیا تو میرا خاندان میرا مخالف ہو جائے گا، میری دولت مجھ سے چھن جائے گی، میرا عہدہ مجھ سے لے لیا جائے گا، میری زمین اور جائیداد سے مجھے بے دخل کر دیا جائے گا اور میں بے سر و سامان رہ جاؤں گا۔ یہ تصور ایک ایسا بھیانک نقشہ اس کے سامنے کھینچتا ہے کہ وہ سچائی کو سمجھتے ہوئے بھی اسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں دین اور دنیا کا مقابلہ کرتے ہوئے ہمیشہ یہ امر سامنے رکھنا چاہئے کہ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ(آل عمران:15) بے شک یہ چیزیں بھی اچھی ہیں اور ورلی زندگی میں ان کے کام آنے والی ہیں مگر ان چیزوں کے حصول کا صحیح طریق یہ ہے کہ پہلے انہیں خدا کے لئے ترک کرو۔ اور ان سے الگ ہو جاؤ پھر خدا خود یہ تمام چیزیں تمہارے قدموں میں ڈال دے گا۔“

(نوٹس غیر مطبوعہ حضرت مصلح موعودؓ زیر آیت آل عمران آیت نمبر 15 رجسٹر نمبر 10 صفحہ 28،29)

درس القرآن نمبر 217

قُلۡ اَؤُنَبِّئُكُمۡ بِخَيۡرٍ مِّنۡ ذٰلِكُمۡ لِلَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ اَلَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اَلصّٰبِرِيۡنَ وَالصّٰدِقِيۡنَ وَالۡقٰنِتِيۡنَ وَالۡمُنۡفِقِيۡنَ وَالۡمُسۡتَغۡفِرِيۡنَ بِالۡاَسۡحَارِ (آل عمران:16 تا 18)

گزشتہ آیت میں ذکر تھا کہ سچے مذہب کے منکرین بالخصوص عیسائی اپنے عقائد کی سچائی اور پختگی کی وجہ سے اپنے نظریات پر مائل نہیں بلکہ عورتوں اور بچوں کی محبت، ڈھیروں ڈھیر سونا چاندی، خوبصورت گھوڑے، جانور اور کھیت ان کی توجہ کے جاذب ہیں۔ آج کی آیت میں بہت خوبصورت رنگ میں اس کا جواب دیا ہے ٹھیک ہے یہ چیزیں بڑی خوبصورت ہیں، قابل توجہ ہیں لیکن یہ بھی دیکھ لو کہ یہ چیزیں خدا کی رضاء سے ٹکرا تو نہیں رہیں؟ فرماتا ہے قُلۡ اَؤُنَبِّئُكُمۡ بِخَيۡرٍ مِّنۡ ذٰلِكُمۡ کہو کیا میں تمہیں اس سے بہت بہتر چیز نہ بتاؤں؟ لِلَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا جو لوگ تقویٰ اختیار کریں ان کے لئے عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ان کے رب کے پاس ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وہ ان میں بسیں گے وَ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ نیز ان کے لئے پاکیزہ جوڑے ہوں گے وَّرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اور اللہ کی رضا مقدر ہے وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ اور اللہ اپنے نبیوں خوب دیکھنے والا ہے۔

اَلَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم یقیناً ایمان لے آئے ہیں فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا اس لئے تو ہمارے قصور ہمیں معاف کر دے وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ جو لوگ ان دنیوی نعمتوں کے طالب ہیں اور ان کی خاطر صداقت کو چھوڑ دیتے ہیں کے مقابلہ پر یہ لوگ جو صداقت کو قبول کرتے ہیں ان کا اخلاقی کردار بہت بلند ہے فرماتا ہے اَلصّٰبِرِيۡنَ یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں وَالصّٰدِقِيۡنَ اور قول و فعل میں سچے ہیں وَالۡقٰنِتِيۡنَ اور فرمانبردار وَالۡمُنۡفِقِيۡنَ اور خدا کے راستہ میں اور مخلوق کی بھلائی کی خاطر مال خرچ کرنے والے اور دن کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار سے ہوتی ہے۔

درس القرآن نمبر 218

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آل عمران:19)

اسلام اور عیسائیت میں کش مکش کا پہلا اور سب سے بنیادی مسئلہ تو توحید اور تثلیث کا ہے عبادت کے لائق صرف باپ ہے یا بیٹا اور روح القدس بھی۔

اس آیت میں فرماتا ہے کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے تین وجودوں کی گواہی ضروری ہے خود اللہ تعالیٰ کی گواہی، ملائکہ کی گواہی اور انصاف پر قائم اہل علم کی گواہی۔

پہلی گواہی: اللہ تعالیٰ کی ہے جو دو طرح مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کائنات تخلیق کی ہے وہ توحید پر گواہی دیتی ہے یا تین قابل عبادت وجودوں پر۔ کائنات کو دیکھ کر فیصلہ کرلو۔ دوسرا طریق اللہ تعالیٰ کی گواہی معلوم کرنے کا اس کے رسول اور انبیاء ہیں۔ تم دیکھ لو کہ خدا کے رسولوں کی گواہی کس طرف ہے؟ فرمایا شَهِدَ اللّٰهُ اللہ گواہی دیتا ہے اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کہ کوئی قابل عبادت نہیں مگر صرف وہی۔

دوسرے: وجود ملائکہ ہیں جن کو مسلمان بھی مانتے ہیں اور عیسائی بھی اور دونوں ان کا تصرف نظام کائنات پر تسلیم کرتے ہیں، نظام کائنات کے کسی شعبہ کو دیکھ لو توحید نظر آئے گی، تثلیث کی جھلک بھی نہیں ملے گی وَالْمَلٰٓئِكَةُ فرمایا فرشتے بھی یہی گواہی دیتے ہیں۔

تیسرے: اہل علم ہیں مگر یہاں غلطی کا امکان ہے کیونکہ اہل علم انسان ہیں اور غلطی کرسکتے ہیں دانستہ بھی اور نادانستہ بھی۔ اب فرماتا ہے وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ کہ اگر اہل علم انصاف پر رہتے ہوئے گواہی دیں تو قابل عبادت ایک وجود کو ہی مانیں گے۔

چنانچہ جو اہل علم توحید کے خلاف تثلیث کو مانتے ہیں وہ باقی تمام جگہ تین کو ایک اور ایک کو تین نہیں مانتے صرف الوہیت کے بارہ میں یہ بات کہتے ہیں۔ گویا جہاں عقیدہ کا سوال نہیں ہوتا وہاں عام منصفانہ نظر ان کی تسلیم کرتی ہے کہ ایک ایک اور تین تین ہیں۔ یعنی قابل عبادت وجود ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتے۔

درس القرآن نمبر 219

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَھُمْ وَ مَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ (آل عمران:20)

عیسائی کہتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک دین عیسائیت ہے، مسلمان کہتے ہیں اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے، فرماتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ اللہ کے نزدیک اصل دین یقیناً کامل فرمانبرداری ہے اور یہ مضمون مسلمانوں کے دین میں بھی ہے اور اس کے نام میں بھی ہے اب دیکھو کامل فرمانبرداری کے مقام سے کون ہٹتا ہے۔ وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَھُمْ خدا کے حکم کی نافرمانی یا اس سے اختلاف تم کر رہے ہو یا مسلمان۔

فرماتا ہے اختلاف ان لوگوں نے کیا جن کو کتاب دی گئی بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آ چکا تھا اور یہ اختلاف بھی کیا از روئے سرکشی۔ کیا پرانا عہد نامہ بار بار خدائے واحد کی عبادت کا حکم نہیں دیتا، کیا خود تمہاری اناجیل اور نئے عہد نامہ میں بار بار خدا کے واحد ہونے اور بیٹے کے اس کے تابع ہونے، اس سے چھوٹے ہونے، اس کی بات ماننے والا ہونے اور اس کے آگے گڑگڑا کر دعا کرنے والا نہیں کہا گیا۔ پھر تمہاری تاریخ بتاتی ہے کہ یہ تبدیلی کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں بلکہ سراسر باہمی سرکشیوں کا نتیجہ ہے (عیسائیوں کی عقائد کے بارہ میں باہمی کش مکش کی ایک پوری داستان ہے جس سے کتابیں بھری پڑی ہیں) وَ مَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرے فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ تو اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ اس فقرہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر امر کا نتیجہ انسان کو ساتھ ساتھ ملتا جاتا ہے کیونکہ انسان جو کام بھی کرتا ہے اس کا اثر اس کے دل پر ضرور پڑتا ہے۔

درس القرآن نمبر 220

فَاِنۡ حَآجُّوۡكَ فَقُلۡ اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِىَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ‌ؕ وَقُلۡ لِّلَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ وَالۡاُمِّيّٖنَ ءَاَسۡلَمۡتُمۡ‌ؕ فَاِنۡ اَسۡلَمُوۡا فَقَدِ اهۡتَدَوْا ‌ۚ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ‌ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ

(آل عمران:21)

گزشتہ آیت میں صداقت مذہب کے اس بنیادی معیار اور اصول کو پیش کرنے کے بعد کہ اِنَّ الدِّيۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ اللہ کے نزدیک دین کامل فرمانبرداری کا نام ہے۔اس آیت میں یہ بیان ہے کہ فَاِنۡ حَآجُّوۡكَ اب اگر عیسائی تم سے بحث مباحثہ کریں تو فَقُلۡ اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِىَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ کہ تم کہو کہ میں یہ دعویٰ رکھتا ہوں کہ میں نے اپنا وجود اور اس کی کل طاقتیں خدا کو سونپ دیں اور اس نے بھی جس نے میری پیروی کی یعنی میری پیروی کرنے والا صرف وہی شخص ہے جو کامل فرمانبرداری کرتا ہے۔

فرماتا ہے وَقُلۡ لِّلَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ وَالۡاُمِّيّٖنَ ءَاَسۡلَمۡتُمۡ ان کو جنہیں کتاب دی گئی اور جن کو کتاب نہیں دی گئی کیا تم نے پوری طرح فرمانبرداری اختیار کرلی ہے فَاِنۡ اَسۡلَمُوۡا پس اگر وہ اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرلیں فَقَدِ اهۡتَدَوْا تو وہ ہدایت پاگئے وَاِنۡ تَوَلَّوۡا لیکن اگر وہ منہ موڑ لیں فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ تو آپ کے ذمہ صرف پیغام پہنچانا ہے (تلوار سے گردن اڑانا نہیں) وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ بندوں پر گہری نظر رکھنے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لطیف مضمون کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

”ان کو کہہ دے کہ میری راہ یہ ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کو سونپ دوں اور اپنے تئیں ربّ العالمین کے لئے خالص کرلوں یعنی اس میں فنا ہو کر جیسا کہ وہ ربّ العالمین ہے میں خادم العالمین بنوں اور ہمہ تن اسی کا اور اسی کی راہ کا ہو جاؤں۔ سو میں نے اپنا تمام وجود اور جو کچھ میرا تھا خدا تعالیٰ کا کردیا ہے اب کچھ بھی میرا نہیں جو کچھ میرا ہے وہ سب اس کا ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 165)

درس القرآن نمبر 221

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (آل عمران:23،22)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے سورۃ الفاتحہ کے بعد چار سورتوں میں دو بنیادی مضامین ہیں ایک اسلامی شریعت کے احکام کہ کیا ماننا ہے اور کیا کرنا ہے دوسرے یہود و نصاریٰ سے کش مکش اعتقادی طور پر بھی اور عملی طور پر بھی سورۃ البقرۃ میں بالخصوص یہود سے کش مکش کا بیان تھا اور سورۃ آل عمران میں بالخصوص عیسائیوں سے کش مکش کا بیان ہے مگر چونکہ عیسائیوں کی ابتدائی جڑھیں یہودیت میں ہیں اس لئے ان کے بارہ میں تفصیلی ذکر کے شروع میں یہود کا ذکر ہے یا دراصل دونوں کا مشترک ذکر ہے۔

فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں یعنی قرآن شریف کا انکار اور اللہ کی سب سے بڑی آیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا انکار کرتے ہیں وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ اور ناحق نبیوں کی شدید مخالفت کرتے ہیں اور ان کو قتل کرنے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کرتے ہیں خواہ وہ قتل ہوں یا نہ ہوں وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ اور ان کے قتل کے درپے بھی رہتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ یہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا میں بھی ضائع گئے اور آخرت میں بھی ضائع جائیں گے دنیا میں ان لوگوں کی آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے، آپؐ کے متبعین کو ہلاک کرنے اور آپؐ کے مشن کو ناکام کرنے کی کوششوں کی ناکامی ثبوت ہے اس بات کا کہ ان کی کوششیں آخرت میں بھی مقبول نہیں ہوں گی وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور خارجی مددگاروں کی مدد کے ذریعہ بھی وہ اس کام میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

درس القرآن نمبر 222

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يُدۡعَوۡنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ وَهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ وَّغَرَّهُمۡ فِىۡ دِيۡنِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ (آل عمران:24،25)

اہل کتاب سے اسلامی کش مکش کا ایک بہت ہی اہم پہلو دونوں مذاہب کی کتابیں ہیں ان کا تقابلی مطالعہ ہی اسلام کی صداقت کا قطعی ثبوت ہے، فرماتا ہے ذرا غور تو کرو کہ وہ لوگ جن کو اللہ کی کتاب کا ایک حصہ دیا گیا جیسا کہ قرآن شریف وضاحت سے فرماتا ہے نہ صرف بنی اسرائیل کی دونوں شاخوں کو کتاب دی گئی بلکہ دنیا کی کوئی امت نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نَذِیۡر نہ بھیجا گیا ہو فرمایا اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ لوگ جن کو کتاب اللہ کا صرف ایک حصہ دیا گیا تھا يُدۡعَوۡنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ اب جو اللہ کی کامل کتاب آگئی اور ان کو اس کی طرف بلایا جاتا ہے لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ کہ وہ ان کے درمیان اختلافات کا فیصلہ کرے ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ تو ان میں سے گروہ (کے گروہ) منہ پھیر لیتے ہیں وَهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ اور وہ اعراض کرتے ہیں اور اس کی وجہ ان کی خود تراشیدہ باتیں ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا یہ اس طرح ہے کہ انہوں نے کہا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ کہ ہمیں آگ صرف گنتی کے چند دن چھوئے گی وَّغَرَّهُمۡ فِىۡ دِيۡنِهِمۡ اور ان کے دین کے بارہ میں ان کو فریب میں ڈالا ہوا ہے مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ان باتوں نے جو وہ خود تراشتے ہیں۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں ان کی کتابوں کا نامکمل ہونا اتنی واضح اور نمایاں بات تھی جس کا وہ انکار نہیں کرسکتے تھے مثلاً یہودی آخرت کا عقیدہ ایک آدھ فرقہ کے علاوہ مسلّم عقیدہ تھا مگر پرانے عہد نامہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ عیسائیوں میں تثلیث کا عقیدہ اور شریعت منسوخ ہونے کا تصور خوب رائج ہے مگر سارے نئے عہد نامہ میں حضرت مسیحؑ کے اقوال میں ان دونوں عقیدوں کی طرف اشارہ بھی نہیں۔

درس القرآن نمبر 223

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (آل عمران:26)

یہودی بھی اور عیسائی بھی اپنے غلط عقائد اور خلافِ شریعت اعمال کو جواز دینے کے لئے اور آخرت کی سزا سے بچنے کا بہانہ بنانے کے لئے منہ سے تو باتیں کہہ دیتے ہیں۔ عیسائیوں نے کفارہ کا جھوٹا سہارا لے کر یہ سمجھ لیا تھا کہ جو چاہیں کریں اور یہودیوں کا مشہور فقرہ ہے کہ ہمیں آگ صرف چند دن چھوئے گی مگر یہ باتیں ان کی الہامی کتابوں سے تو ثابت نہیں اگر ان کی یہ باتیں قیامت کے دن جھوٹی ثابت ہو گئیں تو اس وقت کیا کریں گے، فرماتا ہے جب ہم اس دن جس کی آمد میں کوئی شک و شبہ نہیں انہیں جمع کریں گے تو ان کا کیا حال ہو گا اور ہر شخص نے جو کچھ کمایا ہو گا اس دن وہ اسے پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آل عمران:27)

فرماتا ہے یہود و نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ روحانی و جسمانی سلطنت ان کا حق ہے درست نہیں۔ آخری کڑی تو دونوں قسم کی حکومتوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہی ہے۔ یہاں چونکہ روحانی سلطنت کے بارہ میں عیسائیوں اور اسلام کی کش مکش کا ذکر ہے اس لئے فرماتا ہے قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ اے میرے اللہ سلطنت کا حقیقی مالک تو ہی ہے تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ تو جسے مناسب سمجھتا ہے سلطنت دیتا ہے وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ اور جس سے مناسب سمجھتا ہے سلطنت لے لیتا ہے وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ اور تو جسے چاہتا ہے غلبہ دیتا ہے وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ اور تو جسے چاہتا ہے غلبہ کم کر دیتا ہے بِيَدِكَ الْخَيْرُ سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تو یقیناً ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

درس القرآن نمبر 224

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (آل عمران:28)

گزشتہ آیات میں یہ مضمون چل رہا ہے کہ عیسائیوں کا یہ تصور کہ روحانی سلطنت ان کو عطا کی گئی ہے کے بارہ میں فرمایا تھا کہ مالک الملک خدا ہے جس کو مناسب سمجھتا ہے یہ سلطنت عطا فرماتا ہے۔ آج کی آیت میں فرماتا ہے دن اور رات کے نظام کو دیکھو، زندگی اور موت کے نظام کو دیکھو، رزق کا نظام دیکھو کیا یہ انسانی کنٹرول میں ہے؟ اگر یہ مادی نظام بھی خدا کے ہاتھ میں ہیں تو روحانی نظام تو بدرجہ اولیٰ اس بات کا سزاوار ہے وہ خدا کے ہاتھ میں ہو۔

فرماتا ہے تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ کہ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اس کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”جاننا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ نے اِس بات کو بڑے پُرزور الفاظ سے قرآن شریف میں بیان کیا ہے کہ دنیا کی حالت میں قدیم سے ایک مدّوجزر واقعہ ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو فرمایا ہے تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ (آل عمران:28) یعنی اے خدا کبھی تو رات کو دن میں اور کبھی دن کو رات میں داخل کرتا ہے یعنی ضلالت کے غلبہ پر ہدایت اور ہدایت کے غلبہ پر ضلالت کو پیدا کرتا ہے۔ اور حقیقت اس مدوجزر کی یہ ہے کہ کبھی بامر اللہ تعالیٰ انسانوں کے دلوں میں ایک صورت انقباض اور محجوبیت کی پیدا ہو جاتی ہے اور دنیا کی آرائشیں ان کو عزیز معلوم ہونے لگتی ہیں اور تمام ہمتیں ان کی اپنی دنیا کے درست کرنے میں اور اس کے عیش حاصل کرنے کی طرف مشغول ہو جاتی ہیں۔ یہ ظلمت کا زمانہ ہے جس کے انتہائی نقطہ کی رات لیلۃ القدر کہلاتی ہے اور وہ لیلۃ القدر ہمیشہ آتی ہے مگر کامل طور پر اس وقت آئی تھی کہ جب آنحضرت ﷺ کے ظہور کا دن آپہنچا تھا کیونکہ اس وقت تمام دنیا پر ایسی کامل گمراہی کی تاریکی پھیل چکی تھی جس کی مانند کبھی نہیں پھیلی تھی اور نہ آئندہ کبھی پھیلے گی جب تک قیامت نہ آوے۔

غرض جب یہ ظلمت اپنے اس انتہائی نقطہ تک پہنچ جاتی ہے کہ جو اس کے لئے مقدر ہے تو عنایت الٰہیہ تنویر عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور کوئی صاحب نور دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا جاتا ہے اور جب وہ آتا ہے تو اس کی طرف مستعد روحیں کھینچی چلی آتی ہے اور پاک فطرتیں خود بخود روبحق ہوتی چلی جاتی ہیں اور جیسا کہ ہرگز ممکن نہیں کہ شمع کے روشن ہونے سے پروانہ اس طرف رخ نہ کرے ایسا ہی یہ بھی غیر ممکن ہے کہ بروقت ظہور کسی صاحب نور کے صاحب فطرت سلیمہ کا اس کی طرف بارادت متوجہ نہ ہو۔ ان آیات میں جو خدائے تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے جو بنیاد دعویٰ ہے اُس کا خلاصہ یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ظہور کے وقت ایک ایسی ظلمانی حالت پر زمانہ آچکا تھا کہ جو آفتاب صداقت کے ظاہر ہونے کے متقاضی تھے۔“

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 645 تا 647)

(بقیہ آیت آئندہ درس میں انشاء اللہ)

درس القرآن نمبر 225

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (آل عمران:28)

جیسا کہ گزشتہ درس میں ذکر ہوا تھا کہ عیسائیوں کا یہ دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچے دین کے پھیلانے کا کام ان کے سپرد ہے درست نہیں۔ روحانی سلطنت جسے خدا چاہتا ہے دیتا ہے۔ رات اور دن کی طرح ہدایت اور ضلالت کے دور چلتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے ظہور سے پہلے تاریکی کا انتہائی دور ظہور پذیر ہو چکا تھا جس کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک صاحب نور ﷺ کو بھیجا ہے۔

دوسری بات یہ فرمائی وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ کہ تو ہی مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے یعنی ایک ایسی قوم جو بالکل مردہ حالت میں تھی اور اخلاق سے کلیۃً بے بہرہ تھی اسے زندہ کرنا خدا تعالیٰ کا ہی کام تھا جس کا نمونہ تم نے دیکھ لیا یعنی جو لوگ پہلے مردہ تھے اور طبائع میں ان کے کوئی جوش نہ تھا اور اخلاق فاضلہ سے محروم تھے تو ان کو زندہ کرتا ہے اور کئی اقوام جو پہلے اخلاق فاضلہ رکھتی تھیں اور معزز سمجھی جاتی تھیں ان کو مارتا اور ہلاک کرتا ہے۔

وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ پھر روحانی سلطنت کا دینا یا نہ دینا خدا کے ہاتھ میں ہے اس کا ایک اور ثبوت پیش کرتا ہے دن، رات اور زندگی، موت تو خالصتاً خدا کے ہاتھ میں ہیں وہ چیز جس میں بظاہر نظر انسانی کوشش اور علم اور جدوجہد کا دخل ہے وہ بھی بالآخر خدا کے ہاتھ میں ہے وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ کہ بغیر تنگی اور مشکل کے اور بہت زیادہ رزق جس کو مناسب سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے پھر روحانی سلطنت کا دینا کیوں خدا کا کام نہ سمجھا جائے۔

درس القرآن نمبر 226

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (آل عمران:29)

اسلام اور عیسائیت کی کش مکش کے بیان میں یہ آیت ایک بہت ہی بنیادی بات پر مشتمل ہے جس پر عمل نہ کرنے کے اثرات آج عالم اسلام بڑی تکلیف سے محسوس کر رہا ہے اور وہ تعلقات اور دوستیاں ہیں جو مسلمانوں کو چھوڑ کر اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف عیسائی دنیا سے مسلمان حکومتی لیڈروں نے لگائیں اور اب اس سے سخت نقصان اٹھا رہے ہیں۔ قرآن شریف نے ایک طرف تو سورۃ الممتحنۃ میں واضح طور پر فرمایا لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ کہ اللہ تمہیں ان سے نہیں منع کرتا جنہوں نے تم پر دین کی وجہ سے حملے نہیں کئے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان سے اعلیٰ درجہ کا نیک سلوک کرو اور ان سے انصاف کا سلوک کرو۔

دوسری طرف یہ آیت ہے جس میں فرمایا ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ کہ مومن ان دوسرے مومنوں کو چھوڑ کر اور دوسرے مسلمانوں کے خلاف کفار کو دوست نہ بنائیں وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جو ایسا کرے فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اس کا اللہ سے کچھ تعلق نہیں اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً سوائے اس کے کہ تم ان سے پورے محتاط رہو وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے خبردار کرتا ہے وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ اور اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

افسوس کہ ظاہری مذہبی شدّت پسند مولویوں نے پہلی آیت کی نافرمانی کی اور ہر غیر مسلم سے تعلقات کو کفر قرار دیا اور مسلمان سیاسی لیڈروں نے دوسری آیت کی نافرمانی کی اور مناسب تعلقات کی حدود سے نکل کر غیر مسلم حکومتوں سے مالی امداد قبول کی اور عالم اسلام کو ایک خطرناک پھندے میں پھنسا دیا۔

درس القرآن نمبر 227

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (آل عمران:30، 31)

اسلام وعیسائیت کی کش مکش کا صرف ظاہر سے تعلق نہیں بلکہ بنیادی طور پر تو مذہب کا تعلق ہی دل کی گہرائیوں سے ہے۔ اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی کش مکش میں مسلمانوں کو خدا کے خوف سے کام کرنا چاہیئے، فرماتا ہے قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ان کو کہو کہ خواہ تم چھپاؤ جو تمہارے سینوں میں ہے یا اس کو ظاہر کرو اللہ اسے جانتا ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اور اللہ تو اسے بھی جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا جس دن ہر جان جو نیکی بھی اس نے کی ہوگی اسے اپنے سامنے حاضر پائے گی وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ اور اس بدی کو بھی جو اس نے کی ہوگی تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا کہ وہ تمنا کرے گی کہ کاش اس کے اور اس کی بدی کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے خبردار کرتا ہے وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ حالانکہ اللہ بندوں سے بہت مہربانی سے پیش آنے والا ہے۔

ان دو آیات میں اس لطیف مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ صرف اللہ سے ڈرو، نہ عیسائی طاقتوں سے ڈرنے کی ضرورت ہے، نہ ان سے ڈر کر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف اور مسلمانوں کو چھوڑ کر ان عیسائی طاقتوں سے دوستیاں کرنے کی ضرورت ہے۔

درس القرآن نمبر 228

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران:32)

اسلام اور عیسائیت کے تقابلی مطالعہ میں اس آیت میں عیسائیت کے خلاف اور اسلام کے حق میں گویا زبردست دلیل دی گئی ہے کہ:۔

”ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میرے پیچھے پیچھے چلنا اختیار کرو یعنی میرے طریق پر جو اسلام کی اعلیٰ حقیقت ہے قدم مارو تب خدا تعالیٰ تم سے بھی پیار کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔“

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 165)

یہ اسلام کی صداقت اور موجودہ بگڑی ہوئی عیسائیت کی تردید کی ایک گویا سب سے زیادہ مضبوط، قوی اور زبردست دلیل ہے کیونکہ دونوں مذاہب اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اعلان عام ہے کہ میری پیروی کرو تم خدا کے محبوب بن جاؤ گئے۔ اب اگر عیسائیت سچا مذہب ہے تو اس میں ایسے لوگ ہونے چاہئیں کہ یسوع کی پیروی سے وہ خدا باپ کے محبوب بن گئے ہیں۔ کیا ایک عیسائی بھی ہے جو علی الاعلان یہ دعویٰ کرتا ہو کہ میں یسوع کی پیروی سے خدا کا محبوب بن گیا ہوں اور اس کا یہ ثبوت ہے۔ مگر مسلمانوں میں ہر زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہے اور اس زمانہ میں بھی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”سو مَیں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہُنر سے اِس نعمت سے کامل حصّہ پایا ہے جو مُجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا۔ اُس پیروی سے پایا اور مَیں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اُس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں

پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصّہ پا سکتا ہے۔ اور مَیں اِس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرت ﷺ کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

سو یاد رہے کہ وہ قلبِ سلیم ہے یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال لذّت کا طالب ہو جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے ایک مصفّٰی اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلبِ سلیم کے حاصل ہوتی ہے اور یہ سب نعمتیں آنحضرت ﷺ کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:32) یعنی اُن کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے بلکہ یکطرفہ محبت کا دعویٰ بالکل ایک جھوٹ اور لاف و گزاف ہے۔ جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو خدا بھی اُس سے محبت کرتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد22 صفحہ 64، 65)

درس القرآن نمبر 229

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (آل عمران:33)

اسلام اور عیسائیت کی کش مکش میں ایک بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اطاعت کس کی فرض ہے ؟عیسائیت نے اللہ کی اطاعت چھوڑ دی اللہ نے ان کی کتاب میں بھی توحید کا حکم دیا تھا شریعت پر عمل کا حکم دیا تھا سؤر کو حرام قرار دیا تھا ایک سے زیادہ شادی کی اجازت تھی۔ طلاق کی اس شرط سے اجازت دی تھی کی طلاقنامہ لکھ کر دیا جائے مگر عیسائیوں نے ان سب باتوں کی نافرمانی کا فتویٰ دیا۔ خدا کے بعد اس کی اطاعت ضروری ہے جو خدا کی طرف سے پیغام لے کر آیا ہے یسوع نے جو خدا کا رسول تھا (نبی اور بھیجا ہوا دونوں الفاظ یسوع کے متعلق نئے عہد نامہ میں استعمال ہوئے ہیں) نے صاف فرمایا تھا کہ ”یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔“ مگر عیسائیوں نے علی الاعلان اس فرمان کی اطاعت نہیں کی۔ یسوع نے کہا کہ ”میں اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔“ اور اپنے متبعین کو حکم دیا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا مگر عیسائی علی الاعلان اس حکم کی اطاعت سے منکر ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ عدی بن حاتمؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ قرآن شریف اہل کتاب کے بارہ میں کہتا ہے کہ انہوں نے اپنے احبار اور رہبان کو خدائی کا درجہ دے رکھا ہے ؟عدی نے کہا کہ وہ تو ان کی عبادت نہیں کرتے ؟اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ جو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اس کو حرام قرار نہیں دیتے اور جو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال نہیں کرتے ؟عدی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ایسا ہی ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو یہی ان کا معبود بننا ہے۔

(روح المعانی زیر آیت سورۃ التوبۃ آیت نمبر 31 جلد 10 صفحہ 387 دارالاحیاء التراث العربی بیروت 1999ء)

درس القرآن نمبر 230

اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَۙ ذُرِّيَّةًۢ بَعۡضُهَا مِنۡۢ بَعۡضٍ‌ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۚ (آل عمران:34،35)

اب اس آیت سے باقاعدہ عیسائیت کا آغاز اور اس کی تعلیم اور اس کی بنیادی تاریخ کا ذکر کر کے اسلام سے موازنہ کیا ہے۔ فرماتا ہے کہ ابتداءً عیسائیت سچا مذہب تھا اور دنیا کے اس دور کی جس کی ابتداء آدم سے ہوئی جو انسانیت کے ترقی یافتہ تمدّن کا ابتدائی نقطہ تھا کے تسلسل میں عیسائیت شامل ہے پھر آدم کے ذریعہ تمدنی ترقی کے بعد نوحؑ کی شریعت کا سلسلہ شروع ہوا اور احکام شریعت وسیع پیمانہ پر دیئے گئے پھر یہ ارتقاء کا سلسلہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے خاندان تک ممتد ہوا اور پھر حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کے خاندان تک پہنچا۔ اس لئے عیسائیت اپنی ابتداء سے خاندانِ عمران تک سچائی پر قائم تھی۔ فرماتا ہے اللہ نے آدم اور نوح کو اور ابراہیم کے خاندان اور عمران کے خاندان کو یقیناً سب جہانوں میں ممتاز مقام دیا ذُرِّيَّةًۢ بَعۡضُهَا مِنۡۢ بَعۡضٍ اللہ نے ایک ایسی نسل کو فضیلت کا یہ مقام دیا بَعۡضُهَا مِنۡۢ بَعۡضٍ جو ایک دوسری سے پوری مطابقت رکھنے والی تھی اور اللہ بہت سننے والا، جاننے والا ہے۔

اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ جب عمران کے خاندان کی ایک عورت نے کہا رَبِّ اِنِّىۡ نَذَرۡتُ لَـكَ مَا فِىۡ بَطۡنِىۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّىۡ جو کچھ میرے بطن میں ہے اسے آزاد کر کے میں نے تیری نذر کر دیا ہے پس اسے تو میری طرف سے قبول فرما اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ یقیناً تو بہت ہی سننے والا، بہت جاننے والا ہے۔ (آل عمران:36)

فَلَمَّا وَضَعَتۡهَا قَالَتۡ رَبِّ اِنِّىۡ وَضَعۡتُهَاۤ اُنۡثٰىؕ پھر جب وہ اسے جنم دے کر فارغ ہوئی تو انہوں نے کہا میں نے اسے لڑکی کی شکل میں جنا ہے وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ اور جو کچھ اس نے جنا تھا اسے اللہ سب سے زیادہ جانتا تھا وَلَيۡسَ الذَّكَرُ كَالۡاُنۡثٰى‌ۚ اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہو تا جو فوائد اور برکات لڑکی سے ملتے ہیں وہ لڑکے سے تو نہیں مل سکتے وَاِنِّىۡ سَمَّيۡتُهَا مَرۡيَمَ اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے یعنی وہ جو اپنے گھر سے بہت دور چلی جائے گی وَاِنِّىۡۤ اُعِيۡذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو مردود شیطان کے حملوں سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ (آل عمران:37)

درس القرآن نمبر 231

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (آل عمران:38،39)

اسلام اور عیسائیت کی کش مکش کا ذکر کرتے ہوئے قرآن شریف جو عدل و انصاف سے بھرپور کتاب ہے موجودہ بگڑی ہوئی عیسائیت پر تنقید کرنے سے پہلے اس کی پاکیزہ ابتداء کا ذکر فرماتا ہے فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ کہ حضرت مریم کی والدہ کی دعا کے نتیجہ میں حضرت مریم کو ایک حسین قبولیت کے ساتھ قبول کرلیا وَ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا اور اس کی احسن رنگ میں نشوونما کی وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا اور زکریا کو اس کا کفیل ٹھہرایا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ جب کبھی بھی زکریا اس کے پاس محراب میں داخل ہوا وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا تو اس نے اس کے پاس رزق پایا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا اس نے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اس نے کہا یہ اللہ کی طرف سے ہے اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ یقیناً اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ اس موقع پر زکریا نے اپنے رب سے دعا کی رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اے میرے رب مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا فرما اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

”فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نہایت اعلیٰ درجہ کی قبولیت کا شرف بخشا۔ ان کی والدہ کے ذہن میں تو یہ تھا کہ یہ لڑکی کس کام کی ہوگی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اسے قبول کیا اس کی نہایت نیک اٹھان ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ کے سایہ میں اس نے پرورش پا کر دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کی........ حضرت مریم کو زکریاؑ نے اپنی تربیت میں لے لیا اور انہیں اپنے گھر کے

بہترین حصہ میں رکھا۔ ان کے دل میں دین کی محبت پیدا ہو گئی۔ وہ اس یقین کامل پر پہنچ گئیں کہ جو کچھ آتا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی آتا ہے۔ حضرت زکریاؑ جب کبھی ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ ان کے پاس کھانے کی مختلف چیزیں دیکھتے......... ایک دفعہ انہوں نے کھانے پینے کی مختلف چیزیں دیکھ کر حضرت مریمؑ سے سوال کر دیا کہ بچی یہ چیزیں تمہیں کس نے دی تھیں؟ حضرت مریمؑ نے معصومانہ انداز میں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جواب ایسا متاثر کرنے والا تھا کہ حضرت زکریاؑ پر رقت طاری ہو گئی۔ اور انہوں نے خدا تعالیٰ سے مجسم دعا بن کر عرض کیا کہ خدایا تو مجھے بھی اپنے فضل سے ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً بخش اور ایسا بچہ عطا فرما جو اپنے اندر روحانی کمالات واوصاف رکھتا ہو۔“

(نوٹس غیر مطبوعہ حضرت مصلح موعودؓ زیر آیت آل عمران آیت نمبر 39،38 رجسٹر نمبر 12 صفحہ 39،38)

درس حدیث نمبر79

حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن حدردؓ سے اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا اور دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں حتی کہ حضور ﷺ نے بھی اپنے گھر میں یہ آوازیں سن لیں۔ آپؐ نے اپنے حجرہ کا پردہ ہٹایا اور آواز دی یا کعب۔ کعب نے کہا لبیک یارسول اللہؐ آپؐ نے فرمایا ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا کہ اپنے قرض میں سے اتنا چھوڑ دو اور آپؐ نے اشارہ سے نصف فرمایا کعب نے عرض کیا یارسول اللہ میں ایسا کرتا ہوں اس پر حضور ﷺ نے ابن ابی حدردؓ کو فرمایا قُمْ فَاقْضِهٖ جاؤ اور قرض ادا کرو۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التقاضی والملازمۃ فی المسجد457)

اس حدیث میں حضور ﷺ نے معاشرہ کی ایک تکلیف دہ کمزوری کا سدّباب فرمایا ہے۔ لوگ اپنی ضروریات کے لئے دوسروں سے قرض لیتے ہیں اور بعض جن کو توفیق ہوتی ہے قرض دیتے ہیں۔ جب قرض کی واپسی کی مقررہ مدت آتی ہے تو بعض دفعہ مقروض اپنی مجبوری کی وجہ سے یا بعض دفعہ تساہل کی وجہ سے قرض کی واپسی میں تاخیر کرتا ہے۔

دوسری طرف یہ بھی ہوتا ہے کہ قرض دینے والا اپنے قرض کی واپسی کے لئے ناجائز سختی کرتا ہے یا مقروض کی مجبوری کو جانتے ہوئے بھی تلخی سے کام لیتا ہے حالانکہ اس کو اللہ نے کشائش دی ہوتی ہے اور اگر اس کو فوری طور پر اپنی رقم واپس نہ ملے تو اس کا کوئی حقیقی ہرج نہیں ہوتا۔ جو واقعہ اوپر بیان ہوا ہے اس میں دونوں فریق کے لئے نصیحت کا سامان موجود ہے۔ قرض دینے والا اگر مقروض کو وقت کے لحاظ سے یا رقم کے لحاظ سے کچھ سہولت دیتا ہے تو یہ اس کے لئے باعث ثواب ہے اور اگر مقروض وقت پر لیا ہوا قرض واپس دینے کی کوشش کرتا ہے تو یہ اس کا فرض ہے جس کی ادائیگی اس کے لئے اجر کا باعث ہے۔

درس حدیث نمبر80

مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ أَتَيْنَا اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا؟ فَأَخْبَرْنَاهُ قَالَ: ارْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَأَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ......وَصَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ

(بخاری کتاب الأذان باب الأذان للمسافر اذا كانوا جماعة والاقامة 631)

مجلس خدام الاحمدیہ میں ایک طریق جاری ہے جو تربیتی کلاس کا انعقاد کہلاتا ہے۔ بالعموم میٹرک کے امتحان کے بعد چھٹیوں میں ہم عمر نوجوان مرکز میں آتے ہیں اور ان کی دینی تعلیم و تربیت کا انتظام مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے دوسرے تمام کاموں کی طرح یہ کام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی پیروی میں کیا جاتا ہے۔ ایک نوجوان مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم کچھ ہم عمر نوجوان تھے اور حضور کی خدمت میں 20 دن رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی رحم کرنے والے اور بہت ہی دوستانہ انداز میں سلوک کرنے والے تھے۔ پھر جب آپؐ کو خیال ہوا کہ ہمیں اپنے گھر والوں کی یاد آرہی ہے۔ آپؐ نے ہم سے ان کے بارہ میں پوچھا جن کو ہم پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں۔ ہم نے آپؐ کو بتایا پھر آپؐ نے فرمایا تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان کے پاس رہو اور ان کو تعلیم دو اور جس طرح تم نے مجھے دیکھا اس طرح نماز پڑھو اور جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک اذان دے اور تم میں سے بڑا نماز پڑھائے۔

دینی تعلیم و تربیت کے لئے یہ ایک سادہ اور آسان مگر نہایت مؤثر اور مفید طریق ہے۔

درس حدیث نمبر81

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَدْعُوْا فِی الصَّلٰوۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَہٗ قَائِلٌ مَا اَکْثَرُ مَاتَسْتَعِیْذُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ قَالَ: اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَکَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ

(بخاری کتاب الاستقراض واداء الدیون باب من استعاذ من الدین2397)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بہت دفعہ نماز میں یہ دعا کرتے کہ اے اللہ میں گناہ اور قرض کے بوجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کسی نے پوچھا حضور آپؐ کثرت سے یہ دعا کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں انسان پر جب قرض کا بوجھ ہوتا ہے تو وہ بات میں جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔

اس حدیث میں ہمارے نبی ﷺ نے معاشرہ کی ایک تکلیف دہ بیماری کا ذکر فرمایا ہے جس سے حضور ﷺ اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ بے شک قرض لینے کی اجازت ہے اور حقیقی ضرورت کے وقت معاشرہ کے نیک لوگ قرض لیتے بھی ہیں، دیتے بھی ہیں اور بروقت اس کی ادائیگی کا انتظام بھی کرتے ہیں مگر جو لوگ حقیقی ضرورت کے بغیر صرف کسی لگژری کی خاطر قرض لیتے ہیں یا واپسی کے لئے وہ فکر نہیں کرتے جو ان کا اخلاقی فرض ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ واپسی کے وقت ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں، غلط بیانی سے بھی باز نہیں آتے، وعدہ خلافی کرتے ہیں۔

ہمارے نبی حضور ﷺ نے جہاں ہر طرح کی نیکی کے بارہ میں جامع سبق دیئے ہیں اور ہر طرح کی برائی سے بچنے کی راہنمائی فرمائی ہے وہاں قرض کی بروقت ادائیگی نہ کرنے کے نتیجہ میں جو مسائل پیدا ہوتے ہیں ان کی طرف بھی مؤثر رنگ میں توجہ دلائی ہے۔

درس حدیث نمبر 82

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَكْثَرُنَا ظِلًّا الَّذِي يَسْتَظِلُّ بِكِسَائِهِ وَأَمَّا الَّذِينَ صَامُوا فَلَمْ يَعْمَلُوا شَيْئًا وَأَمَّا الَّذِينَ أَفْطَرُوا فَبَعَثُوا الرِّكَابَ وَامْتَهَنُوا وَعَالَجُوا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ

(بخاری کتاب الجہاد والسیر باب فضل الخدمة فی الغزو 2890)

قرآن شریف نے نیکی کا جو تصور پیش کیا ہے وہ صرف اتنا نہیں کہ وہ کام اپنی ذات میں نیک ہو بلکہ اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ وہ کام صالح ہو، عین وقت اور موقع اور ضرورت کے مطابق بھی ہو۔ یہ واقعہ جو انسؓ نے بیان فرمایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس طرح ہوا کہ حضور ﷺ اپنے کچھ صحابہؓ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور شدید گرمی تھی اور کوئی درخت یا عمارت یا پہاڑ وغیرہ کا سایہ نہ تھا۔ کیونکہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے لئے سوائے اس کی اپنی چادر کے کوئی سایہ نہ تھا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ صحابہؓ روزہ سے تھے اور کچھ بغیر روزہ کے تھے۔ اب عام دیکھنے والا شاید ان لوگوں کی تعریف کرتا جو گرمی کی شدت اور سفر کے باوجود روزہ رکھے ہوئے تھے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ صحابہؓ نے تو روزہ رکھا ہوا تھا وہ تو کچھ کام نہ کر سکے مگر جنہوں نے روزہ نہیں رکھا ہوا تھا انہوں نے فَبَعَثُوا الرِّكَابَ وَامْتَهَنُوا وَعَالَجُوا انہوں نے اونٹوں کو اٹھایا اور ان کی دیکھ بھال کی اور (دوسرے) کام کئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ کہ آج روزہ نہ رکھنے والے اجر لے گئے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نیکی میں حالات اور ضرورت اور موقعہ اور وقت کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے۔

درس حدیث نمبر 83

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ

(بخاری کتاب الأدب باب الحذر من الغضب6114)

ہمارے ملک میں جب کبڈی کا میچ ہو رہا ہوتا ہے تو ہماری پبلک بڑے زوق و شوق سے مقابلہ دیکھنے جاتی ہے۔ ایک پہلوان جب دوسرے کو پچھاڑتا ہے تو واہ واہ کے نعرے بلند ہوتے ہیں، تالیاں پیٹی جاتی ہیں جیتنے والے پر نوٹ نچھاور کئے جاتے ہیں۔ دیکھنے والے تعریفوں کے پُل باندھتے ہیں۔ اس عارضی فتح پر جو چند لمحوں کی فتح ہوتی ہے، اس وقتی خوشی پر جو چند گھنٹوں سے زیادہ کی خوشی نہیں ہوتی، جس کا فائدہ بھی اس دنیا میں محدود ہے اور وہ بھی زندگی کی ایک دو شاخوں میں لوگ اس کو عظیم سمجھتے ہیں مگر ہمارے نبی ﷺ نے اس فتح کو جو صرف اس دنیا میں کام نہیں آتی مگر دوسری دنیا میں بھی فَوْزِ عَظِیْم بہت بڑی کامیابی کی حیثیت رکھتی ہے اور اس دنیا میں نہایت مفید اور بابرکت نتائج پیدا کرتی ہے۔ آپؐ نے اس فتح کو اصل فتح قرار دیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ ایک پہلوان جو دوسرے پہلوان کو پچھاڑ لیتا ہے اصل بہادری کا مظاہرہ نہیں کر رہا۔ اصل بہادر وہ ہے جو یَمْلِکُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ جس کو غصہ آیا ہوا ہو اور وہ سزا دینے کی، بدلہ لینے کی طاقت بھی رکھتا ہو۔ پھر وہ اپنے غصہ پر قابو پا لیتا ہے اور رد عمل دکھاتا ہے اور پھر حضور ﷺ نے صرف نصیحت نہیں کی بلکہ اس پر صبر اور کنٹرول کا ایک نسخہ بھی بتایا کہ جو شخص غصہ کے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھے تو اس کے غصہ کی کیفیت جاتی رہے گی۔ (بخاری کتاب الأدب باب الحذر من الغضب6115)

اس سے بڑھ کر حضور ﷺ نے صریح ظلم کے خلاف غصہ نہ کرنے کا عظیم الشان اسوۂ حسنہ بھی دکھایا اور بار بار دکھایا۔ مثلاً ایک موقعہ پر جب ابوجہل نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر طمانچہ مارا تو آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا، کوئی ردّ عمل ظاہر نہیں کیا اور صبر اور ضبط کا اعلیٰ ترین نمونہ دکھایا۔

درس حدیث نمبر 84

حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نَزَلَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَآءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ فَأَمَرَ بِجَهَازِهِ فَأُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا ثُمَّ أَمَرَ بِبَيْتِهَا فَأُحْرِقَ بِالنَّارِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: فَهَلَّا نَمْلَةً وَّاحِدَةً

(بخاری کتاب بداء الخلق باب خمس من الدواب فواسق، یقتلن فی الحرم 3319)

آج کی دنیا میں جو باتیں انسان کے نقصان دینے والی ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ جانوروں اور درختوں کو بے دریغ ختم کیا جارہا ہے۔ جانتے بوجھتے یا بغیر ارادہ کے یہ دونوں چیزیں نقصان پر نقصان اٹھارہی ہیں۔ آہستہ آہستہ اب بعض ممالک میں اس خطرہ کی طرف توجہ ہے۔ مگر جو کوششیں اس خطرہ کو دور کرنے کی کی جارہی ہیں۔ وہ خطرہ کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اس خطرہ کی وجہ سے فضاء میں آلودگی پیدا ہورہی ہے۔ جو حدیث ہم نے پڑھی ہے اس میں اس کے تدارک کی طرف اشارہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک نبی نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا ایک چیونٹی ان کو کاٹ گئی تو انہوں نے فرمایا کہ درخت کے نیچے سے ان کا سامان نکال لیا جائے اور وہاں جو چیونٹیوں کی کانی ہے اس کو آگ لگادی جائے۔ اس پر اس نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی هَلَّا نَمْلَةً وَّاحِدَةً کیوں نہ صرف ایک چیونٹی کو.........

حقیقت یہ ہے کہ نظام کائنات میں ایک توازن ہے۔ اگر انسان اپنے زور بازو سے یا اپنی ضروریات کے لئے اس نظام کو غلط رنگ میں استعمال کرتا ہے تو وہ اس توازن کو بگاڑتا ہے۔ بے شک شریعت میں بھی بعض جانوروں کو ہلاک کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ مگر وہ اس پیمانہ پر ہے جس پیمانہ پر درخت کی چھانٹی کی جاتی ہے۔ یہ چھانٹی درخت کے لئے مضر نہیں ہوتی بلکہ اس کی بڑھوتری کا موجب ہوتی ہے۔ مگر آج کل کے تمدن اور معاشی صورتحال نے ہزاروں انواع واقسام کے جانوروں اور نباتات کو جن کا وجود انسان کے لئے مفید ہے، ختم کردیا ہے۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد میں اس کا علاج ہے۔

درس حدیث نمبر85

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں: أَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقَالُوا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ فَقَالَ: لَا تَدَعُوْنَ مِنْهَا دِرْهَمًا

(بخاری کتاب الجہاد والسیر باب فداء المشرکین3048)

کہا جاتا ہے کہ جہاں عدل و انصاف ایک ضروری اور بنیادی چیز ہے وہاں معاشرہ کی اصلاح و بہتری کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ عدل و انصاف ہوتا ہوا بھی نظر آئے۔ اگر انصاف ہورہا ہو مگر کسی غلط فہمی کی وجہ سے لوگوں میں یہ احساس نہ ہو کہ معاشرہ میں انصاف ہورہا ہے تو اس کا وہ فائدہ نہ ہوگا جو ہونا چاہیئے۔ آج کی حدیث میں جو واقعہ بیان ہے وہ نہ صرف انصاف کی زبردست مثال ہے بلکہ اس بات کا بھی ایک نمونہ ہے کہ لوگوں کو انصاف ہوتا نظر آئے۔

بدر کی جنگ کے موقع پر قریش مکہ ایک لشکر جرار لے کر حضور ﷺ پر حملہ کرنے کے لئے آئے۔ جس کے مقابلہ میں مسلمانوں کا لشکر تعداد کے لحاظ سے بھی اور ہتھیار اور ساز و سامان کے لحاظ سے بھی دشمن کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسی غیر معمولی فتح دی جس کی جنگوں کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ اس جنگ میں قریش مکہ کے لشکر میں حضرت عباسؓ بھی شامل تھے جو نہ صرف حضور ﷺ کے سگے چچا تھے بلکہ دونوں میں ایک دوسرے سے پیار کا گہرا تعلق تھا۔ جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قریش مکہ کے مقابلہ میں غیر معمولی فتح دی تو مسلمانوں نے دشمن کے لشکر میں سے 70 سپاہیوں کو قیدی بنالیا۔ ان قیدیوں کے متعلق یہ فیصلہ ہوا کہ ان کو کچھ فدیہ لے کہ چھوڑ دیا جائے خواہ یہ فدیہ رقم کی صورت میں ہو یا جو قیدی تعلیم یافتہ ہیں وہ مدینہ کے دس دس (10-10) بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھادیں۔

حضرت عباسؓ کے متعلق قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ دل سے نہ صرف مسلمان ہوچکے تھے بلکہ اسلام کی خاطر ہی بظاہر نظر کافر کے طور پر مکہ میں مقیم تھے۔ جب وہ قید ہوئے تو انصار مدینہ کے کچھ لوگوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں درخواست کی کہ حضور اجازت فرمائیں تو

ہم اپنے بھتیجے عباسؓ سے فدیہ وصول نہ کریں۔ (حضرت عباسؓ کی دادی چونکہ مدینہ کی رہنے والی تھیں اس لئے مدینہ والوں نے یہ عذر بنالیا ورنہ ہر شخص جانتا تھا کہ اصل بات تو حضرت عباسؓ کے حضور ﷺ سے تعلق کی وجہ سے یہ درخواست دی جارہی تھی) مگر حضور ﷺ نے سنتے ہی Outright اس تجویز کو نامنظور کر دیا اور اس طرح معاشرہ میں انصاف کے قیام کی ایک سنہری مثال قائم فرمائی۔

درس حدیث نمبر86

حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ یَجِدُوْا إِلَّا أَنْ یَسْتَهِمُوْا عَلَیْهِ لَاسْتَهَمُوْا

(بخاری کتاب الشہادات باب القرعة فی المشکلات 2689)

اسلام کی تعلیم اگرچہ انسانی زندگی کی تمام شاخوں پر پھیلی ہوئی ہے مگر عمل کے لحاظ سے عموماً سب سے زیادہ نماز اور ذکر الٰہی پر ہے۔ اس حدیث میں ہمارے نبی ﷺ فرماتے ہیں۔ اگر لوگ جانتے کہ اذان دینے میں اور پہلی صف میں نماز ادا کرنے میں کیا ثواب اور برکت ہے۔ پھر وہ کوئی صورت نہ پاتے سوائے اس کے کہ قرعہ ڈال کر فیصلہ کریں تو وہ ضرور قرعہ ڈالتے۔

اس ارشاد میں ہمارے نبی ﷺ نے بہت ہی مؤثر اور لطیف رنگ میں عبادت اور عبادت کی طرف بلانے کے ثواب کا ذکر فرمایا ہے۔ ہم بہت دفعہ دیکھتے ہیں کہ لوگ نماز میں آنے یا نماز کے لئے پہلی صف میں بیٹھنے میں تساہل کر رہے ہوتے ہیں۔ پہلی صف میں نماز پڑھنے کے ثواب کے ذکر سے یہ مقصود ہے کہ نماز کے لئے جلد سے جلد آؤ اور نماز کی برکات سے فائدہ اٹھاؤ۔ قرآن مجید اور حدیث میں سستی اور بے وجہ تاخیر کے لئے ناپسندیدگی کا اظہار ہے اور ہمارے نبی ﷺ دعا کیا کرتے تھے جس میں سستی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا سب سے بڑی نیکی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِهَا وقت پر نماز ادا کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ دوسری بات جس کی طرف اس حدیث میں توجہ دلائی گئی ہے وہ اذان دینے کا ثواب ہے۔

اذان اسلام کی تعلیم کا ایک نہایت ضروری اور مفید حکم ہے اور ایک عجیب و لطیف رنگ میں اسلام کی بنیادی تعلیم کی مسلمان پبلک کو یاددہانی کروائی گئی ہے۔ شاید اگر عیسائیوں میں پانچ (5) وقت یہ آواز بلند ہو رہی ہوتی کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ عِیْسٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ تو وہ عیسیٰ کو خدا نہ کہتے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

درس حدیث نمبر 87

حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ

(بخاری کتاب الصوم باب السواك الرطب واليابس للصائم1934)

کہ اگر میں اپنی امت کو مشقت میں نہ ڈال دیتا تو میں ان کو حکم دیتا کہ ہر وضوء کے ساتھ مسواک کیا کریں۔ ہمارے نبی ﷺ نے جتنا زور جسم اور لباس اور دانتوں اور پھر گھر بار کی صفائی پر دیا ہے اتنا زور کسی نبی نے نہیں دیا۔ نہ کسی مذہبی کتاب میں صفائی کے لئے اتنی تاکید کی گئی ہے اور حضور ﷺ کی یہ تعلیم صدیوں تک مسلمانوں پر اثر انداز رہی۔ امریکہ کے ایک سکالر پروفیسر سلیمان نیانگ نے ایک دفعہ افریقن آرٹ میوزیم میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کی تبلیغ کے طور پر تو اسلام کا تعارف امریکہ میں 20 کی دہائی میں ڈاکٹر مفتی محمد صادقؓ نے کیا۔ مگر ڈاکٹر سلیمان نیانگ نے مجھے بتایا کہ اسلام امریکہ میں پہلے متعارف ہو چکا تھا اور وہ اس طرح کہ جب امریکن عیسائی افریقہ سے لوگوں کو غلام بنا کر پکڑ کر لائے تو امریکہ کے لوگوں نے دیکھا کہ ان میں دو قسم کے افریقن بڑے نمایاں ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو گندے رہتے ہیں، کپڑے بھی گندے، نہانے دھونے کی بھی کوئی پرواہ نہیں مگر دوسرا ایک گروہ ہے جو پانچ دفعہ دن میں ہاتھ، منہ، بازو، پاؤں دھوتا ہے، صاف کرتا ہے اور یہ گروہ مسلمانوں کا تھا۔

سپین سے جب مسلمانوں کا اخراج ہوا اور عیسائیوں نے مسلمان حکومت ختم کی تو بہت سے مسلمان قتل کے ڈر سے ظاہراً عیسائی ہو گئے اور عیسائی حکومت نے ان کے قتل عام کا حکم دیا تو کہا کہ کچھ لوگ مسلمانوں میں سے عیسائی ہو گئے ہیں ان کو پہچاننے کے لئے یہ علامت ہے کہ وہ نہاتے دھوتے اور صفائی کا اہتمام کرتے ہیں۔ آج کے مسلمانوں کو بھی اس روایت کو قائم رکھنا چاہیئے۔

درس حدیث نمبر 88

صحیح بخاری میں بڑی تفصیل کے ساتھ حضور ﷺ کے سفر حدیبیہ اور حدیبیہ میں صلح کے واقعات بیان ہیں۔ اس میں ایک بات یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قریش مکہ کی طرف سے جو نمائندے باری باری حضور ﷺ کی خدمت میں صلح کی شرائط طے کرنے کے لئے حاضر ہوئے، ان میں سے ایک عروۃ بن مسعود تھا۔ جس کو قریش میں ایک بزرگانہ مقام حاصل تھا۔ وہ جب حضور ﷺ سے مل کر واپس مکہ گیا اور قریش کو اس نے اپنی رپورٹ دی تو اس رپورٹ میں صحابہ کرامؓ کی حضور ﷺ سے محبت اور آپؐ کے لئے فدائیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا: أَیْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُحَمَّدًا

(بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط 2731)

کہ اے میری قوم اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے پاس نمائندہ بن کر گیا ہوں۔ میں قیصر (شاہ روم) کسریٰ (شاہ ایران) اور نجاشی (شاہ حبشہ) کے پاس نمائندہ بن کر گیا ہوں۔ میں نے کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کی تعظیم اس کے ساتھی اس طرح کرتے ہوں جس طرح محمدؐ (ﷺ) کے صحابہؓ محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔

یہ بیان ایک کافر بلکہ ایک دشمن کافر کا ہے جو وہ صحابہؓ کی رسول اللہ ﷺ کے لئے محبت اور فدائیت کی گواہی دیتا ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں میں سے بعض لوگ جو اپنے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ صحابہؓ کو برا بھلا کہتے اور آپؐ ﷺ پر فدا ہونے والوں کو آپؐ کا دشمن قرار دیتے ہیں۔

درس حدیث نمبر 89

حضرت ہشام بن حکیم بن حزامؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شام کو کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کو دھوپ میں کھڑا کرکے سزا دی جارہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ جواب ملا کہ ان لوگوں نے ٹیکس نہیں دیا۔ ہشام امیر کے پاس گئے اور اس کو کہا: أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا

(مسلم کتاب البرّ والصلة والآداب باب الوعيد الشديد لمن عذّب الناس بغير حق6658)

کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔ امیر نے یہ سن کر ان لوگوں کو رہا کر دیا۔

آج کی دنیا میں ملزموں سے جھوٹا سچا اقرار جرم کروانے کے لئے ان کو بدنی ٹارچر کر کے اقبال جرم کروایا جاتا ہے یا محض اذیت دینے کے لئے بغیر جرم کے بھی سزا دی جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک ملک پر ایک عالمی طاقت اس بہانہ سے حملہ کیا کہ اس ملک کے پاس Mass Destruction کے ہتھیار ہیں، وہ ہتھیار تو نہ نکلے مگر وہاں سے بہت سے معصوموں کو پکڑ کر گوانتاناموبے نام جیل بنایا گیا اور اس میں قیدیوں کو شرمناک طریق سے اذیت دی گئی اور یہ وہاں تک محدود نہیں، دنیا کے قریب ہر ملک میں خواہ وہ ترقی یافتہ ممالک ہوں یا ترقی پذیر ممالک ہوں یہ ظالمانہ طریق جاری ہے اور ان میں بعض ممالک اپنے آپ کو بہت مہذب ممالک قرار دیتے ہیں اور اسلام کو وحشیوں کا مذہب قرار دیتے ہیں جبکہ ہمارے نبی ﷺ آج سے پندرہ(15) سو سال پہلے یہ اعلان فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی لوگوں کو اذیت دے گا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب میں ڈالے گا۔

درس حدیث نمبر90

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَدِرْعُهٗ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ

(بخاری کتاب الجہاد السیر باب ما قیل فی درع النبی ﷺ والقمیص فی الحرب2916)

مغرب میں اسلام پر سب سے زیادہ اعتراض جہاد کے نام سے قتل و غارت کا کیا جاتا ہے اور نعوذ باللہ یہ ناپاک الزام حضور ﷺ پر کیا جاتا ہے کہ آپؐ نے لوٹ مار کے لئے ایک ٹولہ جمع کیا اور اس کے ذریعہ قبائل کی لوٹ مار کی۔ سوال یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ نے لوٹ مار کی تو لوٹ مار کرنے والے اس لئے لوٹ مار کرتے ہیں کہ اس دولت سے عمدہ کھانے کھائیں، عمدہ لباس پہنیں، عمدہ مکان بنائیں، تنعّم کی زندگی گزاریں مگر حضور ﷺ کے گھر کا یہ عالم ہے کہ دو مہینہ تک کھانا پکانے کے لئے آگ نہیں جلتی۔ کھجور اور پانی پر گزارا ہے، لباس ہے تو نہایت سادہ، مکان ہے تو کچا کوٹھا، لاڈلی بیٹی کے ہاتھ چکی چلا چلا کر زخمی ہو جاتے ہیں۔ وہ خواہش کرتی ہے کہ مجھے نوکر رکھ دیں تو ارشاد ہوتا ہے کہ سونے سے پہلے 33 بار سُبْحَانَ اللّٰهِ 33 بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ 34 بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ لیا کرو تو یہ نوکر سے بہتر ہے۔

(بخاری کتاب النفقات باب عمل المرأۃ فی بیت زوجھا5361)

بعض لوٹ مار کرنے والے شروع میں تکلیف اٹھاتے ہیں مگر کافی لوٹ مار کے بعد آرام کی زندگی، عیش کی زندگی گزارتے ہیں جو حدیث آج ہم نے پڑھی ہے اس میں گھر کے اندرونہ کا حال واقف کار بیان فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات ہوئی اور آپؐ کی زرّہ (جو دشمن کے سامنے دفاعی ہتھیار کی حیثیت رکھتی ہے) ایک یہودی کے پاس نوّے (90) سیر جَو کے بدلے رہن رکھی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ کے 9 گھرانے ہیں۔ گویا فی گھرانہ صرف 10 سیر جَو ہر گھرانہ کو ملتے ہیں۔ اور اس کے لئے اپنا دفاعی ہتھیار رہن رکھا ہوا ہے اور وہ رہن بھی ایک ایسے شخص کے پاس رکھا ہوا ہے جو یہودی ہے۔ گویا جن کے بارہ میں الزام لگایا جاتا ہے کہ ان کو قتل و غارت کرنے کے لئے جہاد شروع کیا گیا خود اس قوم کے ایک شخص پر حضورؐ کی زرہ صرف فی گھرانہ دس (10) سیر جَو کے لئے گروی ہے۔

درس حدیث نمبر 91

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّهٗ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَفْعَلُهٗ

(بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم علی الصبیان6247)

ہر قوم میں ہر ملک کے لوگوں میں ملتے وقت کچھ نہ کچھ کہنے کا رواج ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے جو طریق ہمیں سکھایا ہے وہ سب سے زیادہ امتیاز رکھتا ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ملتے ہوئے کچھ کہا جائے اس اعتبار سے تو جو طریق اسلام نے سکھایا ہے وہ کہا جاسکتا ہے دوسرے لوگوں کے طریق سے اپنے فائدہ میں مشترک ہے لیکن جو طریق اسلام نے سکھایا اس میں دو مزید خوبیاں ہیں جو دوسری اقوام کے طریق میں نمایاں نظر نہیں آئیں۔

جو طریق ہمارے نبی ﷺ نے السلام علیکم کا سکھایا ہے اس میں **ایک خوبی** تو یہ ہے کہ یہ ایک دعا بھی ہے ایک مسلمان دوسروں کو ملتے ہوئے صرف Greet نہیں کرتا بلکہ ان کو دعا بھی دیتا ہے اور دعا بھی ایسی جامع ہے جو یہ مضمون اپنے اندر رکھتی ہے کہ تم ہر طرح کے خطرہ سے، ہر تکلیف سے، ہر بیماری سے، ہر پریشانی سے محفوظ ہو۔

دوسری امتیازی خوبی السلام علیکم میں یہ ہے کہ اس کے ذریعہ کہنے والا سننے والے کو یہ ضمانت دیتا ہے کہ تمہیں میری طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ میری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ میں تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچاؤں گا بلکہ میری طرف سے تمہیں سلامتی اور آرام اور شفقت ملے گی۔

جو حدیث آج ہم نے پڑھی ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت انسؓ کچھ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ان بچوں کو سلام کیا اور پھر کہا کہ ہمارے نبی ﷺ اگر بچوں کے پاس سے گزرتے تو سلام کہا کرتے تھے۔ یہ حدیث جہاں حضور ﷺ کی بچوں پر شفقت اور پیار کا پتہ دیتی ہے وہاں چھوٹی عمر سے ہی بچوں کی نیک تربیت کی ذمہ داری کی طرف بھی رہنمائی کرتی ہے۔

درس حدیث نمبر 92

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ

(مسلم کتاب الصلوۃ باب تسوية الصفوف واقامتها......... 975)

تمام اجتماعی کام خواہ دین کے ہوں یا دنیا کے ایک ترتیب اور نظم و نسق کے محتاج ہیں۔ ایسے کام جس میں ایک شخص کام نہ کر رہا ہو بلکہ زیادہ کام کر رہے ہوں ان کے بگاڑ کا آسان ذریعہ یہ ہے کہ ان کے کام میں بے ترتیبی پیدا کر دی جائے یا وہ خود اپنے کام میں بے ترتیبی پیدا کر لیں۔

ہمارے نبی ﷺ نے نماز باجماعت کے متعلق جو ارشادات فرمائے ہیں ان کو غور سے دیکھا جائے تو اس میں معاشرہ کے اجتماعی کاموں کو صحیح طریق سے کرنے کے بارہ میں تمام ہدایات مل جائیں گی۔ مثلاً اگر اجتماعی کاموں میں کوئی ایک راہنما نہ ہو، ایک امام نہ ہو جس کی ہدایت کے متعلق عمل کیا جائے تو وہ کام اختلاف رائے کا شکار ہو جائے گا۔

نماز باجماعت وقت کی پابندی سکھانے کا ایک اہم ذریعہ ہے اگر اجتماعی کاموں میں وقت کی پابندی نہ ہو اور تمام کارکن اپنے وقت مقررہ پر نہ آئیں تو سارا کام کھٹائی میں پڑ جائے گا۔ باجماعت نماز کے بارہ میں ایک ارشاد ہمارے نبی ﷺ نے دیا ہے کہ امام سب سے زیادہ قرآن کا علم رکھنے والا ہو۔ اس طرح اجتماعی کاموں میں اگر کسی جاہل کو راہنما بنا دیا جائے تو وہ کام کبھی صحیح طور پر نہیں چلے گا۔

نماز باجماعت کے بارہ میں ہمارے نبی ﷺ نے ایک ارشاد یہ دیا ہے کہ امام مقتدیوں پر ناواجب بوجھ نہ ڈالے اور اجتماعی کاموں میں اگر حکومت یا لیڈر عوام پر ناواجب بوجھ ڈالتا ہے تو خطرہ ہے کہ کوئی بغاوت کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔

اس طرح بہت سے سبق باجماعت نماز کے بارہ میں ارشادات میں دیئے گئے ہیں۔ آج جو حدیث پڑھی گئی ہے اس میں نظم و نسق اور ترتیب و تنظیم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے آپؐ نے فرمایا کہ نماز باجماعت میں اپنی صفیں سیدھی رکھو کیونکہ صفیں سیدھی بنانا نماز کی تکمیل کا حصہ ہے۔

درس حدیث نمبر93

حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا: كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِيْنُ الرَّجُلَ عَلٰى دَابَتِهٖ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَّخْطُوْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَيُمِيْطُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ

(بخاری کتاب الجہاد والسیر باب من اخذ بالرکاب و نحوه2989)

عام طور پر لوگوں میں صدقہ کا لفظ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے کہ کوئی شخص جو مال رکھتا ہے کسی غریب آدمی کو جو مال نہیں رکھتا بطور مدد کے کوئی رقم دے۔ مگر یہ صدقہ کے لفظ کے محدود معنے ہیں۔ احادیث میں یہ لفظ بہت سی نیکیوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ صدقہ کا لفظ صدق سے نکلا ہے اور ہر بات جس کی سچائی پر بنیاد ہو، صدقہ ہے۔

بہرحال صدقہ کا لفظ مالی خدمت کے علاوہ اور بہت سے معنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ جو حدیث آج ہم نے پڑھی ہے وہ صدقہ کے دائرہ کو بہت وسیع کر دیتی ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا:۔

لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ کی ذمہ واری ہے اور یہ ذمہ واری ہر اس دن میں ہے جس میں سورج چڑھتا ہو یعنی یہ ذمہ واری روزانہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک شخص دو آدمیوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لیتا ہے یا عادلانہ فیصلہ کرتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ ایک شخص دوسرے کو جو سواری پر سوار ہو رہا ہے سوار ہونے میں مدد دیتا ہے یا اس کا سامان اٹھا کر اسے پکڑاتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے ایک شخص دوسرے سے خوشگوار اور پاکیزہ رنگ میں بات کرتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے ایک شخص نماز کو جانے کے لئے ہر قدم جو اٹھاتا ہے وہ ہر قدم صدقہ ہے ایک شخص سڑک پر سے گند ہٹا دیتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے۔

درس حدیث نمبر94

حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِشْتَرٰی رَجُلٌ مِّنْ رَجُلٍ عِقَارًا لَہٗ فَوَجَدَ الرَّجُلَ الَّذِیْ اشْتَرٰی الْعِقَارَ فِیْ عِقَارِہٖ جَرَّۃً فِیْھَا ذَھَبٌ فَقَالَ لَہٗ الَّذِی اشْتَرٰی الْعِقَارَ: خُذْ ذَھَبَکَ مِنِّیْ اِنَّمَا اشْتَرَیْتُ مِنْکَ الْاَرْضَ وَلَمْ اَبْتَعْ مِنْکَ الذَّھَبَ وَقَالَ الَّذِیْ لَہٗ الْاَرْضُ اِنَّمَا بِعْتُکَ الْاَرْضَ وَمَا فِیْھَا

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب حدیث الغار3472)

آج کی دنیا میں شاید سب سے بڑا ابتلاء مال کا ابتلاء ہے۔ مال کی خواہش میں قتل ہوتے ہیں، بڑے اور بچے اغوا کئے جاتے ہیں، ملکوں اور قوموں میں خونریز جنگ ہوتی ہے۔ باپ اولاد کے خلاف اور اولاد باپ کے خلاف نفرت کا بیج بوتی ہے۔ بڑے پرانے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجاتے ہیں وجوہات کچھ بھی کہی جائیں زیادہ تر مال کی خواہش مال کی طلب ان گناہوں کا باعث بن رہی ہوتی ہے۔

اس لئے قرآن شریف اور احادیث میں بار بار مال کے لئے حرص کے خلاف نصیحت کی گئی ہے اور اس بارہ میں ہمارے نبی ﷺ نے اس حدیث میں جو آج پڑھی گئی ہے ان دو آدمیوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو مال کی حرص سے پاک تھے۔ حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا دو آدمی ایسے تھے جن میں سے ایک نے دوسرے سے کچھ زمین خریدی جب خریدنے والے نے زمین کا قبضہ لیا تو اس کو اس زمین میں سے ایک گھڑا ملا جو سونے سے بھرا ہوا تھا۔ خریدنے والا زمین بیچنے والے کے پاس گیا کہ میں نے تم سے یہ زمین خریدی تھی اور یہ سونے سے بھرا ہوا گھڑا تو نہیں خریدا تھا تم اپنا یہ سونا سنبھالو۔ مگر بیچنے والے نے جواب دیا میں نے تو تمہارے پاس زمین اور جو کچھ اس میں ہے اس کے سمیت بیچی تھی اب یہ گھڑا یا جو بھی زمین سے نکلے سب کچھ تمہارا ہے۔ یہ ایک نہایت پر لطف حکایت ہے ان دو آدمیوں کو جو مال کی حرص سے پاک تھے اور ہمارے نبی ﷺ نے اس حکایت کے ذریعہ ہمیں ایک عظیم الشان سبق دیا ہے۔

درس حدیث نمبر95

حضرت جریرؓ بیان کرتے ہیں: بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَاشْتَرَطَ عَلَیَّ: وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ

(بخاری کتاب الشروط باب ما یجوز من الشروط فی الاسلام......... 2714)

جیسا کوئی شخص بیعت کر کے اسلام قبول کرتا ہے تو وہ ایک نئی برادری میں شامل ہوتا ہے ایک نیا ماحول اس کو ملتا ہے نئے دوست احباب اس کے گرد اکٹھے ہوتے ہیں اور پرانی چیزوں کو چھوڑ کر نئی فضاء میں داخل ہونا بعض دفعہ نئے مسائل بھی پیدا کر سکتا ہے اور اس کے لئے نومبائع کو جدوجہد بھی کرنی پڑتی ہے۔ حضرت جریرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے نبی ﷺ کی بیعت کی تو آپ ﷺ نے مجھ سے شرط کی وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ کہ ہر مسلمان سے خیر خواہی اور اخلاص کا رویہ رکھوں گا۔ یہ ایک بنیادی شرط اسلام میں داخل ہونے کی ہے۔

بعض لوگ نمازیں بھی پڑھتے ہیں اسلامی عبادات کی ظاہری شکل پر بھی عمل کرتے ہیں مگر مسلمانوں کی ہمدردی اور غم خواری کی طرف ان کو کوئی خیال نہیں ہوتا۔ یہ بات قرآن و حدیث کی رو سے نہایت قابل فکر ہے۔ حضور ﷺ نے بار بار مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار دیا ہے اور قرآن شریف بڑے زور سے فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کہ تمام مومن حقیقۃً بھائی بھائی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔“

(شہادت القرآن روحانی خزائن جلد6 صفحہ 395)

درسِ حدیث نمبر96

حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ

(بخاری کتاب الأدب باب اکرام الضيف و خدمته اياه بنفسه6136)

ہمارے نبی ﷺ کے بلند اخلاق اور اعلیٰ درجہ کی اچھی صفات میں سے ایک مہمان کی خدمت اور اس کا احترام بھی ہے۔ حضور ﷺ کے پاس بہت ہی کثرت سے ملک کے گوشے گوشے سے مہمان آتے تھے۔ ان کے لئے کسی لنگر خانہ کا قیام نہیں ہوا تھا۔ ہمارے نبی ﷺ خود ان کے لئے کھانے اور رہائش وغیرہ کا انتظام فرماتے۔ کھانے کے لئے پہلے اپنے گھروں میں پتہ کرواتے اگر گھروں میں کھانا موجود نہ ہو تو وہ اپنے صحابہؓ کو اس خدمت کی سعادت عطا فرماتے۔ اس ضمن میں احادیث کی کتب میں بہت لطیف واقعات کا ذکر ہے جن سے مہمان کی خدمت اور اس کے اکرام کا سبق ملتا ہے۔ ایک موقعہ پر حضور ﷺ کی خدمت میں ایک مہمان حاضر ہوا۔ جب حضورؐ کے سب گھروں سے یہ معلوم ہوا کہ آج تو پانی کے سوا گھر میں کچھ نہیں تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے اس بارہ میں دریافت فرمایا۔ ایک صحابیؓ نے بصد شوق اس سعادت کو قبول کیا اور مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ گھر پہنچ کر اس صحابیؓ نے اپنی بیوی سے کہا یہ رسول اکرم ﷺ کے مہمان ہیں ان کا اکرام کرو۔ بیوی نے کہا میرے پاس تو صرف بچوں کا کھانا ہے انہوں نے کہا بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب مہمان کے سامنے کھانا رکھنے کا وقت آیا تو ان کی بیوی نے چراغ کو ٹھیک کرنے کے بہانے سے اس کو بجھا دیا۔ اب مہمان اندھیرے میں کھانا کھانے لگا جبکہ دونوں میاں بیوی مچاکے مار کے یہ ظاہر کرتے رہے کہ گویا وہ کھانا کھا رہے ہیں اور مہمان نے سیر ہو کر کھانا کھالیا۔

جب وہ صحابیؓ صبح حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا رات کا انداز اللہ کی خوشنودی کا باعث ہوا۔

(بخاری کتاب المناقب باب قول اللہ و يؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة...... 3798)

درسِ حدیث نمبر 97

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوْفُ

(بخاری کتاب الزکوۃ باب الصدقة تکفر الخطیئة1435)

ایک عام انسان کو اپنی زندگی میں دن بھر بہت سی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، انسان کمزور ہے اور اس سے بہت سی غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جان بوجھ کر بھی ایک انسان گناہ کرلیتا ہے اور بے جانے بوجھے، بغیر خاص ارادہ کرنے کے اس سے خطائیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس کا علاج بعض مذاہب میں یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے مذہب کے نبی کی تکلیف اور دکھ کا تصور کرو، اس بات پر ایمان لاؤ کہ ان کی موت ہمارے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بن گئی اور ہماری غلطیوں کا کفارہ ہوگئی۔

مذکورہ بالا ایسا تصور ہے جس کا حکمت سے کوئی تعلق نہیں، انصاف اور عدل کا بنیادی تصور یہ ہے کہ مجرم کی سزا مجرم کو ہی ملنی چاہیئے کسی دوسرے کو جو معصوم ہے سزا دے کر گناہ کرنے والے مجرم کے بچنے کا سامان کرنا بالکل غیر فطرتی تصور ہے۔ گناہ ایک بیماری ہے اور بیماری کا علاج ضروری ہے نہ کہ طبیب کا دکھ اٹھانا مریض کی صحت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

ہمارے رسول ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ انسان سے اپنے گھر والوں کے ساتھ رویہ میں بھی غلطی ہوسکتی ہے، اپنی اولاد سے سلوک میں بھی غلطی ہوسکتی ہے، اپنے ہمسایہ سے معاملہ کرنے میں بھی غلطی ہوسکتی ہے اور ان گناہوں کا تدارک ان نیک کاموں کے ذریعہ ہوسکتا ہے جو خود گناہگار کرے نہ کوئی اور۔ کیونکہ گناہگار جب نیکی کرتا ہے تو وہ آئندہ کے لئے اس گناہ کا دروازہ بند کررہا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے بڑی حکمت کے ساتھ فرمایا کہ نماز اور صدقہ اور ہر قسم کی نیکی کے کام جن کو عقل اور خدا کا کلام نیکی قرار دیتا ہے بدیوں کا مٹانے یا بدیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

درس حدیث نمبر98

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ قریش اس بات سے فکر مند ہوئے کہ ان کے معزز قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی اور اب اس کو سزا ملے گی۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ اس بارہ میں رسول اللہ ﷺ کے بہت پیارے حضرت اسامہ بن زیدؓ ہی یہ جرأت کرسکتے ہیں جب حضرت اسامہؓ نے آپؐ کی خدمت میں اس خاتون کی سفارش کی تو آپؐ نے فرمایا کیا تم اللہ کی مقرر کردہ حدود کے بارہ میں سفارش کرتے ہو؟ پھر حضور کھڑے ہوئے اور آپؐ نے خطاب فرمایااور اس میں فرمایا: اِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَ أَيْمُ اللّٰهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ اِبْنَةَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا

کہ تم سے پہلے جولوگ گزرے ہیں ان کو صرف اس بات نے ہلاک کیا کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تووہ اس کو کچھ نہ کہتے مگر جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس حدّ نافذ کرتے۔ خدا کی قسم اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب حدیث الغار3475)

اب اگر آپ اپنے ماحول میں نظر ڈال کر دیکھیں تو معاشرہ کا سب سے بڑا فتنہ یہی نظر آتا ہے۔ بڑے لوگ بڑے سے بڑا جرم کرتے ہیں، چوریاں کرتے اور کرواتے ہیں، اغوا کرتے اور کرواتے ہیں مگر صاف بچ جاتے ہیں اور کمزور اور بے حیثیت لوگوں پر قانون کا سارا زور چلتا ہے اور یہ بات صرف افراد تک محدود نہیں، طاقتور ملک اور قومیں ہر قسم کے مظالم سے کام لیتے ہیں اور ان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا جاتا جبکہ کمزور قومیں اور کمزور ملک بڑی طاقتوں کے ہتھیاروں کا نشانہ بنتی ہیں۔

درس حدیث نمبر 99

حضرت عبادہ بن صامتؓ جو مدینہ کے ان مسلمانوں میں سے تھے جنہوں نے ایک حج کے موقع پر مدینہ سے آکر مکہ کے ابتدائی ایام میں ایک گھاٹی میں حضور ﷺ کی بیعت کی تھی اور ان کو بدر میں شمولیت کی سعادت بھی ملی تھی، وہ بیان کرتے ہیں: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ تَعَالَوْا بَايِعُوْنِیْ عَلٰی أَنْ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تُسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوْنَ بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْنِیْ فِیْ مَعْرُوْفٍ

(بخاری کتاب المناقب باب وفود الأنصار الی النبی ﷺ بمکة...... 3892)

اسی طرح حضرت عبادہ بن صامتؓ نے بیان کیا: اِنِّیْ مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: بَايَعْنَاهُ عَلٰی أَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا نَزْنِیْ وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا نَنْتَهِبَ

(مسلم کتاب الحدود باب کفارات لأهلها 4464)

آج مغرب کی تمام پراپیگنڈا مشینری اور چرچ پراپیگنڈے کے ہر طریق سے یہ بات پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ اسلام ایک ظلم اور جارحیت کا مذہب ہے اور نعوذ باللہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ نے اس لئے دعویٰ کیا تھا کہ ایک ٹولہ بنا کر بے گناہوں پر حملہ کریں اور ان کا مال لوٹیں۔ یہ الزام صریحاً ایک بہتان ہے۔ سرسری نظر سے بھی قرآن اور حدیث پڑھنے والا اگر وہ دیانت دار ہے اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ معاملہ اس سے بالکل الٹ ہے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ جو مدینہ کے ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بہت ابتداء میں مکہ جاکر حضور ﷺ نے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان کے دو بیان آج کی احادیث میں لکھے گئے ہیں جو مغرب اور چرچ کے زہریلے اور جھوٹ سے بھرے ہوئے الزامات کی تردید کرتے ہیں۔

حضرت عبادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبکہ آپ کے گرد آپؐ کے صحابہؓ کی ایک جماعت تھی آؤ میری بیعت کرو اس شرط پر کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کوئی

شریک نہیں بناؤ گے، چوری نہیں کرو گے، بدکاری نہیں کرو گے، اپنے بچوں کو قتل نہیں کرو گے اور خود ہی کوئی جھوٹا الزام تراش کر کسی پر بہتان نہیں لگاؤ گے اور اچھے کام میں میری نافرمانی نہیں کرو گے۔

حضرت عبادہ کا یہ بھی بیان ہے کہ میں ان نقیبوں میں سے ہوں (جو حضور ﷺ نے مدینہ والوں کی تربیت کے لئے مقرر کئے تھے) جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اور ہم نے اس شرط پر آپؐ کی بیعت کی کہ ہم اللہ کے ساتھ کچھ شریک نہیں بنائیں گے، زنا نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، کسی شخص کو جس کی حرمت اللہ نے قائم کی ہے ناحق نہیں ماریں گے اور لوٹ مار نہیں کریں گے۔

درس حدیث نمبر 100

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ اِذَا خَرَجَ مَآءً وَّ نَاراً فَأَمَّا الَّذِیْ یَرَی النَّاسُ اَنَّھَا النَّارُ فَمَآءٌ بَارِدٌ وَأَمَّا الَّذِیْ یَرَی النَّاسُ أَنَّہٗ مَآءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب ما ذکر من بنی اسرائیل3450)

اس حدیث میں ایک زبردست تنبیہ اور انذار ہے جس کی طرف آج کے مسلمان کو خاص توجہ کی ضرورت ہے، حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دجّال کا ظہور ہوگا تو اس کے پاس دو چیزیں ہوں گی۔ پانی ہوگا اور آگ ہوگی۔ جس چیز کو وہ آگ کے طور پر دکھا رہا ہوگا وہ حقیقت میں ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس چیز کو وہ ٹھنڈے پانی کے طور پر دکھا رہا ہوگا وہ حقیقتاً جلانے والی آگ ہوگی۔

اس بیان میں ہمارے نبی ﷺ نے دجال کے بظاہر عقائد اور تہذیب و تمدن کو جو بظاہر ٹھنڈا میٹھا پانی نظر آتا ہے جلانے والی آگ سے تشبیہ دی ہے اور جن باتوں کو دجال جلانے والی آگ قرار دیتا ہے وہ حقیقت میں ٹھنڈا میٹھا پانی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی یہ پیشگوئی کتنی صفائی اور وضاحت کے ساتھ پوری ہوتی نظر آرہی ہے۔ مغربی اقوام جو تثلیث کا چولہ پہن کر اسلام پر حملہ آور ہیں بظاہر نظر اپنے خیالات وعقائد و نظریات کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کرتی ہیں حالانکہ وہ سراسر زہریلے ہیں اور اسلام کی جس تعلیم کو وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے طور پر دکھاتے ہیں، وہ خوشگوار میٹھے پانی کی طرح ہے۔

افسوس ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان مغربی تہذیب کی رَو میں بہتے چلے جارہے ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عالم اسلام پر احسان ہے کہ آپؑ نے دجال اقوام کے مذہبی دھوکہ سے پردہ اٹھایا اور الوہیت مسیح، کفارہ، تثلیث، یسوع کا صلیب پر مر کر زندہ ہونا اور آسمان پر جانا اور آسمان سے واپس آنے کا تصور ان سب پُر فریب نظریات کی قلعی کھولی اور کروڑوں مسلمانوں کو اس خطرناک آگ سے بچایا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

درس حدیث نمبر 101

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُعَلِّمُنَا الِاسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا كَالسُّوْرَةِ مِنَ الْقُرْآنِ

(بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء عند الاستخارۃ 6382)

انسان کو اپنی زندگی میں بہت سے فیصلے کرنے پڑتے ہیں اور بعض ایسے امور ہوتے ہیں جو بہت اہم ہوتے ہیں اور ان کا انسان کی زندگی یا اپنے خاندان یا ماحول پر یا ہمارے معاشرہ پر گہرے اثرات پڑتے ہیں۔ لیکن چونکہ انسان غیب کا علم نہیں رکھتا اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے فیصلہ کے کیا نتیجے نکلیں گے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں انسانی زندگی کے جملہ مسائل میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے اس مسئلہ کے بارہ میں بھی رہنمائی فرمائی ہے۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام امور میں اللہ سے خیر مانگنے یعنی استخارہ کی دعا اس طرح سکھایا کرتے تھے جیسے قرآن کی کوئی سورۃ سکھاتے۔ جن الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا سکھاتے وہ حضرت جابرؓ نے بیان کئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ جب تم میں سے کوئی کسی (اہم) کام کا ارادہ کرے فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلَ تو وہ دو رکعتیں نفل ادا کرے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ میں تجھ سے تیرے علم سے خیر طلب کرتا ہوں وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ اور تیری قدرت سے طاقت طلب کرتا ہوں وَاَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ اور تیرے عظیم فضل کا سوال کرتا ہوں فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ کیونکہ تو قدرت رکھتا ہے، میں طاقت نہیں رکھتا وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اور تو غیب کو جاننے والا ہے اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ أَوْ قَالَ فِيْ عَاجِلِ أَمْرِيْ وَآجِلِهٖ کہ اگر یہ بات میرے دین میں، میری معیشت میں اور میرے کام کے انجام میں یا فرمایا میرے کام کے جلد

ہونے یا تاخیر سے ہونے کے لحاظ سے بہتر ہو فَاقْدُرْهُ لِیْ تو اس کو میرے لئے مقدر کر دے اور میرے لئے آسان کر دے اور پھر میرے لئے اس کو بابرکت کر دے وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ أَمْرِیْ وَآجِلِهٖ اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین میں، میری معیشت میں، میرے کام کے انجام میں یا یہ فرمایا میرے کام کے جلد ہونے میں یا تاخیر سے ہونے میں برا ہے فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے پھیر دے وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ اور میرے لئے خیر مقدر کر دے جہاں بھی ہو ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ اور پھر مجھے اس پر راضی کر دے وَ یُسَمِّیْ حَاجَتَهٗ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے اس کام کا نام لے۔

(بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء عند الاستخارۃ6382)

درس حدیث نمبر 102

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں: كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِيْ مِنْهُمُ الطَّعَامَ فَنَهَانَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ نَّبِيْعَهُ حَتّٰى يُبْلَغَ بِهٖ سُوْقَ الطَّعَامِ

(بخاری کتاب البیوع باب منتھی التلقی 2166)

صنعت و تجارت کو گہری نظر سے دیکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ آج کی صنعت و تجارت کے نظام میں جو چیز عوام الناس تک پہنچتی ہے اس کی قیمت جو عوام سے وصول کی جاتی ہے اس سے بہت زیادہ ہوتی ہے جو اس چیز کی بنوائی اور تبادلہ پر خرچ ہوتی ہے اور اس کی ایک بہت بڑی وجہ وہ درمیانی واسطے ہیں جو بنانے والے یا اگانے والے شخص سے لے کر عام گاہک کے درمیان ہوتے ہیں۔ بے شک ایک چیز کے بنانے والے یا اگانے والے اور اس کو شہر و دیہات کے عام گاہک کے درمیان کچھ واسطوں کی حقیقی ضرورت ہوتی ہے مثلاً ایک کسان اگر گندم اگاتا ہے تو شہر کے گاہک تک اس گندم کی ٹرانسپورٹ کچھ واسطے مانگتی ہے مگر صنعت و تجارت کی دنیا میں آج کل بھی اور قدیم زمانہ میں بھی بعض ایسے درمیانی واسطے آجاتے تھے اور آجاتے ہیں جن کی صنعت اور تجارت میں کوئی حقیقی ضرورت نہیں ہوتی جن کو انگریزی میں Middle Man کہتے ہیں۔ بعض دفعہ بڑے سرمایہ دار کسی چیز کو بنانے کے لئے ایک کمپنی بناتے ہیں اور اپنا سرمایہ 51 فیصدی رکھ کر اور دوسرے لوگوں سے 49 فیصدی سرمایہ لے کر پھر ایک اور کمپنی اپنے 51 فیصدی سرمایہ کی بناء پر اپنے ووٹوں سے تشکیل دیتے ہیں جس کی کوئی حقیقی تجارتی یا صنعتی ضرورت نہیں ہوتی اور وہ کمپنی بڑے سرمایہ داروں کے اپنے آدمیوں پر مشتمل ہوتی ہے اس طرح صنعت و تجارت کی دنیا میں کسی حقیقی Function کے بغیر Middle Man آجاتے ہیں جو صرف دولت حاصل کرتے ہیں اور آخری گاہک کے لئے چیز کی قیمت بڑھانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد اقدامات ایسے فرمائے ہیں جن کے ذریعہ اس درمیانی بے ضرورت Middle Man کو ختم کیا جاسکے جس کی ایک مذکور بالا حدیث میں ہے۔ حضرت

عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہم شہر سے باہر جاکر ان قافلوں میں رابطہ کرتے جو مدینہ میں گندم لا رہے ہوتے تھے اور قبل اس کے کہ وہ غلہ منڈی میں پہنچے ہم ان سے غلہ خریدتے پھر اپنا نفع لے کر اس غلہ کو منڈی میں بیچتے۔ ان لوگوں کا کوئی حقیقی فائدہ تو گاہکوں کو نہ ہوتا تھا مگر قیمت میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمادیا۔

درس حدیث نمبر 103

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں: اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰکِنْ یُّعَذِّبُ بِھٰذَا وَأَشَارَ اِلٰی لِسَانِہٖ أَوْ یَرْحَمُ

(بخاری کتاب الجنائز باب البکاء عند المریض1304)

انسانی زندگی میں موت فوت کا سلسلہ لگا ہوا ہے پرانی حکایت ہے کہ حضرت بدھ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے آپ اس کو دوبارہ زندہ کر دیں حضرت بدھ نے جواب دیا میں اس کو زندہ کر دوں گا مگر تم مجھے کچھ تِل لا دو صرف ایک شرط ہے کہ وہ تِل ایسے گھر سے لا کر دو جس گھر میں کوئی فوت نہ ہوا ہو۔ وہ عورت سارا شہر پھر گئی، ہر گھر سے اس نے تِل مانگے مگر ساتھ ہی پوچھتی تھی کہ یہ بتاؤ آپ کے گھر میں کبھی کوئی فوت نہیں ہوا لوگ اس کی بات پر ہنس پڑتے، تعجب کا اظہار کرتے کہ کوئی گھرانہ، کوئی کنبہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جس میں کبھی کوئی فوت نہ ہوا ہو؟ حضرت بدھ جو سبق اس خاتون کو دینا چاہتے تھے وہ اس کو مل گیا اور وہ تھک ہار کر، صبر کر کے بیٹھ گئی۔

لوگ اپنے بزرگوں، اپنے عزیزوں کی وفات پر روتے دھوتے ہیں مگر آخر صبر کرنا پڑتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد غم کی وہ شدت نہیں رہتی جس گھر میں کوئی فوت ہوا تھا اس میں ہی کچھ عرصہ بعد کوئی شادی ہو رہی ہوتی ہے، کسی کی کامیابی پر خوشی منائی جا رہی ہوتی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے اس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل غمگین ہوتا ہے اس پر اللہ کی ناراضگی نہیں ہوتی لیکن اگر کسی غم کے موقعہ پر زبان اللہ کا شکوہ شکایت کرتی ہے۔ بے صبری کے کلمات بولتی ہے تو وہ انسان اللہ کی ناراضگی مول لیتا ہے لیکن اگر انسان خدا کی رضا پر راضی ہونے کا اظہار کرتا ہے تو وہ انسان اللہ کے رحم کا مستحق ہو جاتا ہے۔

درس حدیث نمبر104

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَّلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقاً اِلَى الْجَنَّةِ

(مسلم کتاب الذکر والدعاوالتوبۃ والاستغفار باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر6853)

دنیا کے بڑے بڑے مذاہب عیسائیت، یہودیت، ہندومت، بدھ مت کی مذہبی کتب اور ماخذ تعلیم کا قرآن شریف اور سنت واحادیث سے موازنہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں دوسری مذہبی کتابوں کے مقابلہ میں علم سیکھنے اور سکھانے پر غیر معمولی زور دیا گیا ہے اور عقل و فہم و تدبر کے استعمال کی بار بار تلقین کی گئی ہے مشاہدہ قانون قدرت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ قرآن شریف میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:29) کہ عالم لوگ ہی اللہ کی حقیقی خشیت رکھتے ہیں اور حصول علم کے لئے رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ:115) کی دعا سکھائی گئی ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر علم کی تلاش لازمی قرار دے دی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (البقرۃ:270) یعنے خدائے تعالیٰ جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی۔ پس دیکھنا چاہئے کہ ان آیات میں مسلمانوں کو کس قدر علم و حکمت حاصل کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ یعنی علم کا طلب کرنا ہریک مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد2 صفحہ192)

بعض دفعہ یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ بعض احمدی لڑکے بجائے باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کے بازار میں کسی دوکان پر کام کر رہے ہیں۔ مجبوری ہو تو الگ بات ہے ورنہ ہماری جماعت کے ہر لڑکے کو تعلیم کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس حدیث نمبر105

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذَالِكَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ

(بخاری کتاب اللباس باب الثیاب البیض 5827)

مذہبی دنیا میں جو بڑی بڑی غلط فہمیاں پیدا ہوتی رہی ہیں ان میں سے ایک بڑی غلط فہمی یہ تھی اور اب بھی ہے کہ اگر ایک شخص نے بہت گناہ کئے ہوں اور بعض ایسے گناہ بھی کئے ہوں جو عرف عام میں بہت بڑے بڑے گناہ سمجھے جاتے ہوں تو ان کے بعد خواہ کتنی ہی توبہ کرے ان تمام گناہوں کو چھوڑ کر سچے دل سے توبہ کر کے خدا پر ایمان لائے، خدا کی توحید کو مانے، خدا کے نبیوں، رسولوں پر ایمان لائے، جو احکام بھی خدا تعالیٰ نے دیئے ہیں ان پر عمل کرنے کی اپنی طاقت کے مطابق پوری کوشش کرے وہ جنت میں نہیں جائے گا اور آئندہ زندگی میں اس کی بخشش نہیں ہوگی۔

یہ غلط فہمی انسان کی صحیح فطرت کی اتنی مخالف ہے کہ تعجب ہوتا ہے کہ سچے مذہب کے ماننے والوں کو یہ غلط فہمی کیوں پیدا نہیں ہوئی اور تمام اچھی صفات کے مالک خدا کے متعلق یہ تصور پیش کرتی ہے کہ گویا وہ سخت ظالم اور تندخو خدا ہے۔ قرآن شریف نے خدا تعالیٰ کو غفور، ودود اور رؤف ورحیم کے طور پر پیش کیا ہے اور بار بار اس کی شفقت اور مغفرت کا ذکر فرمایا ہے۔ احادیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص موت کے آثار سے پہلے بھی توبہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔

اور یہی مضمون آج کی حدیث میں ہے حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ بھی ایسا نہیں جو وفات کے وقت صرف اللہ کو ہی اپنا معبود قرار دیتا ہو (یعنی توحید کے تقاضے پورے کرتا ہو) تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اگرچہ وہ زنا کا ارتکاب کر چکا ہو، چوری کا ارتکاب کر چکا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خواہ وہ زنا کا ارتکاب کر چکا ہو، خواہ وہ چوری کا ارتکاب کر چکا ہو۔

درس حدیث نمبر106

حضرت ابوبرزہؓ بیان کرتے ہیں کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَکْرَہُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَآءِ وَالْحَدِیْثَ بَعْدَھَا

(بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب مایکرہ من النوم قبل العشاء568)

شاید مغرب کے تمدن کی مشرقی ممالک پر یلغار کا اثر ہے یا کوئی اور وجہ ہے بہر حال آج کے زمانہ میں جو عادات ہمارے معاشرہ میں رائج ہو رہی ہیں ان میں سے ایک عادت شروع رات میں دیر تک بے کار، غیر ضروری باتوں میں وقت ضائع کرنا ہے۔ اس عادت کا مضر اثر ہمارے دین و اخلاق پر بھی پڑتا ہے۔ بے کار باتوں میں انسان نامناسب باتوں اور غیبت کی طرف مائل ہو جاتا ہے پھر دیر تک جاگنا انسان کو تہجد کی نماز کی ادائیگی اور فجر کی باجماعت نماز سے محروم کرتا ہے۔ صحت کے نقطۂ نظر سے شاید بے کار جاگنا خصوصاً شروع رات کی بیداری بیماریوں کا موجب ہے۔ زیادہ دیر رات کو جاگنے والے پھر صبح دیر سے اٹھتے ہیں اور اپنی دنیوی معیشت کے کاموں پر بھی تاخیر سے پہنچتے ہیں۔ وہ مائیں جو رات گئے باتوں میں مصروف رہتی ہیں صبح اپنے بچوں کو جگا کر تیار کر کے ناشتہ کروا کر ان کو سکول بھیجنے میں یا تو تساہل کرتی ہیں یا بچوں سے بدمزاجی سے پیش آتی ہیں۔

ہمارے نبی ﷺ کی تعلیم اور عملی نمونہ زندگی کی ہر شاخ میں برکت کا باعث ہے۔ حضرت ابوبرزہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

درس حدیث نمبر 107

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں: مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم شَیْئًا قَطُّ بِیَدِہٖ وَلَا امْرَأَۃً وَلَا خَادِمًا

(مسلم کتاب الفضائل باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وسلم للآثام.........6050)

آج کی دنیا میں عموماً اور بعض ممالک کے باشندوں میں یہ مرض کثرت سے ہیں اور آئے دن ہم اس کے بداثرات اور نتائج خبروں میں سنتے رہتے ہیں کہ ذرا سی ناراضگی پر کسی معمولی سی غصہ کی بات پر بچوں کی کھیل میں آپس کی لڑائی پر محلے والے ایک دوسرے سے بگڑ کر ہاتھاپائی اور مار کٹائی پر اتر آتے ہیں اور پھر یہ لڑائی جھگڑا حدود سے نکل جاتا ہے اور بچوں کی گیند وغیرہ پر چھوٹی سی لڑائی بڑوں کے قتل وخون پر منتج ہوتی ہے جس کا نتیجہ لمبے مقدمات، سالہا سال کی قید یا پھانسی ہوتا ہے۔

اس قسم کے جھگڑوں کا حضرت میر محمد اسماعیل صاحب اپنی کتاب ''آپ بیتی'' میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اٹک کے ضلع کا ایک واقعہ سناتا ہوں ایک شخص کی گائیں کئی روز دوسرے زمیندار کے کھیت میں دیکھی گئیں ایک دن وہ دونوں اپنے مویشیوں کو شارع عام پر چرا رہے تھے تو ایک نے دوسرے کو کہا کہ ''آئندہ تیرا مویشی ہمارے کھیت کی طرف نہ آئے ورنہ اچھا نہ ہوگا'' دوسرے نے کہا ''تو کیا کرلے گا؟ ذرا میرے جانور کو ہاتھ لگا کر تو دیکھ!'' پہلے نے وہیں سڑک پر اپنی لاٹھی سے جس کے سرے پر نیزے کی طرح کا پھل لگا ہوا تھا ایک گول نشان بنا دیا یعنی دائرہ کی طرح ایک لکیر کھینچ دی اور کہا ''اچھا یہ میرے کھیت کا نشان ہے تو ذرا اس میں اپنا مویشی داخل تو کر۔'' دوسرے نے جھٹ اپنا ایک پیر بڑھا کر اپنی جوتی اس دائرہ کے اندر رکھ دی اور کہا ''لے میرا مویشی تیرے کھیت میں داخل ہو گیا۔'' یہ سنتے ہی پہلے نے اپنا نیزہ اٹھا کر فوراً اس زور سے اپنے مخالف کی چھاتی میں مارا کہ سینہ توڑ کر پار ہو گیا اور وہ شخص وہیں ڈھیر ہو کر رہ گیا۔''

(آپ بیتی مصنفہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب صفحہ 190 مطبوعہ لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی)

ہمارے نبی ﷺ زندگی کے ہر پہلو میں ہمارے لئے نمونہ ہیں انسانی زندگی کی ہر شاخ کی آپ ﷺ نے آبیاری فرمائی ہے حضرت عائشہؓ جنہوں نے آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو کو غور سے دیکھا تھا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو بھی (اپنے ہاتھ سے) نہیں مارا نہ کسی عورت کو، نہ کسی خادم کو۔ یہ ہے پاک طرز عمل ہمارے نبی ﷺ کی جس پر چل کر محلے پرامن ہوسکتے ہیں اور معاشرہ آرام کی زندگی گزار سکتا ہے۔

درس حدیث نمبر 108

حضرت عبداللہ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: أَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ

(ترمذی کتاب صفة القيامة والرقائق والورع باب منه2485)

ہمارے نبی ﷺ جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے تو اس وقت ان دونوں شہروں کی زندگی مسلمانوں کے لئے بالکل مختلف تھی۔ مکہ میں مسلمان دکھوں اور اذیتوں کا شکار تھے۔ ہر وقت دشمن کفار قریش کی طرف سے ان کے سروں پر تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے لئے اذان دینے، باجماعت نمازیں ادا کرنے، مساجد بنانے، اپنی اجتماعی سرگرمیاں کرنے کا کوئی موقعہ نہ تھا۔

مدینہ پہنچ کر حضور ﷺ ایک اسلامی معاشرہ کی بنیاد ڈال رہے تھے جس کا مقصد تمام دنیا کے لئے اور تمام آئندہ آنے والے زمانوں کے لئے ایک نمونہ کا معاشرہ قائم کرنا تھا۔ حضور ﷺ نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں سے جو پہلا خطاب فرمایا اس میں یہ الفاظ فرمائے جن میں اسلامی معاشرہ کی بنیادی اینٹ رکھی گئی ہے۔ پہلی بات جو حضور ﷺ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ اَفْشُوا السَّلَامَ سلام کو رواج دو۔ ہر معاشرہ میں لوگوں کے ایک دوسرے سے ملنے پر کچھ نہ کچھ اچھی بات کہنے کا طریق ہوتا ہے جو معاشرہ کی زندگی کو آسان کر دیتا ہے مگر سلام میں صرف یہ مقصد نہیں بلکہ معاشرہ میں امن اور سلامتی کے قیام کی ضمانت ہے جو ہر ملنے والا دوسرے کو دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ معاشرہ میں کوئی اچھا کام بغیر امن و امان کے حاضر نہیں ہو سکتا۔ دوسرا ارشاد حضور ﷺ نے فرمایا وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ کھانا کھلاؤ اور معاشرہ کے قیام کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔ تیسرا ارشاد جو اسلامی معاشرہ کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے آپ ﷺ نے یہ دیا کہ صَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ کہ جب دنیا سوئی پڑی ہو اس وقت اٹھو اور نماز پڑھو۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین باتوں پر عمل کرو گے تو اس کے بابرکت نتائج نکلیں گے اور ایک ایسا معاشرہ قائم ہوگا جس کے نتیجہ میں تم تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ تم لوگ خیر و سلامتی کے ساتھ جنت میں جاؤ گے۔

درس حدیث نمبر 109

حضرت جریر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے چاند کی طرف دیکھا اور چودھویں چاند کی رات تھی تو آپؐ نے فرمایا: تم لوگ اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی مزاحمت نہیں کرنی پڑتی اس لئے اگر تمہیں استطاعت ہو تو تم سورج کے طلوع سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے کی نماز سے رہ نہ جاؤ، پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی:
سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا (طہٰ:131)

(بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ الفجر 573)

کہ سورج کے نکلنے سے پہلے بھی اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس کے ڈوبنے سے پہلے بھی۔ اس بڑی پیاری حدیث میں ہمارے نبی ﷺ نے دنیا و آخرت کے سب سے زیادہ خوبصورت منظر کو دیکھنے اور اس کا لطف اٹھانے کی حد درجہ آسان اور مفت ملنے والی قیمت بتائی ہے لوگ تھوڑے خوبصورت نظارے کو دیکھنے کے لئے، اس کا لطف اٹھانے کے لئے جان جوکھوں میں ڈالنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں دشوار گزار پہاڑوں کا سفر کرتے ہیں موسمی شدّت برداشت کرتے ہیں، ہزاروں روپیہ خرچ کرتے ہیں اور مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ چند لمحے کے کسی خوبصورت نظارہ کا دیدار کر لیں۔ چاند سورج کے چڑھنے، غروب ہونے کی جھلک دیکھ لیں، کسی آبشار کو گرتے یا کسی آتش فشاں کو پھوٹتے مشاہدہ کر لیں۔

ہمارے نبی ﷺ نے دنیا و آخرت کے سب سے حسین نظاروں کے دیدار کے لئے صرف یہ فرمایا ہے کہ تم فجر کی نماز اور عصر کی نماز کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرنا۔ یہ کیا ہی سستا سودا ہے !!!

درس حدیث نمبر110

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عَلَیْکُمْ بِالشِّفَائَیْنِ: اَلْعَسَلِ وَالْقُرْآنِ

(ابن ماجہ کتاب الطب باب العسل3452)

جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہے ہمارے نبی ﷺ رحمۃ للعالمین تھے آپؐ روحانی لحاظ سے بھی انسانیت کے لئے رحمت تھے اور جسمانی لحاظ سے بھی انسانیت کے لئے رحمت تھے۔ آپؐ کی شفقت سب کے لئے تھی اور ہر پہلو سے تھی۔ اب بظاہر نظریہ مختصر سی حدیث ہے مگر آپؐ کی رحمت و شفقت کے جذبات سے بھری ہوئی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ تم شفاء کے دو طریق لازم پکڑو اور وہ دو شفائیں ہیں۔ ایک شہد اور دوسرا قرآن۔ شہد کو جیسا کہ قرآن آج کل کی سائنسی، طبی تحقیقات نے بھی ثابت کر دیا ہے انسان کی صحت اور بیماریوں سے شفاء میں بہت بلند مقام حاصل ہے۔ ایک دوست نے بتایا کہ روس میں ایک ہسپتال ہے جہاں ہر بیماری کا علاج شہد کے ذریعے کیا جاتا ہے اور Antibiotics (اینٹی بائیو ٹکس) کو ہسپتال میں داخل کرنے کی اجازت ہی نہیں۔

دوسری شفاء قرآن ہے جو ہر روحانی اور اخلاقی بیماری کا علاج ہے۔ ہر درد اور دکھ سے جو انسان کی روح کو دکھ پہنچاتا ہے دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ انسان کی ہر مشکل اور ہر پریشانی میں کام دیتا ہے۔ دکھی انسان کے دل کو اطمینان بخشنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

درس حدیث نمبر 111

حضرت زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَتَعَلَّمَ السُّرْيَانِيَةَ اور ایک روایت میں ہے أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ أَنْ أَتَعَلَّمَ لَهُ كِتَابِ يَهُوْدَ

(ترمذی کتاب الاستیذان باب ماجاء فی تعلیم السریانیۃ 2715)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے قیام کا بنیادی اور اساسی مقصد یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم دنیا کے کناروں پر پہنچائے اور رسول اکرم ﷺ کا جھنڈا دنیا بھر میں لہرائے اور قرآن کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پھیلائے۔ مگر چونکہ دنیا میں مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اس لئے جو لوگ اس عظیم الشان مہم میں شامل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ان لوگوں کی زبانیں سیکھیں جن کو وہ اسلام کا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں اور ان لوگوں کی تحریر کا علم حاصل کریں جن کو وہ خطوط اور کتابوں کے ذریعہ تبلیغ کرنا چاہتے ہیں اس بارہ میں اس حدیث میں جو حضرت زید بن ثابتؓ نے روایت کی ہے حضور ﷺ کا واضح ارشاد ہے۔ حضرت زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سریانی زبان سیکھوں۔ اسی طرح آپؐ نے فرمایا کہ میں یہود کی تحریر کے طریق سیکھوں۔ روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ حضرت زیدؓ نے بیان کیا کہ جب مجھے حضور ﷺ نے یہ ارشاد کیا تو میں 17 دن کے اندر خوب اچھی طرح اس زبان کا ماہر ہو گیا اور حضور ﷺ کے خطوط آپؐ کو پڑھ کر سناتا اور آپؐ کی طرف سے خطوط کا جواب لکھتا۔

(مستدرک علی الصحیحین للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃؓ باب ذکر مناقب زید بن ثابت جلد 6 صفحہ 2115 الطبعہ الاولیٰ 2000ء حدیث 5781)

اب تو اللہ کے فضل سے دوسری زبانیں سیکھنے میں اس سے بہت زیادہ سہولتیں ہیں جو حضرت زیدؓ بن ثابت کو حاصل تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کے احباب خصوصاً نوجوانوں کو اس بات کی طرف توجہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس حدیث نمبر 112

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ربیعؓ کی بیوی اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ سعد بن الربیعؓ کی بیٹیاں ہیں ان کا والد آپؐ کے ساتھ احد کے دن شہید ہوا اور ان کے چچا نے ان کا مال لے لیا ہے اور ان دونوں کے لئے کچھ نہیں چھوڑا اور ان کا نکاح نہیں ہو سکے گا۔ جب تک ان کے پاس مال نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا پھر ورثہ کے بارہ میں آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے چچا کو پیغام بھیجا کہ ابن سعدؓ کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی ادا کرو اور ان دونوں کی ماں کو 8/1 ادا کرو اور جو بچ جائے وہ تمہارا ہے۔

(ترمذی کتاب الفرائض باب ماجاء فی میراث البنات 2092)

حضور ﷺ نے قرآنی ارشاد کے نازل ہوتے ہی کہ باپ کے فوت ہونے پر بیوی اور بیٹی کا ترکہ میں حصہ مقرر ہے فوراً اس کی تعمیل کرائی اور بیوی، بیٹیوں کو ان کا حصہ دلوایا اور یہ حکم واضح طور پر قرآن مجید میں موجود ہے۔ لیکن اس بات کو دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث کے واضح حکم کے ہوتے ہوئے اب بھی بعض ایسے خاندان ہیں جو عورتوں کا شرعی حصہ ان کو دینے کو تیار نہیں ہوتے۔ اور ایک لمبے عرصہ تک عورتوں کو ان کے شرعی حق سے محروم کیا جاتا رہا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اس بارہ میں ایک بڑی سبق آموز بات فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

”چنانچہ اس کا نتیجہ دیکھ لو کہ جب سے ان لوگوں نے لڑکیوں کا ورثہ دینا چھوڑا ہے ان کی زمینیں ہندوؤں کی ہو گئی ہیں۔ جو ایک وقت سو گھماؤں زمین کے مالک تھے اب دو (2) بیگھہ کے بھی نہیں رہے۔“ (حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 300 مطبوعہ ربوہ)

ایک دفعہ انگریزوں کی حکومت کے زمانہ میں حکومت کی طرف سے پوچھا گیا تھا کہ مسلمان رواج کے مطابق ورثہ کی تقسیم چاہتے ہیں یا شریعت کے مطابق۔ تو صرف قادیان سے آواز اٹھی تھی کہ شریعت کے مطابق ورثہ کی تقسیم ہو۔ باقی قوم بالعموم رواج کے مطابق تقسیم پر راضی تھی۔

درس حدیث نمبر113

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا خَيْرَ فِيْ جُلُوْسٍ فِي الطُّرُقَاتِ إِلَّا لِمَنْ هَدَىٰ السَّبِيْلِ وَرَدَّ التَّحِيَّةِ وَغَضَّ الْبَصَرِ وَأَعَانَ عَلَى الْحَمُوْلَةِ

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب السلام الفصل الثانی جلد2 جزء3 صفحہ166 دارالکتاب العلمیۃ بیروت2003ء حدیث4661)

ہمارے نبی ﷺ کی احادیث میں پبلک مقامات کے بارہ میں ذمہ داریوں کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ مساجد جہاں ہر طرف سے لوگ آتے ہیں، پانی کے گھاٹ جس سے پبلک فائدہ اٹھاتی ہے، راستے اور سڑکیں جن پر مرد، عورتیں اور بچے ہر طرح کے لوگ چلتے ہیں، بازار جہاں خرید و فروخت ہوتی ہے، ایسی مجالس جہاں سب لوگ آتے ہیں، سایہ دار جگہیں جہاں لوگ بیٹھتے ہیں۔ ایسے مقامات میں احساس ذمہ داری کی طرف حضور ﷺ نے خاص توجہ دلائی ہے۔

مساجد کے احترام اور صفائی کی طرف احادیث میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے، پانی کے گھاٹ کے متعلق فرمایا کہ جو اس کو گندہ کرتا ہے وہ لعن طعن کا مورد بنتا ہے، مجالس میں کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا یا دو آدمیوں کو جو اکٹھے بیٹھے ہیں الگ الگ کر کے ان کے درمیان بیٹھنے کی کوشش سے منع فرمایا ہے، پانی کے گھاٹ کی طرح سایہ دار مقامات اور راستوں کو گندہ کرنے والے کو بھی اپنے پر بھی لعن طعن کا دعوت دینا قرار دیا ہے۔

راستوں کے بارے میں آپ ﷺ کی احادیث میں بار بار ہدایت ہے کہ اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ کہ رستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا نیکی ہے۔

(بخاری کتاب الھبۃ وفضلھا باب فضل المنیحۃ2631)

آپؐ نے فرمایا کہ اگر کوچہ کی چوڑائی میں اختلاف رائے پیدا ہو تو (کم از کم) سات گز رکھا جائے۔ (مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب قدر الطریق اذا اختلفوا فیہ4139)

آپؐ نے فرمایا کہ ایک شخص چلا جا رہا تھا کہ اس نے راستہ میں ایک کانٹے دار شاخ دیکھی اس نے اسے ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو بخش دیا۔

(بخاری کتاب المظالم باب من اخذ الغصن وما یؤذی الناس......2471)

آج کی روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ رستوں پر بیٹھنے میں کوئی خیر نہیں ہاں مگر اس شخص کے لئے جو لوگوں کو صحیح راستہ بتائے اور سلام کا جواب دے اور نظر نیچی رکھے اور سامان وغیرہ اٹھانے میں لوگوں کی مدد کرے۔

درس حدیث نمبر 114

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنْ قَامَتِ السَّاعَةُ وَبِيَدِ أَحَدِكُمْ فَسِيْلَةٌ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَّا يَقُوْمَ حَتّٰى يَغْرِسَهَا فَلْيَفْعَلْ

(مسند احمد بن حنبل مسند انسؓ بن مالک جلد4 صفحہ 493 عالم الکتب بیروت 1998ء حدیث 13012)

ربوہ کا شہر خدا تعالیٰ کی رحمت کا ایک نشان ہے۔ ہم جب یہاں آئے تو یہاں صرف ایک کیکر کا درخت تھا اور بالعموم پانی کھاری اور نمکین تھا جس کی وجہ سے درخت نہیں ہوتے تھے۔

مگر حضرت مصلح موعودؓ کے عزم نے جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی حالات میں اس شہر کی تعمیر کروائی وہاں اب اس ایک کیکر کے درخت کی جگہ شاید رنگ برنگے لاکھوں درخت، پودے، بیلیں ربوہ میں نظر آتے ہیں۔ جن میں سایہ دار درخت بھی ہیں، پھلدار درخت بھی ہیں، پھولدار درخت بھی ہیں جن کو دیکھ کر طبیعت میں بشاشت ہوتی ہے اور ہمارے لئے سب سے بڑی بشارت کی بات یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے درخت لگانے کے بارہ میں غیر معمولی زور سے ہدایت فرمائی ہے۔ چنانچہ یہ حدیث جو حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے اس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کسی کے ہاتھ میں درخت کی قلم ہو اور وہ اس کو زمین میں لگا رہا ہو کہ پتہ لگے کہ قیامت آگئی ہے یا عالمگیر تباہی آگئی تب بھی وہ یہ کوشش کرے کہ اگر ہو سکے تو اس درخت کی قلم کو زمین میں لگا دے۔ درختوں کی پیداوار اور ان کی نگہداشت پر اس سے زیادہ اور کس طرح کہا جا سکتا ہے۔

درس حدیث نمبر115

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَرَّ عَلٰی صُبْرَۃٍ مِنْ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ یَدَہٗ فِیْھَا فَنَالَتْ أَصَابِعُہٗ بَلَلًا فَقَالَ: یَا صَاحِبَ الطَّعَامِ مَاھٰذَا؟ قَالَ: أَصَابَتْہُ السَّمَآءُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَہٗ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰی یَرَاہُ النَّاسُ؟ مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا

(ترمذی کتاب البیوع باب ماجاء فی کراھیۃ الغش فی البیوع1315)

آج کی دنیا میں بعض قوموں کی کمزوری اور پستی کی بنیادی وجہ تجارتی بددیانتی ہے حالانکہ بظاہر نظر وہ اللہ کی طرف سے اترنے والی اعلیٰ درجہ کی تعلیم پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ادبار اور پسماندگی ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی اس کے مقابل میں وہ لوگ ہیں جو جھوٹے مذاہب کو مانتے ہیں عقل کے خلاف عقائد رکھتے ہیں مگر تجارتی طور پر دیانت داری کی وجہ سے وہ مال و دولت کے لحاظ سے ترقی یافتہ اور خوشحال ہیں۔

ہمارے نبی ﷺ ایک دفعہ ایک غلہ کے ڈھیر کے پاس سے گزرے جو بازار میں فروخت کے لئے رکھا گیا تھا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر میں داخل کیا اور وہ غلہ چونکہ اندر سے گیلا تھا اس لئے اس کی تری آپؐ کی انگلیوں کو محسوس ہوئی آپؐ نے فرمایا اے غلہ والے یہ کیا؟ اس نے عرض کیا یارسول اللہ اس کو بارش کا پانی لگ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”تم نے اس کو اوپر کی طرف کیوں نہیں رکھا کہ لوگ دیکھ سکتے۔“ فرمایا مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا وہ شخص ہمارے میں سے نہیں ہے جو ہمیں دھوکہ دیتا ہے۔

ہمارے نبی ﷺ کے اس ارشاد میں ہمارے لئے ایک بہت بڑا سبق ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں بھی ہمیں سبقت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضاء ہمیں حاصل ہو تو ہمیں اس تعلیم پر عمل کرنا ہوگا جو ہمارے نبی ﷺ نے ہماری دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے ہمیں عطا فرمائی ہے۔

درس حدیث نمبر116

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَمْ نَعْفُوْا عَنِ الْخَادِمِ کہ ہم نوکر کو کتنی دفعہ معاف کریں حضور ﷺ خاموش رہے اس شخص نے دوبارہ سوال کیا حضور ﷺ پھر بھی خاموش رہے جب اس شخص نے تیسری دفعہ یہ سوال دہرایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اُعْفُ عَنْہُ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (ابوداؤد کتاب الأدب باب فی حق المملوک5164)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کی دس(10) سال تک خدمت کی۔ آپؐ نے کبھی کسی کام کے لئے جو میں نے کیا آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیااور کبھی کسی کام پر جو میں نے نہیں کیا آپؐ نے کبھی نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا۔

(بخاری کتاب الأدب باب حسن الخلق والسخاء وما یکرہ من البخل6038)

یہ ہے نمونہ ہمارے نبی ﷺ کا جو دنیا بھر کے سب سے زیادہ مصروف ترین وجود تھے جن کے کاموں کے متعلق اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا (المزمل:8) کہ آپ رات کے وقت دو تہائی رات تک تہجد پڑھا کریں کیونکہ آپؐ کو دن کو کام ہی کام ہے، مصروفیت ہی مصروفیت ہے اور پھر ایسے وجود کا نمونہ ہے جن کے کام ساری دنیا کے کاموں سے زیادہ اہم، زیادہ ضروری اور انسانیت کے فائدہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ بابرکت تھے۔ ایک خادم جو آپؐ کے ساتھ سفر میں ہم کاب تھے اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں آپؐ کا خادم تھا مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ آپؐ میری زیادہ خدمت کرتے تھے یا میں آپؐ کی زیادہ خدمت کرتا تھا۔

ہر شخص کی طرح نوکر سے بھی غلطی ہو سکتی ہے بعض گھروں میں معمولی سی غلطی پر نوکر کو سخت سست کہا جاتا ہے، سزا دی جاتی ہے۔ آج کی حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ اس شخص نے پوچھا حضور ہم اپنے نوکر کو کتنی دفعہ معاف کریں؟ پہلے تو حضور ﷺ خاموش رہے، دوسری دفعہ بھی خاموش رہے، تیسری دفعہ پوچھنے پر فرمایا دن میں ستر دفعہ معاف کرو اور یہ صرف حضور ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ عملی نمونہ بھی ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

درس حدیث نمبر117

عَنْ أَبِیْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّہٗ کَانَ اِذَا جَاءَہٗ أَمْرُ سَرُوْرٍ أَوْ یُسَرُّ بِہٖ خَرَّ سَاجِدًا شَاکِرًا لِلّٰہِ تَعَالٰی

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی سجود الشکر2774)

انسان کو اپنی روزانہ زندگی میں غم ہوتا ہے، خوشی بھی ہوتی ہے، دکھ اور بیماری اور تکلیف کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، صحت اور آرام اور سہولت بھی ہوتی ہے۔ قرآن شریف میں مومن کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ جو لوگ مصیبت کے وقت صبر سے کام لیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے احسان کے وقت شکر کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا دروازہ مزید کھولتے ہیں۔ دنیا میں شاید ہی کوئی آدمی ہو جس نے کوئی غم اور دکھ اپنی زندگی میں نہ دیکھا ہو اور شاید ہی کوئی آدمی ہو جس نے آرام اور سہولت اور خوشی کی گھڑیاں نہ دیکھی ہوں۔ مومن کا ردّ عمل سب سے زیادہ حکیمانہ ہوتا ہے، وہ غم کے وقت صبر کا نمونہ دکھاتا ہے اور خوشی کے وقت شکر کا اسوہ دکھاتا ہے۔

اس بارہ میں سب سے عمدہ اور لطیف نمونہ ہمارے نبی ﷺ کا ہے آپؐ نے عزیزوں کی وفات کا غم بھی دیکھا، بیماری سے بھی دکھ اٹھایا، وطن سے بھی بے وطن ہوئے، دشمنوں کے حملوں میں آپؐ شدید زخمی بھی ہوئے مگر کبھی آپؐ نے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا اور آپؐ کو عظیم الشان فتوحات بھی ہوئیں۔ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اپنی محبت اور شفقت کا کمال درجہ اظہار فرمایا۔ آپؐ کو سب انسانوں کا سردار بنایا، جنت میں سب سے پہلے جانے کی آپؐ کو بشارت دی، انسانیت پر اترنے والی سب سے بلند پایہ وحی آپؐ پر نازل فرمائی مگر ہر انعام پر، ہر احسان پر آپؐ نے یہی فرمایا کہ لَا فَخْرَ کوئی غرور نہیں۔

جو حدیث آپؐ کے بارہ میں آج ہم نے پڑھی ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی ایسی بات آتی جو خوشی کا باعث ہوتی تو آپؐ بے ساختہ شکر کرتے ہوئے سجدہ شکر میں گر جاتے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

درس روحانی خزائن نمبر 79

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**دُعا تریاق ہے:** گناہ کرنے والا اپنے گناہوں کی کثرت وغیرہ کا خیال کر کے دُعا سے ہرگز باز نہ رہے۔ دعا تریاق ہے۔ آخر دعاؤں سے دیکھ لے گا کہ گناہ اسے کیسا برا لگنے لگا۔ جو لوگ معاصی میں ڈوب کر دعا کی قبولیت سے مایوس رہتے ہیں اور توبہ کی طرف رجوع نہیں کرتے، آخر وہ انبیاء اور ان کی تاثیرات کے منکر ہو جاتے ہیں۔

توبہ جُزوِ بیعت ہے: یہ توبہ کی حقیقت ہے (جو اوپر بیان ہوئی) اور یہ بیعت کی جز کیوں ہے؟ تو بات یہ ہے کہ انسان غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ جب وہ بیعت کرتا ہے اور ایسے کے ہاتھ پر جسے اللہ تعالیٰ نے وہ تبدیلی بخشی ہو، تو جیسے درخت میں پیوند لگانے سے خاصیت بدل جاتی ہے۔ اسی طرح سے اس پیوند سے بھی اس میں وہ فیوض اور انوار آنے لگتے ہیں (جو اس تبدیلی یافتہ انسان میں ہوتے ہیں) بشرطیکہ اس کے ساتھ سچا تعلق ہو۔ خشک شاخ کی طرح نہ ہو۔ اس کی شاخ ہو کر پیوند ہو جاوے۔ جس قدر یہ نسبت ہوگی اسی قدر فائدہ ہو گا۔

رسمی بیعت فائدہ نہیں دیتی: بیعت رسمی فائدہ نہیں دیتی۔ ایسی بیعت سے حصہ دار ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اسی وقت حصہ دار ہو گا جب اپنے وجود کو ترک کر کے بالکل محبت اور اخلاص کے ساتھ اس کے ساتھ ہو جاوے۔ منافق آنحضرت ﷺ کے ساتھ سچا تعلق نہ ہونے کی وجہ سے آخر بے ایمان رہے۔ ان کو سچی محبت اور اخلاص پیدا نہ ہوا، اس لیے ظاہری لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ان کے کام نہ آیا۔ تو ان تعلقات کو بڑھانا بڑا ضروری امر ہے۔ اگر ان تعلقات کو وہ (طالب) نہیں بڑھاتا اور کوشش نہیں کرتا، تو اس کا شکوہ اور افسوس بے فائدہ ہے۔ محبت و اخلاص کا تعلق بڑھانا چاہیے۔ جہاں تک ممکن ہو اس انسان (مرشد) کے ہمرنگ ہو۔ طریقوں میں اور اعتقاد میں۔ نفس لمبی عمر کے وعدے دیتا ہے۔ یہ دھوکہ ہے۔ عمر کا اعتبار نہیں ہے۔ جلدی راستبازی اور عبادت کی طرف جھکنا چاہیے اور صبح سے لے کر شام تک حساب کرنا چاہیے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 3،4 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

تریاق	زہر کی دوا، علاج	**معاصی**	گناہ

درس روحانی خزائن نمبر80

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

"**محبوب الٰہی بننے کے لئے واحد راہ اطاعت رسول اللہ ﷺ:** پس رسول اللہ ﷺ ایک کامل نمونہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور محبوب الٰہی بننے کا ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں فرما دیا کہ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ (آل عمران:32) یعنی ان کو کہہ دو کہ تم اگر چاہتے ہو کہ محبوب الٰہی بن جاؤ اور تمہارے گناہ بخش دیئے جاویں، تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ میری اطاعت کرو۔

کیا مطلب کہ میری پیروی ایک ایسی شے ہے جو رحمت الٰہی سے نامید ہونے نہیں دیتی۔ گناہوں کی مغفرت کا باعث ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور تمہارا یہ دعویٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اسی صورت میں سچا اور صحیح ثابت ہوگا کہ تم میری پیروی کرو۔ اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے کسی **خودتراشیدہ** طرز ریاضت و مشقت اور **جپ تپ** سے اللہ تعالیٰ کا محبوب اور قرب الٰہی کا حق دار نہیں بن سکتا۔

انوار و برکات الٰہیہ کسی پر نازل نہیں ہو سکتیں۔ جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں نہ کھو جائے اور جو شخص آنحضرت ﷺ کی محبت میں گم ہو جاوے اور آپؐ کی اطاعت اور پیروی میں ہر قسم کی موت اپنی جان پر وارد کر لے۔ اس کو وہ نور ایمان، محبت اور عشق دیا جاتا ہے۔ جو غیر اللہ سے رہائی دلا دیتا ہے۔ اور گناہوں سے **رستگاری** اور نجات کا موجب ہوتا ہے۔ اسی دنیا میں وہ ایک پاک زندگی پاتا ہے۔ اور نفسانی جوش و جذبات کی تنگ و تاریک قبروں سے نکال دیا جاتا ہے۔ اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے۔ اَنَا الۡحَاشِرُ الَّذِیۡ یُحۡشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیۡ یعنی میں وہ مردوں کو اٹھانے والا ہوں جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جاتے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ وہ علوم جو مدارِ نجات ہیں۔ یقینی اور قطعی طور پر بجز اس حیات کے حاصل نہیں ہو سکتے۔ جو بتوسط روح القدس انسان کو ملتی ہے اور قرآن شریف کی یہ آیت

صاف طور پر اور پکار کر یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ حیات روحانی صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے ملتی ہے اور وہ تمام لوگ جو بخل اور **عناد** کی وجہ سے نبی کریمؐ کی **متابعت** سے سرکش ہیں، وہ شیطان کے سائے کے نیچے ہیں۔ اس میں اس پاک زندگی کی روح نہیں ہے۔ جو بظاہر زندہ کہلاتا ہے۔ لیکن مردہ ہے۔ جبکہ شیطان اس کے دل پر سوار ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 427،426 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

خود تراشیدہ	اپنے آپ بنائی ہوئی	**جپ تپ**	ریاضت
رستگاری	نجات	**عناد**	دشمنی، بغض
متابعت	پیروی، اطاعت		

درس روحانی خزائن نمبر 81

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**دوسرے کے متعلق رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کی جائے:** انسان دوسرے شخص کی دل کی ماہیت معلوم نہیں کر سکتا اور اس کے قلب کے مخفی گوشوں تک اس کی نظر نہیں پہنچ سکتی، اس لیے دُوسرے شخص کی نسبت جلدی سے کوئی رائے نہ لگائے، بلکہ صبر سے انتظار کرے۔ ایک شخص کا ذکر ہے کہ اس نے خدا تعالیٰ سے عہد کیا کہ مَیں سب کو اپنے سے بہتر سمجھوں گا اور کسی کو اپنے سے کمتر خیال نہیں کروں گا۔ اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے انسان ایسی تجویزیں سوچتے رہتے ہیں۔ ایک دن اس نے ایک دریا کے پل کے پاس جہاں سے بہت آدمی گذر رہے تھے ایک شخص بیٹھا ہوا دیکھا اور اس کے پہلو میں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک بوتل اس شخص کے ہاتھ میں تھی۔ آپ پیتا تھا اور اُس عورت کو بھی پلاتا تھا۔ اُس نے اس پر بدظنی کی اور خیال کیا کہ مَیں اس بے حیا سے تو ضرور بہتر ہوں۔ اتنے میں ایک کشتی آئی اور معہ سواریوں کے ڈوب گئی۔ وہی شخص جو عورت کے پاس بیٹھا تھا، دریا میں سے سوائے ایک کے سب کو نکال لایا اور اس بدظن سے کہا کہ تُو مجھ پر بدظنی کرتا تھا۔ سب کو میں نکال لایا ہوں، ایک کو تو نکال لا۔ خدا نے مجھے تیرے امتحان کے لئے بھیجا تھا اور تیرے دل کے ارادہ سے مجھے اطلاع دی۔ یہ عورت میری والدہ ہے اور بوتل میں شراب نہیں دریا کا پانی ہے۔ غرض انسان دوسرے کی نسبت جلد رائے نہ لگائے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 473 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

ماہیت	حالت		

درس روحانی خزائن نمبر82

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**وضو اور نماز:** اور پھر ایسی حالت میں کہ نماز کا پڑھنا اور وضو کا کرنا طبی فوائد بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ اطباء کہتے ہیں کہ اگر کوئی ہر روز منہ نہ دھوئے تو **آنکھ آجاتی** ہے۔ اور یہ **نزول الماء** کا مقدمہ ہے۔ اور بہت سی بیماریاں اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ پھر بتلاؤ کہ وضو کرتے ہوئے کیوں موت آتی ہے۔ بظاہر کیسی عمدہ بات ہے۔ منہ میں پانی ڈال کر کلی کرنا ہوتا ہے۔ مسواک کرنے سے منہ کی بدبو دور ہو جاتی ہے۔ دانت مضبوط ہو جاتے اور دانتوں کی مضبوطی غذا کے عمدہ طور پر چبانے اور جلد ہضم ہو جانے کا باعث ہوتی ہے۔ پھر ناک صاف کرنا ہوتا ہے۔ ناک میں کوئی بدبو داخل ہو تو دماغ کو پراگندہ کر دیتی ہے۔

اب بتلاؤ کہ اس میں برائی کیا ہے۔ اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی حاجات لے جاتا ہے۔ اور اس کو اپنے مطالب عرض کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ دعا کرنے کے لئے فرصت ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ نماز میں ایک گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ اگرچہ بعض نمازیں تو پندرہ منٹ سے بھی کم وقت میں ادا ہو جاتی ہیں۔ پھر بڑی حیرانی کی بات ہے کہ نماز کے وقت کو **تضیع اوقات** سمجھا جاتا ہے۔ جس میں اس قدر بھلائیاں اور فائدے ہیں اور اگر سارا دن اور ساری رات لغو اور فضول باتوں یا کھیل اور تماشوں میں ضائع کر دیں تو اس کا نام مصروفیت رکھا جاتا ہے۔ اگر قوی ایمان ہوتا، قوی تو ایک طرف اگر ایمان ہی ہوتا، تو یہ حالت کیوں ہوتی اور یہاں تک نوبت کیوں پہنچتی۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 407 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

آنکھ آنا	آنکھ دکھنا۔ آنکھ میں تکلیف ہونا۔ آنکھ میں جلن ہونا	**نزول الماء**	موتیابند، آنکھوں کا ایک مرض جس میں آنکھوں میں پانی اترتا ہے اور بینائی کم ہو جاتی ہے
تضیع اوقات	اوقات کا ضائع کرنا		

درس روحانی خزائن نمبر 83

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**زندگانی کی خواہش گناہ کی جڑ ہے:** زندگانی کی زیادہ خواہش اکثر گناہوں کی اور کمزوریوں کی جڑھ ہے۔ ہمارے دوستوں کو لازم ہے کہ مالک حقیقی کی رضا میں اوقات عزیز بسر کرنے کی ہر وقت کوشش کریں۔ حاصل یہی ہے۔ ورنہ آج چل دینے اور مثلاً پچاس سال کے بعد کوچ کرنے میں کیا فرق ہے۔ جو آج چاند و سورج ہے وہی اس دن ہو گا۔ جو انسان **نافع** اور اس کے دین کا خادم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بخود اس کی عمر اور صحت میں برکت ڈال دیتا ہے۔ اور **شرّ النّاس** کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ سو آپ سب کام ہر حال خدا میں ہو کر کریں۔ خود اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے گا۔ تیس سال سے زائد عرصہ گزرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صاف لفظوں میں فرمایا کہ تیری عمر اسّی برس یا دو چار اوپر یا نیچے ہو گی۔ اس میں بھی بھید ہے کہ جو کام میرے سپرد ہے۔ اس قدر مدت میں تمام کرنا منظور ہو گا۔ لہٰذا مجھے اپنی بیماری میں کبھی موت کا غم نہیں ہوا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جن درختوں کے نیچے میں چھ سات سالہ عمر میں کھیلا کرتا تھا۔ آج بعینہٖ بعض درخت اسی طرح ہرے بھرے سرسبز کھڑے ہیں، لیکن میں اپنے حال کو کچھ اور کا اور ہی دیکھتا ہوں۔ تم بھی اس کو تصور کر سکتے ہو۔

یہ **طعن و تشنیع** ہمعصروں کی غنیمت سمجھیں۔ اس میں اصلاح نفس **متصور** ہے۔ جب یہ نہ ہوں گے تو پھر خدمت مولیٰ کریم اور ہدیہ قابل حضرت عزت کا کیا ہو گا؟ آپ بیماری کا فکر کرتے ہیں۔ تمہارے پہلے بھائی یعنی صحابہؓ تو بیعت ہی جان قربان کرنے کی کرتے تھے اور ہر حال منتظر رہتے تھے کہ کب وہ وقت آتا ہے کہ اپنے مالک حقیقی کے راستے میں فدا ہوں۔ غرض ہر حال کیا صحت اور کیا بیماری۔ آپ مولیٰ کریم سے معاملہ ٹھیک رکھیں۔ سب کام اچھے ہو جائیں گے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 438، 439 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

نافع	فائدہ مند، فائدہ پہنچانے والا	شرّ النّاس	لوگوں میں سے بدترین
طعن و تشنیع	گالی گلوچ، لعن طعن	متصوّر	جس کا خیال یا تصور کیا جائے

درس روحانی خزائن نمبر84

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**قبولیت دعا کا فلسفہ:** دعا بڑی چیز ہے! افسوس لوگ نہیں سمجھتے کہ وہ کیا ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہر دعا جس طرز اور حالت پر مانگی جاوے، ضرور قبول ہو جانی چاہیے۔ اس لئے جب وہ کوئی دعا مانگتے ہیں اور پھر وہ اپنے دل میں جمائی ہوئی صورت کے مطابق اس کو پورا ہوتا نہیں دیکھتے، تو مایوس اور ناامید ہو کر اللہ تعالیٰ پر بد ظن ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ مومن کی یہ شان ہونی چاہیے کہ اگر بظاہر اسے اپنی دعا میں مراد حاصل نہ ہو، تب بھی ناامید نہ ہو۔ کیونکہ رحمت الٰہی نے اس دعا کو اس کے حق میں مفید نہیں قرار دیا۔ دیکھو اگر بچہ ایک آگ کے انگارے کو پکڑنا چاہے تو ماں دوڑ کر اس کو پکڑ لے گی۔ بلکہ اگر بچہ کی اس نادانی پر ایک تھپڑ بھی لگا دے، تو کوئی تعجب نہیں۔ اسی طرح تو مجھے ایک لذت اور سرور آ جاتا ہے۔ جب میں اس فلسفہ دعا پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ علیم اور خبیر خدا جانتا ہے کہ کونسی دعا مفید ہے۔

آداب دعا: مجھے بارہا افسوس آتا ہے۔ جب لوگ دعا کے لئے خطوط بھیجتے ہیں۔ اور ساتھ ہی لکھ دیتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے یہ دعا قبول نہ ہوئی تو ہم جھوٹا سمجھ لیں گے۔ آہ! یہ لوگ آداب دعا سے کیسے بے خبر ہیں۔ نہیں جانتے کہ دعا کرنے والے اور کرانے والے کے لئے کیسی شرائط ہیں۔ اس سے پہلے کہ دعا کی جاوے یہ بد ظنی کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنے ماننے کا احسان جتانا چاہتے ہیں اور نہ ماننے اور تکذیب کی دھمکی دیتے ہیں۔ ایسا خط پڑھ کر مجھے بدبو آجاتی ہے اور مجھے خیال آجاتا ہے کہ اس سے بہتر تھا کہ یہ دعا کے لئے خط ہی نہ لکھتا۔ میں نے کئی بار اس مسئلہ کو بیان کیا ہے اور پھر مختصر طور پر سمجھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے دوستانہ معاملہ کرنا چاہتا ہے۔ دوستوں میں ایک سلسلہ تبادلہ کا رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں میں بھی اسی رنگ کا ایک سلسلہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبادلہ یہ ہے کہ جیسے وہ اپنے بندے کی ہزار ہا دعاؤں کو سنتا اور مانتا ہے۔ اس کے عیبوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ باوجودیکہ وہ ایک ذلیل سے ذلیل ہستی

ہے، لیکن اس پر فضل و رحم کرتا ہے۔ اسی طرح اس کا حق ہے کہ یہ خدا کی بھی مان لے یعنی اگر کسی دعا میں اپنے **منشاء** اور مراد کے موافق ناکام رہے۔ تو خدا پر بد ظن نہ ہو، بلکہ اپنی اس نامرادی کو کسی غلطی کا نتیجہ قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی رضا پر **انشراح صدر** کے ساتھ راضی ہو جاوے اور سمجھ لے کہ میرا مولیٰ یہی چاہتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 434، 435 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

سرور	مزا، لذت	**مبادلہ**	ادل بدل، باہمی تبادلہ
منشاء	مرضی	**انشراح صدر**	دلی اطمینان

درس روحانی خزائن نمبر85

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**اپنی جماعت کے لئے بعض نصائح:** اے میری جماعت خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفر آخرت کے لئے ایسا طیار کرے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب طیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں ہے۔ لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہے اور بدقسمت ہے وہ جس کا تمام **ہم و غم** دنیا کے لئے ہے ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ **عبث** طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔

اے سعادتمند لوگو! تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے۔ تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصّوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے **نفس امّارہ** میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو۔ سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے اگر تم اس چند روزہ دنیا میں ان کی بدخواہی کرو خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجا لاؤ کہ تم اُن سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دُعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے کیونکہ انسان کمزور ہے ہر ایک بدی جو دور ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دور ہوتی ہے اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے کسی بدی کے دُور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کے **آستانہ** پر گر جائیں۔ اور خدا اور اس کے احکام

ہر ایک پہلو کے رُو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں۔"

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد20 صفحہ 63)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

ہم و غم	پریشانی و مصائب	**عبث**	بے فائدہ
نفسِ امّارہ	بدی پر ابھارنے والا نفس	**آستانہ**	چوکھٹ، دربار

درس روحانی خزائن نمبر86

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”**ابتلاء ضروری ہے:** ابتلاء ضروری ہے۔ جیسے یہ آیت اشارہ کرتی ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ (العنکبوت:3) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور استقامت کی، ان پر فرشتے اترتے ہیں۔ مفسروں کی غلطی ہے کہ فرشتوں کا اترنا نزع میں ہے۔ یہ غلط ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دل کو صاف کرتے ہیں اور نجاست اور گندگی سے، جو اللہ سے دور رکھتی ہے، اپنے نفس کو دور رکھتے ہیں۔ ان میں سلسلہ الہام کے لئے ایک مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے پھر متقی کی شان میں ایک اور جگہ فرمایا اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس:63) یعنی جو اللہ کے ولی ہیں ان کو کوئی غم نہیں جس کا خدا متکفل ہو اس کو کوئی تکلیف نہیں۔ کوئی مقابلہ کرنے والا ضرر نہیں دے سکتا اگر خدا ولی ہو جائے۔ پھر فرمایا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰمٓ السجدۃ:31) یعنی تم اس جنت کے لئے خوش ہو جس کا تم کو وعدہ ہے۔

قرآن کی تعلیم سے پایا جاتا ہے کہ انسان کے لئے دو جنت ہیں۔ جو شخص خدا سے پیار کرتا ہے کیا وہ ایک جلنے والی زندگی میں رہ سکتا ہے؟ جب اس جگہ ایک حاکم کا دوست دنیوی تعلقات میں ایک قسم کی بہشتی زندگی میں ہوتا ہے، تو کیوں نہ ان کے لئے دروازہ جنت کا کھلے جو اللہ کے دوست ہیں، اگرچہ دنیا پر از تکلیف و مصائب ہے، لیکن کسی کو کیا خبر کہ وہ کیسی لذت اٹھاتے ہیں؟ اگر ان کو رنج ہو تو آدھ گھنٹہ تکلیف اٹھانا بھی مشکل ہے، حالانکہ وہ تو تمام عمر تکلیف میں رہتے ہیں۔ ایک زمانہ کی سلطنت ان کو دے کر ان کو اپنے کام سے روکا جاوے تو کب کسی کی سنتے ہیں؟ اس طرح خواہ مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں، وہ اپنے ارادہ کو نہیں چھوڑتے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 10، 11 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

نزع	جان کنی کی حالت	متکفل	کفیل، ذمہ دار، ضامن

درس روحانی خزائن نمبر 87

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

"**قرآن کریم کا اعجاز:** قرآن شریف میں سب کچھ ہے۔ مگر جب تک بصیرت نہ ہو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف کو پڑھنے والا جب ایک سال سے دوسرے سال میں ترقی کرتا ہے، تو وُہ اپنے گزشتہ سال کو ایسا معلوم کرتا ہے کہ گویا وہ تب ایک **طفل مکتب** تھا۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں ترقی بھی ایسی ہے۔ جن لوگوں نے قرآن شریف کو **ذوالوجوہ** کہا ہے۔ مَیں اُن کو پسند نہیں کرتا۔ اُنہوں نے قرآن شریف کی عزت نہیں کی۔

قرآن شریف کو **ذوالمعارف** کہنا چاہیے۔ ہر مقام میں سے کئی معارف نکلتے ہیں اور ایک نکتہ دُوسرے نکتہ کا **نقیض** نہیں ہوتا، مگر **زُودرنج**، **کینہ پرور** اور غصہ والی طبائع کے ساتھ قرآن شریف کی مناسبت نہیں ہے اور نہ ایسوں پر قرآن شریف کھلتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اس قسم کی تفسیر بنادوں۔ نرا فہم اور اعتقاد نجات کے واسطے کافی نہیں۔ جب تک کہ وہ عملی طور پر ظہور میں نہ آوے۔ عمل کے سوا کوئی قول جان نہیں رکھتا۔ قرآن شریف پر ایسا ایمان ہونا چاہیے کہ یہ درحقیقت معجزہ ہے اور خدا کے ساتھ ایسا تعلق ہو کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔ جب تک لوگوں میں یہ بات پیدا نہ ہو جائے، گویا جماعت نہیں بنی۔ اگر کسی سے ایسی غلطی ہو کہ وہ صرف ایک غلط خیال کی وجہ سے ایک امر میں ہماری مخالفت کرتا ہے، تو ہم ایسے نہیں ہیں کہ ہم اس پر ناراض ہو جائیں۔ ہم جانتے ہیں کہ کمزوروں پر رحم کرنا چاہیے۔ ایک بچہ اگر بستر پر پاخانہ پھر دے اور ماں غصہ میں آکر اس کو پھینک دے، تو وہ خون کرتی ہے۔ ماں اگر بچہ کے ساتھ ناراض ہونے لگے اور ہر روز اس سے روٹھنے لگے۔ تو کام کب بنے۔ وُہ جانتی ہے کہ یہ **ہنوز** نادان ہے۔ رفتہ رفتہ خدا اس کو عقل دے گا اور کوئی وقت آتا ہے کہ یہ سمجھ لے گا کہ ایسا کرنا نامناسب ہے۔ سو ہم ناراض کیوں ہوں۔ اگر ہم کذب پر ہیں، تو خود ہمارا کذب ہمیں ہلاک کرنے کے واسطے کافی ہے۔ ہم اس راہ پر قدم مارنے والے سب سے پہلے نہیں ہیں۔ جو ہم گھبرا جائیں کہ شاید حق والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کیا معاملہ ہوا کرتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ سنت اللہ کیا ہے۔ سرورِ انبیاءؐ پر کروڑوں اعتراض ہوئے۔ ہم پر تو ابھی اتنے نہیں ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگ احد میں آپؐ کو 70 تلواریں لگی تھیں۔ صدق کا بیج ضائع نہیں ہوتا۔ ابو بکری طبیعت تو کوئی ہوتی ہے کہ فوراً مان لے۔ طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ مگر نشان کے ساتھ کوئی ہدایت نہیں پا سکتا۔ سکینت باطنی آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ تصرفاتِ باطنی یک دفعہ تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں۔ پھر انسان ہدایت پاتا ہے۔ ہدایت **امرِ ربی** ہے۔ اس میں کسی کو دخل نہیں۔ میرے قابو میں ہو تو مَیں سب کو **قُطب** اور **ابدال** بنادُوں۔ مگر یہ اَمر محض خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ہاں دُعا کی جاتی ہے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 453، 454 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

طفل مکتب	مدرسے میں پڑھنے والا بچہ، نو آموز	**ذوالوجوہ**	چہرے والا
ذوالمعارف	معارف والا	**نقیض**	الٹ، متضاد
زودرنج	بہت جلد ناراض ہو جانے والا	**کینہ پرور**	دشمنی رکھنے والا
ہنوز	ابھی تک	**امرِ ربی**	میرے رب کا حکم
قطب	خدا رسیدہ بزرگ	**ابدال**	نیک صالح لوگ

درس روحانی خزائن نمبر 88

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**عبادت کی حقیقت:** عبادت اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان ہر قسم کی **قساوت**، **کجی** کو دُور کر کے دل کی زمین کو ایسا صاف بنادے، جیسے زمیندار زمین کو صاف کرتا ہے۔ عرب کہتے ہیں **مور معبد** جیسے سُرمہ کو باریک کر کے آنکھوں میں ڈالنے کے قابل بنالیتے ہیں۔ اسی طرح جب دل کی زمین میں کوئی کنکر، پتھر، ناہمواری نہ رہے اور ایسی صاف ہو کہ گویا رُوح ہی رُوح ہو۔ اس کا نام عبادت ہے۔ چنانچہ اگر یہ درستی اور صفائی آئینہ کی جاوے، تو اس میں شکل نظر آجاتی ہے اور اگر زمین کی کی جاوے، تو اس میں انواع و اقسام کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس انسان جو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر دل صاف کرے اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ناہمواری، کنکر، پتھر نہ رہنے دے، تو اس میں خدا نظر آئے گا۔

مَیں پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے درخت اُس میں پیدا ہو کر نشوونما پائیں گے اور وہ اثمار شیریں و طیب ان میں لگیں گے۔ جو اُكُلُهَا دَآئِمٌ (الرعد:36) کے مصداق ہوں گے۔ یادرکھو کہ یہ وہی مقام ہے، جہاں صُوفیوں کے **سلوک** کا خاتمہ ہے۔ جب **سالک** یہاں پہنچتا ہے، تو خدا ہی خدا کا جلوہ دیکھتا ہے۔ اس کا دل عرش الٰہی بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس پر نزول فرماتا ہے۔ سلوک کی تمام منزلیں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں کہ انسان کی حالت **تعبد** درست ہو، جس میں رُوحانی باغ لگ جاتے ہیں اور آئینہ کی طرح خدا نظر آتا ہے۔ اسی مقام پر پہنچ کر انسان دُنیا میں جنت کا نمونہ پاتا ہے اور یہاں ہی هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا (البقرہ:26) کہنے کا حظ اور لُطف اُٹھاتا ہے۔

غرض حالتِ تعبد کی درستی کا نام عبادت ہے، پھر فرمایا اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ (ھود:3) چونکہ یہ تعبد تام کا عظیم الشان کام انسان بدُوں کسی اُسوۂ حسنہ اور نمونہ کاملہ کے اور کسی قوتِ قدسی کے کامل اثر کے بغیر نہیں کر سکتا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مَیں اسی خدا کی طرف سے **نذیر** اور **بشیر** ہو کر آیا ہوں۔ اگر میری اطاعت کرو گے اور مجھے قبول

کروگے تو تمہارے لیے بڑی بڑی بشارتیں ہیں۔ کیونکہ مَیں بشیر ہوں اور اگر رَدّ کرتے ہو تو یادرکھو کہ مَیں نذیر ہو کر آیا ہوں۔ پھر تم کو بڑی بڑی **عقوبتوں** اور دُکھوں کا سامنا ہو گا۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 347 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

قساوت	سختی	**کجی**	ٹیڑھا پن
مورمعبد	کثرت سے چلنے کی وجہ سے بہت ہموار ہو جانے والا راستہ	**سلوک**	اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا راستہ
سالک	اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا	**تعبد**	عبادت گزاری، بندگی
نذیر	ڈرانے والا، ہوشیار کرنے والا	**بشیر**	خوشخبری دینے والا
عقوبتوں	دکھوں، تکلیفوں		

درس روحانی خزائن نمبر 89

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”یقیناً یادرکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا کبھی نہیں چھوڑے گا کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ۔

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من
آں منم کاندر میانِ خاک وخوں بینی سرے ☆

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب وشتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ہو گا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے۔ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ہو سکتے مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو

جائیں ان کو **وداع** کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عند اللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں۔ کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے۔"

(انوار الاسلام روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 23،24)

☆ ترجمہ: "میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ لڑائی کے وقت تو میری پیٹھ دیکھے، میں وہ ہوں کہ تجھے خاک اور خون میں پڑا ایک سر دکھائی دے گا۔"

(درثمین فارسی کے محاسن صفحہ 296 مطبوعہ قادیان 2002ء)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

سرشت	فطرت	**پیوند**	جوڑ
پُرخار بادیہ	کانٹوں بھرا بیابان	**سبّ وشتم**	گالی گلوچ
عبث	بے فائدہ	**وداع**	الوداع

درس روحانی خزائن نمبر 90

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں:۔

”قرآن کریم کی آیات معقولی اور رُوحانی دونوں طور کی روشنی اپنے اندر رکھتی ہیں۔ پھر بعد اس کے فرمایا کہ قرآن میں اِس قدر عظمت حق بھری ہوئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی آیتوں کے سُننے سے اُن کے دِلوں پر **قشعریرہ** پڑجاتا ہے اور پھر اُن کی جلدیں اوراُن کے دل یاد الٰہی کے لئے بہ نکلتے ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ یہ کتاب حق ہے اور نیز میزان حق یعنی یہ حق بھی ہے اور اِس کے ذریعہ سے حق شناخت بھی ہو سکتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے آسمان پر سے پانی اُتارا۔

پس اپنے اپنے قدر پر ہریک وادی بہ نکلی یعنی جس قدر دنیا میں طبائع انسانی ہیں قرآن کریم اُنکے ہریک مرتبہ فہم اور عقل اور ادراک کی تربیت کرنیوالا ہے اور یہ امر مستلزم کمال تام ہے کیونکہ اِس آیت میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن کریم اِس قدر وسیع دریائے معارف ہے کہ محبت الٰہی کے تمام پیاسے اور معارف حقّہ کے تمام **تشنہ لب** اسی سے پانی پیتے ہیں اور پھر فرمایا کہ ہم نے قرآن کریم کو اِسلئے اُتارا ہے کہ تا جو پہلی قوموں میں اختلاف ہو گئے ہیں اُن کا اظہار کیا جائے۔ اور پھر فرمایا کہ یہ قرآن ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ اور اُس میں تمام بیماریوں کی شفا ہے اور طرح طرح کی برکتیں یعنی معارف اور انسانوں کو فائدہ پہنچانے والے اُموراس میں بھرے ہوئے ہیں اوراس لائق ہے کہ اِس کو تدبّر سے دیکھا جائے اور عقلمند اس میں غور کریں اور سخت جھگڑ الواِس سے مُلزم ہوتے ہیں اور ہر یک شے کی تفصیل اِس میں موجود ہے اور یہ ضرورت حقہ کے وقت نازل کیا گیا ہے۔ اور ضرورت حقہ کے ساتھ اُترا ہے اور یہ کتاب عزیز ہے باطل کو اِس کے آگے پیچھے راہ نہیں اور یہ نور ہے جس کے ذریعہ سے ہدایت دی جاتی ہے اِس میں ہر یک شے کا بیان موجود ہے اور یہ رُوح ہے اور یہ کتاب عربی **فصیح بلیغ** میں ہے اور تمام صداقتیں **غیر متبدل** اِس میں موجود ہیں ان کو کہدے کہ اگر جن وانس اس کی نظیر بنانا چاہیں یعنی وہ صفات کاملہ جو اس کی بیان کی گئی ہیں اگر کوئی ان کی مثل بنی آدم اور جنّات میں سے بنانا چاہیں تو یہ اُن کیلئے ممکن نہ ہو گا اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔“

(کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 58،59)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

قشعریرہ	لرزہ	**تشنہ لب**	پیاسا
فصیح و بلیغ	دور رس معانی پر مشتمل، جامع اور معنی خیز	**غیر متبدل**	بدلی نہ جانے والی

درس روحانی خزائن نمبر 91

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**صبر**: منجملہ انسان کے طبعی امور کے ایک صبر ہے جو اس کو ان مصیبتوں اور بیماریوں اور دکھوں پر کرنا پڑتا ہے جو اس پر ہمیشہ پڑتے رہتے ہیں اور انسان بہت سے **سیاپے** اور **جزع فزع** کے بعد صبر اختیار کرتا ہے۔ لیکن جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب کے رُو سے وہ صبر اخلاق میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ ایک حالت ہے جو تھک جانے کے بعد ضرورتاً ظاہر ہو جاتی ہے یعنی انسان کی طبعی حالتوں میں سے یہ بھی ایک حالت ہے کہ وہ مصیبت کے ظاہر ہونے کے وقت پہلے روتا چیختا سر پیٹتا ہے۔ آخر بہت سا بخار نکال کر جوش تھم جاتا ہے اور انتہا تک پہنچ کر پیچھے ہٹنا پڑتا ہے۔ پس یہ دونوں حرکتیں طبعی حالتیں ہیں ان کو خلق سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ اس کے متعلق خلق یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے ہاتھ سے جاتی رہے تو اس چیز کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھ کر کوئی شکایت منہ پر نہ لاوے۔ اور یہ کہے کہ خدا کا تھا خدا نے لے لیا اور ہم اُس کی رضا کے ساتھ راضی ہیں۔ اس خلق کے متعلق خدا تعالیٰ کا پاک کلام قرآن شریف ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے۔

وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ رَحۡمَۃٌ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُہۡتَدُوۡنَ (البقرۃ:156 تا 158)

یعنی اے مومنو! ہم تمہیں اس طرح پر آزماتے رہیں گے کہ کبھی کوئی خوفناک حالت تم پر طاری ہو گی اور کبھی فقر و فاقہ تمہارے شامل حال ہو گا اور کبھی تمہارا مالی نقصان ہو گا اور کبھی جانوں پر آفت آئے گی اور کبھی اپنی محنتوں میں ناکام رہو گے اور **حسب المراد** نتیجے کوششوں کے نہیں نکلیں گے اور کبھی تمہاری پیاری اولاد مرے گی۔ پس ان لوگوں کو خوشخبری ہو کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی چیزیں اور اس کی امانتیں اور اس کے **مملوک** ہیں۔ پس حق یہی ہے کہ جس کی امانت ہے اس کی طرف رجوع کرے۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہیں جو خدا کی راہ کو پا گئے۔

غرض اس **خلق** کا نام صبر اور رضا بر رضائے الٰہی ہے۔ اور ایک طور سے اس **خلق** کا نام عدل بھی ہے کیونکہ جبکہ خدا تعالیٰ انسان کی تمام زندگی میں اس کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور نیز ہزار ہا باتیں اس کی مرضی کے موافق ظہور میں لاتا ہے اور انسان کی خواہش کے مطابق اس قدر نعمتیں اس کو دے رکھی ہیں کہ انسان شمار نہیں کر سکتا تو پھر یہ شرط انصاف نہیں کہ اگر وہ کبھی اپنی مرضی بھی منوانا چاہے۔ تو انسان **منحرف** ہو۔ اور اس کی رضا کے ساتھ راضی نہ ہو۔ اور **چون وچرا کرے** یا بے دین اور بے راہ ہو جائے۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 361، 362)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

سیاپے	بین کرنا	**جزع فزع**	رونا دھونا، چیخنا چلانا
حسب المراد	مراد کے مطابق	**مملوک**	خادم، بندے
منحرف ہونا	منہ موڑنا	**چون وچرا کرنا**	حیل و حجت کرنا، لیت و لعل کرنا

درس روحانی خزائن نمبر 92

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:-

"**اسلامی پردہ:** آجکل پردے پر حملے کیے جاتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اسلامی پردہ سے مراد **زنداں** نہیں، بلکہ ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔ جب پردہ ہو گا، ٹھوکر سے بچیں گے۔ ایک منصف مزاج کہہ سکتا ہے کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مرد و عورت اکٹھے بلا تامل اور **بے محابا** مل سکیں، سیریں کریں۔ کیونکر جذبات نفس سے اضطراراً ٹھوکر نہ کھائیں گے۔ بسا اوقات سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسی قومیں غیر مرد اور عورت کے ایک مکان میں تنہا رہنے کو حالانکہ دروازہ بھی بند ہو کوئی عیب نہیں سمجھتیں۔ یہ گویا تہذیب ہے، انہی بد نتائج کو روکنے کے لئے **شارعِ اسلام** نے وہ باتیں کرنے کی اجازت ہی نہ دیں۔ جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہوں۔ ایسے موقع پر یہ کہہ دیا کہ جہاں اس طرح غیر محرم مرد و عورت ہر دو جمع ہوں۔ تیسرا ان میں شیطان ہوتا ہے۔ ان ناپاک نتائج پر غور کرو۔ جو یورپ اس **خلیع الرسن** تعلیم سے بھگت رہا ہے۔ بعض جگہ بالکل قابل شرم طوائفانہ زندگی بسر کی جارہی ہے۔ یہ انہی تعلیمات کا نتیجہ ہے اگر کسی چیز کو خیانت سے بچانا چاہتے ہو تو حفاظت کرو۔

لیکن اگر حفاظت نہ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس لوگ ہیں، تو یاد رکھو کہ ضرور وہ چیز تباہ ہو گی۔ اسلامی تعلیم کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ جس نے مرد و عورت کو الگ رکھ کر ٹھوکر سے بچایا اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی جس کے باعث یورپ نے آئے دن کی خانہ جنگیاں اور خودکشیاں دیکھیں۔ بعض شریف عورتوں کا طوائفانہ زندگی بسر کرنا ایک عملی نتیجہ اس اجازت کا ہے جو غیر عورت کو دیکھنے کے لئے دی گئی۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 21، 22 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

زنداں	جیل	**بے محابا**	کھلے عام، بلا روک ٹوک
شارع اسلام	شریعتِ اسلام لانے والے مراد حضرت محمد ﷺ	**خلیع الرسن**	ہر قسم کی پابندی سے آزاد

درس روحانی خزائن نمبر 93

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**تزکیہ نفس کی حقیقت:** سو یاد رکھو کہ ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہئیے اور جیسے زبان سے خدا تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک سمجھتا ہے ایسے ہی عملی طور پر اس کو دکھانا چاہئیے اور اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور ملائمت سے پیش آنا چاہئیے اور اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بھی بغض، حسد اور کینہ نہیں رکھنا چاہئیے اور دوسروں کی غیبت کرنے سے بالکل الگ ہو جانا چاہئیے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ معاملہ تو ابھی دور ہے کہ تم لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے ازخود رفتہ اور محو ہو جاؤ کہ بس اُسی کے ہو جاؤ اور جیسے زبان سے اس کا اقرار کرتے ہو عمل سے بھی کر کے دکھاؤ۔ ابھی تو تم لوگ مخلوق کے حقوق کو بھی کماحقہ ادا نہیں کرتے بہت سے ایسے ہیں جو آپس میں فساد اور دشمنی رکھتے ہیں اور اپنے سے کمزور اور غریب شخصوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور بدسلوکی سے پیش آتے ہیں اور ایک دوسرے کی غیبتیں کرتے اور اپنے دلوں میں بغض اور کینہ رکھتے ہیں۔

لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آپس میں ایک وجود کی طرح بن جاؤ۔ اور جب تم ایک وجود کی طرح ہو جاؤ گے اس وقت کہہ سکیں گے کہ اب تم نے اپنے نفسوں کا تزکیہ کر لیا۔ کیونکہ جب تک تمہارا آپس میں معاملہ صاف نہیں ہو گا اس وقت تک خدا تعالیٰ سے بھی معاملہ صاف نہیں ہو سکتا۔ گو ان دو قسم کے حقوق میں بڑا حق خدا تعالیٰ کا ہے مگر اس کی مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنا یہ بطور آئینہ کے ہے۔ جو اپنے شخص اپنے بھائیوں سے صاف صاف معاملہ نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتا۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 407، 408 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

ہمہ تن	ہر وقت	**ملائمت**	نرمی، شفقت
غیبت	کسی کی غیر موجودگی میں اس کا ذکر جسے وہ ناپسند کرتا ہو	**ازخود رفتہ**	عاشق، قربان، دیوانہ

درس روحانی خزائن نمبر94

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول کے ذرائع:** اب اگر یہ سوال ہو کہ پھر اس درجہ کے حصول کے لئے کیا کیا جائے؟ اور قرآن کریم نے اس درجہ پر پہنچنے کا کیا ذریعہ بتایا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے دو باتیں اس کے لئے بطور اُصول کے رکھی ہیں۔ اوّل یہ کہ دُعا کرو۔ یہ سچی بات ہے۔ خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا (النساء:29) انسان کمزور مخلوق ہے۔ وُہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم کے بدوں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اس کا وجود اور اس کی پرورش اور بقاء کے سامان سب کے سب اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہیں۔ احمق ہے وہ انسان جو اپنی عقل و دانش یا اپنے مال و دولت پر ناز کرتا ہے، کیونکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے۔ وہ کہاں سے لایا؟ اور دُعا کے لئے یہ ضروری بات ہے کہ انسان اپنے ضُعف اور کمزوری کا پورا خیال اور تصور کرے۔ جُوں جُوں وہ اپنی کمزوری پر غور کرے گا۔ اسی قدر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج پائے گا۔

اور اس طرح پر دُعا کے لئے اس کے اندر ایک جوش پیدا ہو گا۔ جیسے انسان جب مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور دُکھ یا تنگی محسوس کرتا ہے، تو بڑے زور کے ساتھ پُکارتا اور چلّاتا ہے اور دوسرے سے مدد مانگتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ اپنی کمزوریوں اور **لغزشوں** پر غور کرے گا اور اپنے آپ کو ہر آن اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج پائے گا، تو اس کی روح پورے جوش اور درد سے بے قرار ہو کر آستانہ الوہیت پر گرے گی اور چلائے گی اور یارب یارب کہہ کر پکارے گی۔ غور سے قرآن کریم کو دیکھو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ پہلی ہی سورت میں اللہ تعالیٰ نے دعا کی تعلیم دی ہے اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ (الفاتحہ:6،7) دُعا تب ہی جامع ہو سکتی ہے کہ وُہ تمام منافع اور مفاد کو اپنے اندر رکھتی ہو اور تمام نقصانوں اور **مضرتوں** سے بچاتی ہو۔ پس اس دعا میں بہترین منافع جو ہو سکتے ہیں اور ممکن ہیں وہ اس دعا میں مطلوب ہیں اور بڑی سے بڑی نقصان رساں چیز جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اُس سے بچنے کی دُعا ہے۔“ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 273،274 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

لغزشوں	کمزوریوں	مضرتوں	نقصانوں

درس روحانی خزائن نمبر 95

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

"**ایک معجزہ:** یہ ایک معجزہ ہے اور بڑی خوبی کا معجزہ ہے بشرطیکہ انصاف سے اس پر نظر کی جاوے کہ آج سے 23 یا 24 برس پیشتر کی کتاب براہین احمدیہ تصنیف شدہ ہے اور اس کی جلدیں اسی وقت کی ہر ایک مذہب اور ملّت کے پاس موجود ہیں یورپ بھی بھیجی گئی، امریکہ میں بھی بھیجی گئی، لنڈن میں اس کی کاپی موجود ہے اس میں بڑی وضاحت سے یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ فوج در فوج تمہارے ساتھ ہوں گے حالانکہ جب یہ کلمات لکھے اور شائع کئے گئے تھے اس وقت فرِدواحد بھی میرے ساتھ نہ تھا۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے ایک دعا سکھلائی جو کہ بطور گواہ اس میں لکھی ہوئی ہے رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ (الانبیاء:90) خدا تعالیٰ کا اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ تو اکیلا ہے اور پھر تاکید کی کہ تو مخلوق کی ملاقات سے تھکنا مت اور چین بجبیں نہ ہونا تو اب غور کرنے کی جا ہے کہ کیا یہ کسی انسان کا اقرار ہو سکتا ہے اور پھر ایک زبان میں نہیں بلکہ چار زبانوں میں یہ الہام فوج در فوج لوگوں کے ساتھ ہونے کا ہے یعنی انگریزی، اردو، فارسی، عربی میں۔ بڑے بڑے گواہ اگرچہ ہمارے مخالف ہیں، موجود ہیں۔ محمد حسین بھی زندہ ہے یہاں کے لوگ بھی جانتے ہیں کیا وہ بتلا سکتے ہیں کہ اس وقت کون کون ہمارے ساتھ بلکہ وہ ایک گم زمانہ تھا کوئی مجھے نہ جانتا تھا اب دیکھو کہ وہ بات کیسی پوری ہوئی ہے حالانکہ ہر فرقہ اور ملت کے لوگوں نے ناخنوں تک مخالفت میں زور لگایا اور ہماری ترقی اور کامیابی کو روکنا چاہا لیکن ان کی کوئی پیش نہ گئی اور اس مخالفت کا ذکر بھی اسی کتاب براہین میں موجود ہے اب بتلاویں کہ کیا یہ معجزہ ہے کہ نہیں؟ ہم ان سے نظیر طلب کرتے ہیں کہ آدمؑ سے لے کر اس وقت تک وہ کسی ایسے مفتری کی خبر دیویں کہ اس نے افتراء علی اللہ کیا ہو اور اس پر مصرّرہ کر 24 یا 25 سال کا زمانہ پایا ہو۔ یہ ایک بڑا نشان اور معجزہ ہے اسے عقلمندوں اور اہل الرائے کو دکھلاؤ اور ان کے سامنے پیش کرو کہ وہ اس کی نظیر پیش کریں کہ اس طرح کی پیشگوئی ہو اور باوجود اس قدر مخالفت کے پھر پوری ہو جاوے ایک طالبِ حق کے لیے یہ معجزہ کافی ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 491 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

چین بجبیں	اُکتانا، غصے میں آنا	اہل الرائے	عقلمند

درس روحانی خزائن نمبر96

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**قرآن کے نام میں پیشگوئی:** اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایہ ناز ایمان واعتقاد ہوتے، تو ہم قوموں کو شرمساری سے مُنہ بھی نہ دکھاسکتے۔ میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبر دست پیشگوئی ہے۔وہ یہ ہے کہ یہی قرآن پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے لائق کتاب ہو گی۔ جبکہ اور کتابیں بھی اس کے ساتھ پڑھنے میں شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور **بطلان** کا **استیصال** کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہو گی۔اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کی طرف **التفات** نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہیے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔بڑے **تأسف** کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ **اعتناء** اور **تدارس** نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 386 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

بطلان	جھوٹ، باطل	**استیصال**	ختم، نابود
التفات	توجہ	**تأسف**	افسوس
اعتناء	خیال	**تدارس**	تعلیم

درس روحانی خزائن نمبر 97

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

"**آنحضرت ﷺ کے معجزات:** آنحضرت ﷺ کا کروڑ معجزوں سے بڑھ کر معجزہ تو یہ تھا کہ جس غرض کے لئے آئے تھے اسے پورا کر گئے۔ یہ ایسی بے نظیر کامیابی ہے کہ اس کی نظیر کسی دوسرے نبی میں کامل طور سے نہیں پائی جاتی۔ حضرت موسیٰؑ بھی رستے ہی میں مر گئے اور حضرت مسیح کی کامیابی تو ان کے حواریوں کے سلوک سے **ہویدا** ہے۔ ہاں آپ کو ہی یہ شان حاصل ہوئی کہ جب گئے تو رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا (النصر:3) یعنی دین اللہ میں فوجوں کی فوجیں داخل ہوتے دیکھ کر۔

دوسرا معجزہ تبدیل اخلاق ہے کہ یا تو وہ اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ (الاعراف:180) **چارپایوں** سے بھی بدتر تھے یا یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّہِمۡ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (الفرقان:65) رات دن نمازوں میں گزارنے والے ہوگئے۔

تیسرا معجزہ آپ کی غیر منقطع برکات ہیں کل نبیوں کے فیوض کے چشمے بند ہو گئے۔ مگر ہمارے نبی کریم ﷺ کا چشمۂ فیض ابد تک جاری ہے چنانچہ اسی چشمہ سے پی کر ایک مسیح موعود اس امت میں ظاہر ہوا۔

چوتھی یہ بات بھی آپ ہی سے خاص ہے کہ کسی نبی کے لیے اس کی قوم ہر وقت دعا نہیں کرتی مگر آنحضرت ﷺ کی امت دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں نماز میں مشغول ہوتی ہے اور پڑھتی ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اس کے نتائج برکات کے رنگ میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ انہی میں سے سلسلہ مکالمات الٰہی ہے جو اس امت کو دیا جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 205 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

ہویدا	ظاہر، عیاں	**چارپایوں**	چارپاؤں والے جانور

درس روحانی خزائن نمبر98

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”واضح ہو کہ **قرآن کی تعلیم کا اصل مقصد** یہی ہے کہ خدا جیسا کہ واحد لاشریک ہے ایسا ہی اپنی محبت کے رو سے بھی اس کو واحد لاشریک ٹھہراؤ۔ جیسا کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جو ہر وقت مسلمانوں کو وردِ زبان رہتا ہے اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ اِلٰہ. ولاہ سے **مشتق** ہے۔ اور اس کے معنے ہیں ایسا محبوب اور معشوق جس کی پرستش کی جائے۔ یہ کلمہ نہ توریت نے سکھلایا اور نہ انجیل نے صرف قرآن نے سکھلایا اور یہ کلمہ اسلام سے ایسا تعلق رکھتا ہے کہ گویا اسلام کا تمغہ ہے۔

یہی کلمہ پانچ وقت مساجد کے مناروں میں بلند آواز سے کہا جاتا ہے جس سے عیسائی اور ہندو سب چڑتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو محبت کے ساتھ یاد کرنا ان کے نزدیک گناہ ہے۔ یہ اسلام ہی کا خاصہ ہے کہ صبح ہوتے ہی اسلامی مؤذّن بلند آواز سے کہتا ہے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی ہمارا پیارا اور محبوب اور معبود بجز اللہ کے نہیں۔ پھر دوپہر کے بعد یہی آواز اسلامی مساجد سے آتی ہے۔ پھر عصر کو بھی یہی آواز پھر مغرب کو بھی یہی آواز اور پھر عشاء کو بھی یہی آواز گونجتی ہوئی آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے۔ کیا دنیا میں کسی اور مذہب میں بھی یہ نظارہ دکھائی دیتا ہے؟!!

پھر بعد اس کے لفظ اسلام کا مفہوم بھی محبّت پر ہی دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے آگے اپنا سر رکھ دینا اور صدق دل سے قربان ہونے کے لئے طیّار ہو جانا جو اسلام کا مفہوم ہے یہ وہ عملی حالت ہے جو محبت کے سرچشمہ سے نکلتی ہے۔ اسلام کے لفظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے صرف قولی طور پر محبت کو محدود نہیں رکھا بلکہ عملی طور پر بھی محبت اور جان فشانی کا طریق سکھایا ہے۔ دنیا میں اور کونسا دین ہے جس کے بانی نے اس کا نام اسلام رکھا ہے؟ اسلام نہایت پیارا لفظ ہے اور صدق اور اخلاص اور محبت کے معنے کوٹ کوٹ کر اس میں بھرے ہوئے ہیں۔ پس مبارک وہ مذہب جس کا نام اسلام ہے۔ ایسا ہی خدا کی محبت کے بارے

میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ(البقرۃ:166)یعنی ایماندار وہ ہیں جو سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر ایک جگہ فرماتا ہے فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا(البقرۃ:201)یعنی خدا کو ایسا یاد کرو جیسا کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو۔“

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب روحانی خزائن جلد12 صفحہ 366،367)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

اِلٰہ	معبود، قابل عبادت	مشتق	اخذ کیا ہوا، نکلا ہوا، ماخوذ

درس روحانی خزائن نمبر 99

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”جب میری عمر غالباً پندرہ برس کی ہو گی ایک کھتری سے میں نے کہا جو حضرت والد صاحب کے حضور میں بیٹھا ہوا اپنی تلخ کامیابیاں اور نامرادیاں بیان کرتا اور سخت کُڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ لوگ دنیا کے لیے کیوں اس قدر دُکھ اُٹھاتے اور اس کے غم و ہم میں گرفتار ہیں۔ اس نے کہا تم ابھی بچہ ہو۔ جب گرہستی ہو گے تب تمہیں ان باتوں کا پتہ لگے گا۔

فرمایا: ایک عرصہ کے بعد جب غالباً میری عمر چالیس کے قریب ہو گی کسی تقریب سے پھر اسی کھتری سے گفتگو کا اتفاق ہوا۔ میں نے کہا۔ اب بتاؤ اب تو میں گرہستی ہوں۔ اس نے کہا۔ تم تو ویسے ہی ہو۔

فرمایا: ہر شخص اپنے دل میں جھانک کر دیکھے کہ دین و دنیا میں سے کس کا زیادہ غم اس کے دل پر غالب ہے۔ اگر ہر وقت دل کا رخ دنیا کے امور کی طرف رہتا ہے تو اُسے بہت فکر کرنی چاہیے۔ اس لیے کلماتِ الٰہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔

فرمایا: کاش لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آجاتی کہ جس شخص کا تمام ہم و غم دین کے لیے ہوتا ہے۔ اس کے دنیا کے ہم و غم کا اللہ تعالیٰ متکفل و متولی ہو جاتا ہے۔

فرمایا: میں نے کبھی نہیں سنا اور نہ کوئی کتاب گواہی دیتی ہے کہ کبھی کوئی نبی بھوکا مرا ہو یا اس کی اولاد دروازوں پر بھیک مانگتی پھرتی ہو۔ ہاں دنیا کے ملوک اور امراء اور اغنیاء کا یہ برا حال اکثر سنا گیا ہے کہ اُن کی اولاد نے دربدر ٹکڑے مانگے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی سنتِ مستمرہ ہے کہ کبھی کوئی کامل مومن بستر نرم سے خاکستر گرم پر نہیں بیٹھا اور نہ اس کی اولاد کو روزِ بد دیکھنا نصیب ہوا۔ اگر لوگ ان باتوں پر پختہ ایمان لے آئیں اور سچا اور پاک بھروسہ اللہ تعالیٰ پر کرلیں تو ہر قسم کی روحانی خودکشی اور دلی جلن سے رہائی پا جائیں۔

فرمایا: اکثر لوگوں کو اولاد کی آرزو بھی اس خیال سے لگی رہتی ہے کہ کوئی اُن کی مردار دنیا کا وارث پیدا ہو جائے۔ نہیں جانتے کہ اگر وہ بدکار و ناہنجار نکلے تو اُن کا کمایا ہوا روپیہ اور

اندوختہ فسق وفجور میں ان کا معاون ہو گا اور ان کی سیاہ کاریوں کا ثواب اُن کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوتا رہے گا۔

فرمایا: اولاد کی آرزو کے لیے حضرت زکریا علیہ السلام کا سا دل درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں اس کا ذکر کرنا اس لیے ہے کہ حضرت زکریاؑ کی دعا **ولدِ صالح** کے لیے مومنوں کے لیے اُسوہ ٹھہر جائے۔

فرمایا: زندگی نا قابل اعتبار ہے۔ فرصت بہت کم ہے۔ ہر ایک کو چاہے کہ دین کی فکر میں لگ جائے۔ اس سے بہتر نسخہ عمر بڑھانے اور برکت کا نہیں۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 305،304 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

کھتری	ایک قوم	**کُڑھنا**	جلنا
گرہستی	گھر بار والا، اہل وعیال والا	**متکفل**	کفیل، ذمہ دار، ضامن
متولی	نگران، سرپرست	**سنّت مستمرہ**	جاری سنت
خاکستر گرم	گرم راکھ	**ناہنجار**	کج روش، بے راہ، گمراہ
اندوختہ	کمایا ہوا	**ولد صالح**	نیک بیٹا

درس روحانی خزائن نمبر 100

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ:** دن بہت ہی نازک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے سب کو ڈرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا، مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے کنارہ کش ہو جاؤ، کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔

تم یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں ساعی ہو جاؤ گے۔ تو خدا تمام رکاوٹوں کو دور کر دے گا اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ اور کھیت کو خوش نما درختوں اور بار آور پودوں سے آراستہ کرتا اور ان کی حفاظت کرتا اور ہر ایک ضرر اور نقصان سے ان کو بچاتا ہے، مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لاویں اور گلنے اور خشک ہونے لگ جاویں، ان کی مالک پرواہ نہیں کرتا کہ کوئی مویشی آکر ان کو کھا جاوے یا کوئی لکڑ ہارا ان کو کاٹ کر تنور میں پھینک دیوے۔ سو ایسا ہی تم بھی یاد رکھو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے، تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دے گی۔ پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا ایک سچا عہد نہ باندھو، تو پھر اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں۔ ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں ہر روز ذبح ہوتیں ہیں، پر ان پر کوئی رحم نہیں کرتا اور اگر ایک آدمی مارا جاوے، تو کتنی باز پرس ہوتی ہے۔ سو اگر تم اپنے آپ کو درندوں کی مانند بے کار اور لاپرواہ بناؤ گے، تو تمہارا بھی ایسا ہی حال ہو گا۔ چاہیے کہ تم خدا کے عزیزوں میں

شامل ہو جاؤ۔ تا کہ کسی وباء یا کسی آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے، کیونکہ کوئی بات بھی اللہ کی اجازت کے بغیر زمین پر ہو نہیں سکتی۔ ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان میں سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ لوگ تمہاری مخالفت کریں گے اور انجمن کے ممبر تم پر ناراض ہوں گے۔ پر تم ان کو نرمی کے ساتھ سمجھاؤ اور جوش کو ہرگز کام میں نہ لاؤ۔ یہ میری وصیت ہے اور اس بات کو وصیت کے طور پر یاد رکھو کہ ہرگز تُندی اور سختی سے کام نہ لینا بلکہ نرمی اور آہستگی اور خلق سے ہر ایک کو سمجھاؤ۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 174، 175 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

ہزل	ہنسی، تمسخر	ساعی	کوشش کرنے والا
بازپرس	پوچھ گچھ	تُندی	تیزی، طراری، شدت

درس روحانی خزائن نمبر 101

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**انسان کی حقیقت:** انسان اصل میں **اُنْسَان** سے لیا گیا ہے یعنی جس میں دو حقیقی اُنس ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ سے اور دوسرا بنی نوع انسان کی ہمدردی سے۔ جب یہ دونوں انس اس میں پیدا ہو جاویں۔ اس وقت انسان کہلاتا ہے اور یہی وہ بات ہے جو انسان کا مغز کہلاتی ہے اور اسی مقام پر انسان **اُولُو الْاَلْبَاب** کہلاتا ہے۔ جب تک یہ نہیں کچھ بھی نہیں۔ ہزار دعویٰ کر دکھاؤ، مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اس کے نبی اور اس کے فرشتوں کے نزدیک ہیچ ہے۔

اسوۂ انبیاء علیہم السلام: پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تمام انسان نمونہ کے محتاج ہیں اور وہ نمونہ انبیاء علیہم السلام کا وجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ درختوں پر کلام الٰہی لکھاتا، مگر اس نے جو پیغمبروں کو بھیجا اور ان کی معرفت کلام الٰہی نازل فرمایا۔ اس میں یہی سِرّ یہ تھا کہ تا انسان جلوۂ الوہیت کو دیکھے، جو پیغمبروں میں ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔

پیغمبر الوہیت کے مظہر اور خدا نما ہوتے ہیں۔ پھر سچا مسلمان اور معتقد وہ ہوتا ہے، جو پیغمبروں کا مظہر بنے۔ صحابہ کرامؓ نے اس راز کو خوب سمجھ لیا تھا اور وہ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت میں ایسے گم ہوئے اور کھوئے گئے کہ ان کے وجود میں کچھ اور باقی رہا ہی نہیں تھا۔ جو کوئی ان کو دیکھتا تھا ان کو **محویت** کے عالم میں دیکھتا تھا۔ پس یاد رکھو کہ اس زمانہ میں بھی جب تک وہ محویت اور وہ اطاعت میں گمشدگی پیدا نہ ہوگی جو صحابہ کرامؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ مریدوں معتقدوں میں داخل ہونے کا دعویٰ تب ہی سچا اور بجا ہوگا۔ یہ بات اچھی طرح پر اپنے ذہن نشین کر لو کہ جب تک یہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم میں **سکونت** کرے اور خدا تعالیٰ کے آثار تم میں ظاہر ہوں۔ اس وقت تک شیطانی حکومت کا عمل و دخل موجود ہے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 416، 417 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

اُنسان	دو محبتیں	**اُولُو الْاَلْبَاب**	عقل مند
محویت	خود فراموشی، خیال میں ہونا	**سکونت**	بود و باش، قیام

درس روحانی خزائن نمبر102

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**انسان اور بہائم میں فرق:** بچپن کی عمر کا ذکر ہوا فرمایا کہ: انسان کی فطرت میں یہ بات ہے کہ وہ رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہے۔ بچوں میں عادت ہوتی ہے کہ جھوٹ بولتے ہیں۔ آپس میں گالی گلوچ ہوتے ہیں۔ ذرا ذرا سی باتوں پر لڑتے جھگڑتے ہیں جوں جوں عمر میں وہ ترقی کرتے جاتے ہیں عقل اور فہم میں بھی ترقی ہوتی جاتی ہے۔رفتہ رفتہ انسان تزکیۂ نفس کی طرف آتا ہے۔

انسان کی بچپن کی حالت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ گائے بیل وغیرہ جانوروں ہی کی طرح انسان بھی پیدا ہوتا ہے۔ صرف انسان کی فطرت میں ایک نیک بات یہ ہوتی ہے کہ وہ بدی کو چھوڑ کر نیکی کو اختیار کرتا ہے اور یہ صفت انسان میں ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ بہائم میں تعلیم کا مادہ نہیں ہوتا۔سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک قصہ نظم میں لکھا ہے کہ ایک گدھے کو ایک بیوقوف تعلیم دیتا تھا اور اس پر شب وروز محنت کرتا۔ ایک حکیم نے اسے کہا کہ اے بیوقوف تو یہ کیا کرتا ہے؟ اور کیوں اپنا وقت اور مغز بے فائدہ گنواتا ہے؟یعنی گدھا تو انسان نہ ہو گا تو بھی کہیں گدھا نہ بن جاوے۔

درحقیقت انسان میں کوئی ایسی الگ شئے نہیں ہے جو کہ اور جانوروں میں نہ ہو۔عموماً سب صفات درجہ وار تمام مخلوق میں پائے جاتے ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ انسان اپنے اخلاق میں ترقی کرتا ہے اور حیوان نہیں کرتا۔

اخلاق کی حقیقت: دیکھو ارنڈ کا تیل اور کھانڈ کیسے غلیظ ہوتے ہیں، لیکن جب خوب صاف کیا جاوے تو مصفّٰی ہو کر خوشنما ہو جاتے ہیں۔ یہی حال اخلاق اور صفات کا ہے۔اصل میں صفات کل نیک ہوتے ہیں جب ان کو بے موقعہ اور ناجائز طور پر استعمال کیا جاوے تو وہ برے ہو جاتے ہیں اور ان کو گندہ کر دیا جاتا ہے لیکن جب ان ہی صفات کو افراط تفریط سے بچا کر محل اور موقعہ پر استعمال کیا جاوے تو ثواب کا موجب ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا ہے مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (الفلق:6) اور دوسری جگہ اَلسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ اب سبقت لے جانا

بھی تو ایک قسم کا حسد ہی ہے سبقت لے جانے والا کب چاہتا ہے کہ اس سے اور کوئی آگے بڑھ جاوے یہ صفت بچپن ہی سے انسان میں پائی جاتی ہے اگر بچوں کو آگے بڑھنے کی خواہش نہ ہو تو وہ محنت نہیں کرتے اور کوشش کرنیوالے کی استعداد بڑھ جاتی ہے **سَابِقُوْن** گویا **حاسد** ہی ہوتے لیکن اس جگہ حسد کا مادہ **مصفّٰی** ہو کر سابق ہو جاتا ہے اسی طرح حاسد ہی بہشت میں سبقت لے جاویں گے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 197 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

بہائم	جانور	**ارنڈ کا تیل**	کسٹر آئل (Castor Oil)
کھانڈ	چینی، شکر (Sugar)	**سَابِقُوْن**	سبقت لے جانے والے
حاسد	حسد کرنے والا	**مصفّٰی**	صاف شفاف، روشن

درس روحانی خزائن نمبر 103

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں:۔

"**بیعت کی غرض:** ہر ایک شخص جو میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی بیعت کی کیا غرض ہے؟ کیا وہ دنیا کے لیے بیعت کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے۔ بہت سے ایسے بدقسمت انسان ہوتے ہیں کہ ان کی بیعت کی غایت اور مقصود صرف دنیا ہوتی ہے ورنہ بیعت سے ان کے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی اور وہ حقیقی یقین اور معرفت کا نور جو حقیقی بیعت کے نتائج اور ثمرات ہیں ان میں پیدا نہیں ہوتا ان کے اعمال میں کوئی خوبی اور صفائی نہیں آتی نیکیوں میں ترقی نہیں کرتے گناہوں سے بچتے نہیں ایسے لوگوں کو جو دنیا کو ہی اپنا اصل مقصود ٹھہراتے ہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ

دنیا روزے چند آخر کار با خداوند☆

یہ چند روزہ دنیا تو ہر حال میں گزر جاوے گی خواہ تنگی میں گذرے خواہ فراخی میں۔ مگر آخرت کا معاملہ بڑا سخت معاملہ ہے وہ ہمیشہ کا مقام ہے اور اس کا انقطاع نہیں ہے پس اگر اس مقام میں وہ اسی حالت میں گیا کہ خدا تعالیٰ سے اس نے صفائی کر لی تھی اور اللہ تعالیٰ کا خوف اس کے دل پر **مستولی** تھا اور وہ معصیت سے توبہ کر کے ہر ایک گناہ سے جس کو اللہ تعالیٰ نے گناہ کر کے پکارا ہے بچتا رہا تو خدا تعالیٰ کا فضل اس کی **دستگیری** کرے گا اور وہ اس مقام پر ہو گا۔ کہ خدا اس سے راضی ہو گا۔ اور وہ اپنے رب سے راضی ہو گا۔ اور اگر ایسا نہیں کیا بلکہ لاپرواہی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی ہے تو پھر اس کا انجام خطرناک ہے اس لیے بیعت کرتے وقت یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ بیعت کی کیا غرض ہے اور اس سے کیا فائدہ حاصل ہو گا اگر محض دنیا کی خاطر ہے تو بے فائدہ ہے لیکن اگر دین کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے تو ایسی بیعت مبارک اور اپنی اصل غرض اور مقصد کو ساتھ رکھنے والی ہے جس سے ان فوائد اور منافع کی پوری امید کی جاتی ہے جو سچی بیعت سے حاصل ہوتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 432،431 مطبوعہ ربوہ)

☆ترجمہ: دنیا چند روزہ ہے بالآخر خدا کے پاس حاضر ہو جانا ہے۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

مستولی	غالب، چھا جانے والا	دستگیری	معین و مددگار

درس روحانی خزائن نمبر 104

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**جماعت میں شامل ہونے والوں کے لیے نصائح:** ہماری جماعت کے لیے بھی اسی قسم کی مشکلات ہیں جیسے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وقت مسلمانوں کو پیش آئے تھے، چنانچہ نئی اور سب سے پہلی مصیبت تو یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست، رشتہ دار اور برادری الگ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ماں باپ اور بھائی بہن بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ السلام علیکم تک کے روادار نہیں رہتے اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے۔ اس قسم کی بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ اس قسم کی مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ تم انبیاء و رسل سے زیادہ نہیں ہو۔ ان پر اس قسم کی مشکلات اور مصائب آئیں اور یہ اسی لیے آتی ہیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان قوی ہو اور پاک تبدیلی کا موقعہ ملے۔ دعاؤں میں لگے رہو۔ پس یہ ضروری ہے کہ تم انبیاء و رسل کی پیروی کرو اور صبر کے طریق کو اختیار کرو۔ تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ وہ دوست جو تمہیں قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے وہ سچا دوست نہیں ہے، ورنہ چاہیے تھا کہ تمہارے ساتھ ہوتا۔ تمہیں چاہیے کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے اُن سے دنگہ یا فساد مت کرو بلکہ اُن کے لیے غائبانہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے۔ دیکھو میں اس امر کے لیے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سُن کر بھی صبر کرو۔ بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بڑے جوش سے مخالفت کرتا ہے اور مخالفت میں وہ طریق اختیار کرتا

ہے جو مفسدانہ طریق ہو۔ جس سے سننے والوں میں **اشتعال** کی تحریک ہو لیکن جب سامنے سے نرم جواب ملتاہے اور گالیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاتا، تو خود اُسے شرم آجاتی ہے اور وہ اپنی حرکت پر نادم اور پشیمان ہونے لگتاہے۔میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ صبر کا ہتھیار ایساہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتاجو صبر سے نکلتاہے۔صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کرلیتاہے۔ یقیناً یادرکھو کہ مجھے بہت ہی رنج ہوتاہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ فلاں شخص اس جماعت کاہوکر کسی سے لڑاہے۔ اس طریق کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 156، 157 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

دنگہ	فساد	**اشتعال**	جوش، غصہ

درس روحانی خزائن نمبر 105

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”قرآن کریم کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ عیب دیکھ کر اسے پھیلاؤ اور دوسروں سے تذکرہ کرتے پھرو بلکہ وہ فرماتا ہے تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ(البلد:18) کہ وہ صبر اور رحم سے نصیحت کرتے ہیں۔ مرحمہ یہی ہے کہ دوسرے کے عیب دیکھ کر اسے نصیحت کی جاوے اور اس کے لئے دعا بھی کی جاوے۔ دعا میں بڑی تاثیر ہے اور وہ شخص بہت ہی قابلِ افسوس ہے کہ ایک کے عیب کو بیان تو سو مرتبہ کرتا ہے لیکن دعا ایک مرتبہ بھی نہیں کرتا۔ عیب کسی کا اس وقت بیان کرنا چاہیے۔ جب پہلے کم از کم چالیس دن اس کے لیے رورو کر دعا کی ہو.........

خدا تعالیٰ تو جان کر پردہ پوشی کرتا ہے، مگر ہمسایہ کو علم نہیں ہوتا اور شور کرتا پھرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا نام ستّار ہے۔ تمہیں چاہیے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ بنو۔ ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ عیب کے حامی بنو بلکہ یہ کہ اشاعت اور غیبت نہ کرو، کیونکہ کتاب اللہ میں جیسا آگیا ہے تو یہ گناہ ہے کہ اس کی اشاعت اور غیبت کی جاوے۔ شیخ سعدیؒ کے دو شاگرد تھے ایک ان میں سے حقائق و معارف بیان کیا کرتا تھا دوسرا جلا بھنا کرتا تھا۔ آخر پہلے نے سعدیؒ سے بیان کیا کہ جب میں کچھ بیان کرتا ہوں تو دوسرا جلتا ہے اور حسد کرتا ہے۔ شیخ نے جواب دیا کہ ایک نے راہ دوزخ کی اختیار کی کہ حسد کیا اور تو نے غیبت کی۔ غرضیکہ یہ سلسلہ چل نہیں سکتا۔ جب تک رحم، دعا، ستاری اور مرحمہ آپس میں نہ ہو۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 60، 61 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

مرحمہ	رحم	تاثیر	اثر، خاصیت
ستّار	پردہ پوشی کرنے والا	تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ	اللہ کے اخلاق اختیار کرو

درس روحانی خزائن نمبر 106

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”اب جاننا چاہئے کہ مذہب اسلام کے تمام احکام کی اصل غرض یہی ہے کہ وہ حقیقت جو لفظ اسلام میں مخفی ہے اُس تک پہنچایا جائے۔ اسی غرض کے لحاظ سے قرآن شریف میں ایسی تعلیمیں ہیں کہ جو خدا کو پیارا بنانے کے لئے کوشش کر رہی ہیں۔ کہیں اس کے **حسن وجمال** کو دکھاتی ہیں اور کہیں اُس کے احسانوں کو یاد دلاتی ہیں۔ کیونکہ کسی کی محبت یا تو حُسن کے ذریعہ سے دل میں بیٹھتی ہے اور یا احسان کے ذریعہ سے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لاشریک ہے کوئی بھی اس میں نقص نہیں۔ وہ **مجمع** ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبدأ ہے تمام مخلوق کا، اور سرچشمہ ہے تمام **فیضوں** کا، اور مالک ہے تمام جزا سزا کا، اور مرجع ہے تمام امور کا، اور نزدیک ہے باوجود دُوری کے اور دُور ہے باوجود نزدیکی کے، وہ سب سے اُوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے، اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اُس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے۔ وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ زندہ ہے۔ وہ قائم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ قائم ہے۔ اُس نے ہر یک چیز کو اُٹھار کھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اُس کو اُٹھار کھا ہو۔ کوئی چیز نہیں جو اس کے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہے یا اس کے بغیر خود بخود جی سکتی ہے۔ وہ ہر یک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے۔ وہ آسمان اور زمین کی ہر یک چیز کا نور ہے اور ہر یک نُور اسی کے ہاتھ سے چمکا۔ اور اُسی کی ذات کا **پَرتوہ** ہے۔ وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ کوئی روح نہیں جو اس سے پرورش نہ پاتی ہو اور خود بخود ہو۔ کسی رُوح کی کوئی قوت نہیں جو اس سے نہ ملی ہو اور خود بخود ہو اور اُس کی رحمتیں دو قسم کی ہیں (1) ایک وہ جو بغیر سبقت عمل کسی عامل کے قدیم سے ظہور پذیر ہیں جیسا کہ زمین اور آسمان اور سورج اور چاند اور ستارے اور پانی اور آگ اور ہوا اور تمام ذرّات اس عالم کے جو ہمارے آرام کے لئے بنائے گئے۔ ایسا ہی جن جن چیزوں کی ہمیں ضرورت تھی وہ تمام چیزیں ہماری پیدائش سے پہلے ہی ہمارے لئے مہیّا

کی گئیں اور یہ سب اُس وقت کیا گیا جبکہ ہم خود موجود نہ تھے۔ نہ ہمارا کوئی عمل تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ سورج میرے عمل کی وجہ سے پیدا کیا گیا یا زمین میرے کسی **شدھ کرم** کے سبب سے بنائی گئی۔ غرض یہ وہ رحمت ہے جو انسان اور اس کے عملوں سے پہلے ظاہر ہو چکی ہے جو کسی کے عمل کا نتیجہ نہیں (2) دوسری رحمت وہ ہے جو اعمال پر **مترتّب** ہوتی ہے اور اس کی **تصریح** کی کچھ ضرورت نہیں۔"

(لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد20 صفحہ 152، 153)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

حسن وجمال	خوبصورتی	فیضوں	فوائد، نفع
پَرتَوہ	عکس، سایہ، پرچھاواں	شدھ کرم	عمل صالح، نیک کام
مترتّب	درست کیا ہوا، ترتیب دیا ہوا	تصریح	وضاحت سے بیان کیا ہوا

درس روحانی خزائن نمبر 107

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجالا کر خدا تعالیٰ اور اُس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو، بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجالائے گی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبّر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ مَیں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرا محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقعہ دیتا ہے۔ تھوڑے دن ہوئے کہ بمقام گورداسپور مجھ کو الہام ہوا تھا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّخِذْنِیْ وَکِیْلًا یعنی میں ہی ہوں کہ ہر ایک کام میں کارساز ہوں۔ پس تو مجھ کو ہی وکیل یعنی کارساز سمجھ لے اور دوسروں کا اپنے کاموں میں بھی دخل مت سمجھ۔ جب یہ الہام مجھ کو ہوا تو میرے دل پر ایک لرزہ پڑا اور مجھے خیال آیا کہ میری جماعت ابھی اس لائق نہیں کہ خدا تعالیٰ ان کا نام بھی لے اور مجھے اس سے زیادہ کوئی حسرت نہیں کہ میں فوت ہو جاؤں اور جماعت کو ایسی ناتمام اور خام حالت میں چھوڑ جاؤں۔ میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا کہ اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے اس طرح دُور ہو جاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دُور ہو جاتی ہے اور یقیناً سمجھو کہ صرف یہی گناہ نہیں کہ مَیں ایک کام کے لئے کہوں اور کوئی شخص میری جماعت میں سے اس کی طرف کچھ التفات نہ کرے بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی خدمت کر کے یہ خیال کرے کہ مَیں نے کچھ کیا ہے۔ اگر تم کوئی نیکی کا کام بجالاؤ گے اور اس وقت کوئی خدمت کرو گے تو اپنی ایمان داری پر مُہر لگا دو

گے اور تمہاری عمریں زیادہ ہوں گی اور تمہارے مالوں میں برکت دی جائے گی۔
مجھے اس بات کی تصریح کی ضرورت نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کے سامنے کیا خدمت بجالاتے تھے۔ اب تم سوچ کر دیکھو کہ یہ خدمات ان خدمات کے مقابل پر کیا چیز ہیں۔ مَیں تم میں بہت دیر تک نہیں رہوں گا اور وہ وقت چلا آتا ہے کہ تم پھر مجھے نہیں دیکھو گے اور بہتوں کو حسرت ہوگی کہ کاش ہم نے نظر کے سامنے کوئی قابل قدر کام کیا ہوتا۔ سو اس وقت ان حسرات کا جلد تدارک کرو۔ جس طرح پہلے نبی رسُول اپنی اُمت میں نہیں رہے مَیں بھی نہیں رہوں گا سو اس وقت کی قدر کرو اور اگر تم اس قدر خدمت بجالاؤ کہ اپنی غیر منقولہ جائیدادوں کو اس راہ میں بیچ دو، پھر بھی ادب سے دُور ہوگا کہ تم خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اس وقت رحمت الٰہی اس دین کی تائید میں جوش میں ہے اور اس کے فرشتے دلوں پر نازل ہو رہے ہیں۔ ہر ایک عقل اور فہم کی بات جو تمہارے دل میں ہے وہ تمہاری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ آسمان سے عجیب سلسلہ انوار جاری اور نازل ہو رہا ہے۔ پس مَیں بار بار کہتا ہوں کہ خدمت میں جان توڑ کر کوشش کرو مگر دل میں مت لاؤ کہ ہم نے کچھ کیا ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے ہلاک ہو جاؤ گے۔ یہ تمام خیالات ادب سے دُور ہیں اور جس قدر بے ادب جلد تر ہلاک ہو جاتا ہے ایسا جلد کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 614،613 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

فرستادہ	بھیجا ہوا، رسول	**پہلو تہی کرنا**	ترک کرنا، دست بردار ہونا
لرزہ	شدید خوف، کانپنا	**امساک**	بندش، رکاوٹ
تصریح	صراحت، کھول کر بیان کرنا	**حسرات**	حسرت کی جمع، نا امیدی

درس روحانی خزائن نمبر108

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”قرآن شریف میں وارد ہے کہ خدا کی ذات ہر یک عیب سے پاک ہے اور ہر ایک نقصان سے مبرّا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی اس کی تعلیم کی پیروی کر کے عیبوں سے پاک ہو۔ اور وہ فرماتا ہے مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (بنی اسرائیل:73) یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا رہے گا اور اُس ذات بیچوں کا اس کو دیدار نہیں ہوگا وہ مرنے کے بعد بھی اندھا ہی ہوگا اور تاریکی اس سے جُدا نہیں ہوگی کیونکہ خدا کے دیکھنے کے لئے اِسی دنیا میں حواس ملتے ہیں اور جو شخص ان حواس کو دنیا سے ساتھ نہیں لے جائے گا وہ آخرت میں بھی خدا کو دیکھ نہیں سکے گا۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صاف سمجھا دیا ہے کہ وہ انسان سے کس ترقی کا طالب ہے اور انسان اس کی تعلیم کی پیروی سے کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ قرآن شریف میں اس تعلیم کو پیش کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے اِسی دنیا میں دیدارِ الٰہی میسر آسکتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (الکہف:111) یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ اِسی دنیا میں اس خدا کا دیدار نصیب ہو جائے جو حقیقی خدا اور پیدا کنندہ ہے پس چاہئے کہ وہ ایسے نیک عمل کرے جن میں کسی قسم کا فساد نہ ہو یعنی عمل اس کے نہ لوگوں کے دکھلانے کے لئے ہوں نہ اُن کی وجہ سے دل میں تکبّر پیدا ہو کہ مَیں ایسا ہوں اور ایسا ہوں اور نہ وہ عمل ناقص اور ناتمام ہوں اور نہ اُن میں کوئی ایسی بدبو ہو جو محبت ذاتی کے برخلاف ہو بلکہ چاہئے کہ صدق اور وفاداری سے بھرے ہوئے ہوں اور ساتھ اس کے یہ بھی چاہئے کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو۔ نہ سورج نہ چاند نہ آسمان کے ستارے نہ ہوا نہ آگ نہ پانی نہ کوئی اور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دی جائے اور ایسا اُن پر بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ چیز سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کے قسموں میں سے ایک قسم ہے بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اور نہ اپنے علم پر کوئی غرور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز۔ بلکہ اپنے تئیں فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور کاہل سمجھیں اور خدا تعالیٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت رُوح گری رہے اور دُعاؤں کے ساتھ اس کے فیض کو اپنی طرف کھینچا جائے۔“ (لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 153،154)

درس روحانی خزائن نمبر 109

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

"**فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم:** صحابہ رسول اللہ ﷺ کے ایسے وفادار اور مطیع فرمان تھے کہ کسی نبی کے شاگردوں میں ایسی نظیر نہیں ملتی اور خدا کے احکام پر ایسے قائم تھے کہ قرآن شریف ان کی تعریفوں سے بھرا پڑا ہے لکھا ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم ہوا تو جس قدر شراب برتنوں میں تھی وہ گرادی گئی اور کہتے ہیں کہ اس قدر شراب بہی کہ نالیاں بہ نکلیں اور پھر کسی سے ایسا **فعل شنیع** سرزد نہ ہوا اور وہ شراب کے پکے دشمن ہوگئے دیکھو یہ کیسا **ثبات** اور **استقلال علی الطاعت** تھا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت جس وفاداری، محبت اور **ارادت** اور جوش سے انہوں نے کی کبھی کسی نے نہیں کی۔ موسیٰ علیہ السّلام کی جماعت کے حالات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی بار پتھراؤ کرنا چاہتی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تو ایسے کمزور اور **ضعیف الاعتقاد** تھے کہ خود عیسائیوں کو تسلیم کرنا پڑا ہے اور حضرت مسیح آپ انجیل میں سست اعتقادان کا نام رکھتے ہیں انہوں نے اپنے استاد کے ساتھ سخت غداری کی اور بے وفائی کا نمونہ دکھایا کہ اس مصیبت کی گھڑی میں الگ ہوگئے ایک نے گرفتار کرادیا دوسرے نے لعنت بھیج کر انکار کردیا۔

مگر صحابہؓ ایسے ارادت مند اور جان نثار تھے کہ خود خدا تعالیٰ نے ان کی شہادت دی کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں جانوں تک دینے میں دریغ نہیں کیا اور ہر صفت ایمان کی ان میں پائی جاتی ہے۔ عابد، **زاہد**، سخی، بہادر اور وفادار یہ شرائط ایمان کی کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتیں۔ جس قدر مصائب اور تکالیف صحابہؓ کو ابتدائے اسلام میں اٹھانی پڑیں ان کی نظیر بھی کسی اور قوم میں نہیں ملتی اس اس بہادر قوم نے ان مصیبتوں کو برداشت کرنا گوارہ کیا لیکن اسلام کو نہیں چھوڑا ان مصیبتوں کی انتہا آخر اس پر ہوئی کہ ان کو وطن چھوڑنا پڑا اور نبی کریمؐ کے ساتھ ہجرت کرنے پڑی اور جب خدا تعالیٰ کی نظر میں کفار کی شرارتیں حد سے تجاوز کر گئیں اور وہ قابل سزا ٹھہر گئیں تو خدا تعالیٰ نے انہیں صحابہؓ کو مامور کیا کہ اس سرکش قوم کو سزا

دیں چنانچہ اس قوم کو جو مسجدوں میں دن رات اپنے خدا کی عبادت کرتی تھی اور جس کی تعداد بہت تھوڑی تھی جس کے پاس کوئی سامان جنگ نہ تھا مخالفوں کے حملوں کو روکنے کے واسطے میدان جنگ میں آنا پڑا۔ اسلامی جنگیں دفاعی تھیں۔

پھر ان جنگوں میں یہ چند سو کی جماعت کئی کئی ہزار کے مقابلہ میں آئی اور ایسی بہادری اور وفاداری سے لڑی اگر حواریوں کو اس قسم کا موقع پیش آتا تو ان میں سے ایک بھی آگے نہ ہوتا۔ ایک ذرا سے ابتلاء پر وہ اپنے آقا کو چھوڑ کا الگ ہو گئے تو ایسے معرکوں میں ان کا ٹھہرنا ایک ناممکن بات ہے مگر اس ایمان دار اور وفادار قوم نے اپنی شجاعت اور وفاداری کا پورا نمونہ دکھایا اور جو کچھ جوہر انہوں نے دکھائے وہ سچے ایمان اور یقین کے نتائج تھے موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو کہا کہ بڑھ کر دشمن پر حملہ کرو تو انہوں نے کیا شرمناک جواب دیا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدۃ:25) تو اور تیرا رب جاؤ اور لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گئے صحابہؓ کی لائف میں ایسا کوئی موقع نہیں آیا بلکہ انہوں نے کہا کہ ہم ان میں سے نہیں ہیں جنہوں نے یہ کہا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ ایسی قوت شجاعت اور وفاداری کا جوش کیونکر پیدا ہو گیا تھا؟ یہ سب ایمان اور یقین کا نتیجہ تھا جو آپؐ کی قوت قدسی اور تاثیر کا اثر تھا آپ نے ان کو ایمان سے بھر دیا تھا۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 461، 462 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

فعل شنیع	برا کام	**ثبات**	ثابت قدمی
استقلال علی الطاعت	اطاعت پر قائم رہنا	**ارادت**	مریدانہ اطاعت کا جذبہ
ضعیف الاعتقاد	کمزور ایمان والا	**زاہد**	عابد، پرہیزگار
لائف	زندگی (Life)	**قوت قدسی**	پاکیزہ صفات

درس روحانی خزائن نمبر 110

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

’’**سچا مذہب انسانی قویٰ کا مربی ہوتا ہے:** ایسا ہی جو لوگ انتقام، غضب یا نکاح کو ہر حال میں برا مانتے ہیں، وہ بھی صحیفہ ٔ قدرت کے مخالف ہیں اور قویٰ انسانی کا مقابلہ کرتے ہیں۔ سچا مذہب وہی ہے جو انسانی قویٰ کا مربی ہو، نہ کہ ان کا **استیصال** کرے۔ **رجولیت** یا غضب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے فطرت انسانی میں رکھے گئے ہیں۔ ان کو چھوڑنا خدا کا مقابلہ کرنا ہے۔ جیسے **تارک الدنیا ہونا** یا **راہب بن جانا**۔ یہ تمام امور حق العباد کو **تلف** کرنے والے ہیں۔ اگر یہ امر ایسا ہی ہوتا تو گویا اس خدا پر اعتراض ہے جس نے یہ قویٰ ہم میں پیدا کئے......... پس ایسی تعلیمات جو انجیل میں ہیں اور جن سے قویٰ کا استیصال لازم آتا ہے، ضلالت تک پہنچاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اس کی **تعدیل** کا حکم دیتا ہے۔ ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔

جیسے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ (النحل:91) عدل ایک ایسی چیز ہے، جس سے سب کو فائدہ اٹھانا چاہیے۔ حضرت مسیحؑ کا یہ تعلیم دینا کہ اگر تو بری آنکھ سے دیکھے، تو آنکھ نکال ڈال اس میں بھی قویٰ کا استیصال ہے، کیونکہ ایسی تعلیم نہ دی کہ تو غیر محرم عورت کو ہر گز نہ دیکھ، مگر بر خلاف اس کے اجازت دی کہ دیکھ تو ضرور، لیکن زنا کی آنکھ سے نہ دیکھ۔ دیکھنے سے تو ممانعت ہے ہی نہیں۔ دیکھے گا تو ضرور، بعد دیکھنے کے دیکھنا چاہیے کہ اس کے قویٰ پر کیا اثر ہوگا۔ کیوں نہ قرآن شریف کی طرح آنکھ کو ٹھوکر والی چیز ہی کے دیکھنے سے روکا۔ اور آنکھ جیسی مفید اور قیمتی چیز کو ضائع کر دینے کا افسوس لگایا۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 21، 22 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

استیصال	تباہ کرنا، قلع قمع کرنا	**رجولیت**	مردانگی
تلف	ختم کرنا، تباہ کرنا	**تارک الدنیا ہونا**	دنیا کو چھوڑنا
راہب بن جانا	تارک الدنیا ہو جانا	**تعدیل**	موقع و محل پر استعمال کرنا

درس روحانی خزائن نمبر111

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”یہ چند روزہ دنیا تو ہر حال میں گزر جاوے گی خواہ تنگی میں گزرے خواہ **فراخی** میں۔ مگر آخرت کا معاملہ بڑا سخت معاملہ ہے وہ ہمیشہ کا مقام ہے اور اس کا **انقطاع** نہیں ہے پس اگر اس مقام میں وہ اسی حالت میں گیا کہ خدا تعالیٰ سے اس نے صفائی کر لی تھی اور اللہ تعالیٰ کا خوف اس کے دل پر **مستولی** تھا اور وہ معصیت سے توبہ کر کے ہر ایک گناہ سے جس کو اللہ تعالیٰ نے گناہ کر کے پکارا ہے بچتا رہا تو خدا تعالیٰ کا فضل اس کی دستگیری کرے گا اور وہ اس مقام پر ہو گا کہ خدا اس سے راضی ہو گا۔ اور وہ اپنے رب سے راضی ہو گا۔ اور اگر ایسا نہیں کیا بلکہ لاپرواہی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی ہے تو پھر اس کا انجام خطرناک ہے اس لیے بیعت کرتے وقت یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ بیعت کی کیا غرض ہے اور اس سے کیا فائدہ حاصل ہو گا اگر محض دنیا کی خاطر ہے تو بے فائدہ ہے لیکن اگر دین کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے تو ایسی بیعت مبارک اور اپنی اصل غرض اور مقصد کو ساتھ رکھنے والی ہے جس سے ان فوائد اور منافع کی پوری امید کی جاتی ہے جو سچی بیعت سے حاصل ہوتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 432 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

فراخی	خوشحالی، آسودگی	انقطاع	کٹنا، الگ ہونا
مستولی	غالب، چھا جانے والا		

درس روحانی خزائن نمبر112

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

''توبہ حقیقت میں ایک ایسی شئے ہے کہ جب وہ اپنے حقیقی لوازمات کے ساتھ کی جاوے تو اس کیساتھ ہی انسان کے اندر ایک پاکیزگی کا بیج بویا جاتا ہے جو اس کو نیکیوں کا وارث بنا دیتا ہے یہی باعث ہے۔ جو آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے کوئی گناہ نہیں کیا یعنی توبہ سے پہلے کے گناہ اس کے معاف ہو جاتے ہیں اس وقت سے پہلے جو کچھ بھی اس کے حالات تھے اور جو بیجا حرکات اور بے اعتدالیاں اس کے چال چلن میں پائی جاتی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو معاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد صلح باندھا جاتا ہے اور نیا حساب شروع ہوتا ہے پس اگر اس نے خدا تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کی ہے تو اسے چاہیئے کہ اب اپنے گناہوں کا نیا حساب نہ ڈالے اور پھر اپنے آپ کو گناہ کی ناپاکی سے آلودہ نہ کرے بلکہ ہمیشہ استغفار اور دعاؤں کے ساتھ اپنی طہارت اور صفائی کی طرف متوجہ رہے اور خدا تعالیٰ کو راضی اور خوش کرنے کی فکر میں لگا رہے اور اپنی اس زندگی کے حالات پر نادم اور شرمسار رہے جو توبہ کے زمانہ سے پہلے گذری ہے۔

انسان کی عمر کے کئی حصے ہوتے ہیں اور ہر ایک حصہ میں کئی قسم کے گناہ ہوتے ہیں مثلاً ایک حصہ جوانی کا ہوتا ہے جس میں اس کے حسبِ حال جذبات کسل وغفلت ہوتی ہے پھر دوسری عمر کا ایک حصہ ہوتا ہے جس میں دغا، فریب، ریاکاری اور مختلف قسم کے گناہ ہوتے ہیں غرض عمر کا ہر ایک حصہ اپنی طرز کے گناہ رکھتا ہے۔

پس یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور وہ توبہ کرنے والے کے گناہ بخش دیتا ہے اور توبہ کے ذریعہ انسان پھر اپنے رب سے صلح کر سکتا ہے۔ دیکھو انسان پر جب کوئی جرم ثابت ہو جائے تو وہ قابلِ سزا ٹھہر جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ (طٰہٰ:75) یعنی جو اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر آتا ہے اس کی سزا جہنم ہے وہاں وہ نہ جیتا ہے نہ مرتا ہے یہ ایک جرم کی سزا ہے اور جو ہزاروں

لاکھوں جرموں کا مرتکب ہو اس کا کیا حال ہو گا؟ لیکن اگر کوئی شخص عدالت میں پیش ہو اور بعد ثبوت اس پر فرد قرار داد جرم بھی لگ جاوے اور اس کے بعد عدالت اس کو چھوڑ دے تو کس قدر احسان عظیم اس حاکم کا ہو گا۔ اب غور کرو کہ یہ توبہ وہی بریّت ہے جو فرد قرار داد جرم کے بعد حاصل ہوتی ہے توبہ کرنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 432،433 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

بے اعتدالیاں	راستے سے ہٹی ہوئی	**کسل**	سستی، کاہلی

درس روحانی خزائن نمبر 113

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ کس قدر گناہوں میں وہ مبتلا تھا اور ان کی سزا کس قدر اس کو ملنے والی تھی۔ جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے معاف کر دی۔ پس تم نے جو اب توبہ کی ہے چاہیئے کہ تم اس توبہ کی حقیقت سے واقف ہو کر ان تمام گناہوں سے بچو جن میں تم مبتلا تھے اور جن سے بچنے کا تم نے اقرار کیا ہے ہر ایک گناہ خواہ وہ زبان کا ہو یا آنکھ یا کان کا غرض ہر اعضاء کے جدا جدا گناہ ہیں ان سے بچتے رہو کیونکہ گناہ ایک زہر ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے گناہ کی زہر وقتاً فوقتاً جمع ہوتی رہتی ہے اور آخر اس مقدار اور حد تک پہنچ جاتی ہے جہاں انسان ہلاک ہو جاتا ہے پس **بیعت کا پہلا فائدہ** تو یہ ہے کہ یہ گناہ کے زہر کے لیے تریاق ہے۔ اس کے اثر سے محفوظ رکھتی ہے اور گناہوں پر ایک خطِ نسخ پھیر دیتی ہے۔

دوسرا فائدہ اس توبہ سے یہ ہے کہ اس توبہ میں ایک قوت واستحکام ہوتا ہے جو **مامور من اللہ** کے ہاتھ پر سچے دل سے کی جاتی ہے۔ انسان جب خود توبہ کرتا ہے تو وہ اکثر ٹوٹ جاتی ہے بار بار توبہ کرتا اور بار بار توڑتا ہے مگر مامور من اللہ کے ہاتھ پر جو توبہ کی جاتی ہے جب وہ سچے دل سے کرے گا تو چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے موافق ہو گی وہ خدا خود اسے قوت دے گا اور آسمان سے ایک طاقت ایسی دی جاوے گی جس سے وہ اس پر قائم رہ سکے گا اپنی توبہ اور مامور کے ہاتھ پر توبہ کرنے میں یہی فرق ہے کہ پہلی کمزور ہوتی ہے دوسری مستحکم۔ کیونکہ اس کے ساتھ مامور کی اپنی توجہ، کشش اور دُعائیں ہوتی ہیں جو توبہ کرنے والے کے عزم کو مضبوط کرتی ہیں اور آسمانی قوت اُسے پہنچاتی ہیں جس سے ایک پاک تبدیلی اس کے اندر شروع ہو جاتی ہے اور نیکی کا بیج بویا جاتا ہے جو آخر ایک بار دار درخت بن جاتا ہے پس اگر صبر اور استقامت رکھو گے تو تھوڑے دنوں کے بعد دیکھو گے کہ تم پہلی حالت سے بہت آگے گزر گئے ہو۔

غرض اس بیعت سے جو میرے ہاتھ پر کی جاتی ہے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ گناہ بخشے جاتے ہیں اور انسان خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مغفرت کا مستحق ہوتا ہے دوسرے مامور

کے سامنے توبہ کرنے سے طاقت ملتی ہے اور انسان شیطانی حملوں سے بچ جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ اس سلسلہ میں داخل ہونے سے دنیا مقصود نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ کیونکہ دنیا تو گزرنے کی جگہ ہے وہ تو کسی نہ کسی رنگ میں گزر جائے گی۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 433، 434 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

خطِ نسخ	منسوخ کرنے والی لکیر	**مامور من اللہ**	اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا

درس روحانی خزائن نمبر114

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**دنیااور اس کے اغراض اور مقاصد** کو بالکل الگ رکھو۔ان کو دین کے ساتھ ہر گز نہ ملاؤ کیونکہ دنیا فنا ہونے والی چیز ہے اور دین اور اس کے **ثمرات** باقی رہنے والے۔ دنیا کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے تم دیکھتے ہو کہ ہر آن اور ہر دم میں ہزاروں موتیں ہوتی ہیں۔ مختلف قسم کی وبائیں اور امراض دنیا کا خاتمہ کر رہی ہیں۔ کبھی ہیضہ تباہ کرتا ہے، اب طاعون ہلاک کر رہی ہے، کسی کو کیا معلوم ہے کہ کون کب تک زندہ رہے گا۔ جب موت کا پتہ نہیں کہ کس وقت آجائے گی۔ پھر کیسی غلطی اور بیہودگی ہے کہ اس سے غافل رہے اس لیے ضروری ہے کہ آخرت کی فکر کرو جو آخرت کی فکر کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا میں اس پر رحم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب انسان مومن کامل بنتا ہے تو وہ اس کے اور اس کے غیر میں فرق رکھ دیتا ہے اس لیے پہلے مومن بنو اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ بیعت کی خالص اغراض کے ساتھ جو خدا ترسی اور تقویٰ پر مبنی ہیں دنیا کے اغراض کو ہر گز نہ ملاؤ نمازوں کی پابندی کرو اور توبہ واستغفار میں مصروف رہو، نوعِ انسان کے حقوق کی حفاظت کرو اور کسی کو دکھ نہ دو، راستبازی اور پاکیزگی میں ترقی کرو تو اللہ تعالیٰ ہر قسم کا فضل کر دے گا عورتوں کو بھی اپنے گھروں میں نصیحت کرو کہ وہ نماز کی پابندی کریں اور ان کو گلہ شکوہ اور غیبت سے روکو پاکبازی اور راستبازی ان کو سکھاؤ ہماری طرف سے صرف سمجھانا شرط ہے اس پر عملدرآمد کرنا تمہارا کام ہے۔

پانچ وقت اپنی نمازوں میں دعا کرو اپنی زبان میں بھی دعا کرنی منع نہیں ہے نماز کا مزا نہیں آتا ہے جب تک حضور نہ ہو اور حضورِ قلب نہیں ہوتا ہے جب تک عاجزی نہ ہو عاجزی جب پیدا ہوتی ہے۔ جو یہ سمجھ آجائے کہ کیا پڑھتا ہے اس لیے اپنی زبان میں اپنے مطالب پیش کرنے کے لیے جوش اور اضطراب پیدا ہو سکتا ہے مگر اس سے یہ ہر گز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ نماز کو اپنی زبان میں پڑھو نہیں میرا یہ مطلب ہے کہ **مسنون ادعیہ** اور **اذکار** کے بعد اپنی زبان میں بھی دعا کیا کرو ورنہ نماز کے ان الفاظ میں خدا نے ایک برکت رکھی ہوئی ہے نماز دعا ہی کا نام

ہے اس لئے اس میں دعا کرو کہ وہ تم کو دنیا اور آخرت کی آفتوں سے بچاوے اور خاتمہ بالخیر ہو اپنے بیوی بچوں کے لیے بھی دعا کرو نیک انسان بنو ہر قسم کی بدی سے بچتے رہو۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 434،435 مطبوعہ ربوہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

ثمرات	پھل	**مسنون ادعیہ**	حضور ﷺ کی سنت سے ثابت شدہ دعائیں
اذکار	یادِ الٰہی، اللہ کی حمد و ثناء	**خاتمہ بالخیر**	انجام بخیر ہونا، عاقبت سدھرنا

درس روحانی خزائن نمبر 115

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”**ترکِ دنیا کی اہمیت:** جو شخص دنیا کو ردّ نہیں کر سکتا وہ ہمارے سلسلہ کی طرف نہیں آسکتا۔ دیکھو حضرت ابو بکرؓ نے سب سے اوّل دنیا کو رڈ کیا اور آپ کی آخری پوشاک یہی تھی کہ کمبل پہن کر آپ آحاضر ہوئے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے اوّل تخت پر جگہ دی وجہ اس کی یہی تھی کہ آپ نے سب سے اوّل فقر اختیار کیا تھا خدا تعالیٰ کی ذات پاک ہے کہ کسی کا قرضہ اپنے ذمہ نہیں رکھتی۔ اوائل میں نقصان ضرور ہوتے ہیں دوستوں یاروں کے تعلقات قطع کرنے پڑتے ہیں لیکن ان سب کا بدلہ آخر کار دیتا ہے۔ ایک چوڑھے اور چمار کی خاطر جب ایک کام کیا جاوے اور تکلیف برداشت کی جاوے تو وہ اپنے ذمہ نہیں رکھتا تو پھر خدا کس لیے اپنے ذمہ رکھے وہ آخر کار سب کچھ دیدیتا ہے۔ بارہا ہم نے سمجھایا ہے کہ جس شخص کو اور اور اغراض سوائے دین کے ہیں وہ ہمارے سلسلہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔

دو کشتیوں میں پاؤں رکھ کر پار اُترنا مشکل ہے اس لیے جو ہمارے پاس آوے گا وہ مر کر آوے گا لیکن خدا اس کی قدر کرے گا اور وہ نہ مرے گا جب تک کہ دنیا میں کامیابی نہ دیکھ لے جو کچھ برباد کر کے آوے گا خدا اسے سب کچھ پھر دے گا۔ لیکن ایک دنیادار قدم نہیں اُٹھا سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان خود ہی غداری کرتا ہے کہ نام تو خدا کی طرف آنے کا کرتا ہے اور اس کی نظر اہل دنیا کی طرف ہوتی ہے۔ جو قدر اس سلسلہ میں داخل ہونے کی اس وقت ہے وہ بعد ازاں نہ ہوگی۔ مہاجرین وغیرہ کی نسبت قرآن شریف میں کیسے کیسے الفاظ آئے ہیں جیسے رضی اللہ عنہم۔ لیکن جو لوگ فتح کے بعد داخل ہوئے کیا اُن کو بھی یہ کہا گیا؟ ہرگز نہیں ان کا نام ناس رکھا گیا۔ اور لوگوں سے بڑھ کر کوئی خطاب ان نہ ملا۔ خدا کے نزدیک عزتوں اور خطابوں کے یہی وقت ہوتے ہیں کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہونے سے برادری، رشتہ دار وغیرہ سب دشمن جان ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ شرک کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ کچھ حصہ اس کا ہو اور کچھ غیر کا بلکہ ایک جگہ فرماتا ہے کہ اگر تم کچھ مجھ کو دینا چاہتے ہو اور کچھ بتوں کو تو سب کا

سب بتوں کو دیدو۔ اس وقت کا **تخم** بویا ہوا ہر گز ضائع نہیں ہو گا۔ کیا آج تک کے تجربہ نے ان لوگوں کو بتلا نہیں دیا کہ یہ پوداضائع ہونے والا نہیں۔ قرآن شریف، احادیثِ صحیحہ اور نشاناتِ آسمانی سب ہماری تائید میں ہیں اور بیّن طور پر سب کچھ ثابت ہو گیا ہے۔ اب جو اس سے فائدہ نہ اُٹھاوے وہ **موردِ غضب الٰہی** ہے۔ خدا غفور اور کریم، **حنان** اور **منان** ہے مگر یہ انسان کی شوخی اور بدبختی ہے کہ اس کے **مائدہ** کو وہ ردّ کرتا ہے اور غضب کا مستحق ہو جاتا ہے اگر یہ انسان کا کاروبار ہوتا تو کب کا تباہ ہو جاتا۔ انسان کو خدا کا خوف اور ڈر رکھنا چاہیے اور برادری اور رسوم سے ڈر کر خدا کی راہ کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ جب انسان کا مددگار اور معاون خدا ہو جاتا ہے تو پھر اُسے کوئی کمی نہیں۔

خدا داری چہ غم داری☆

اس قدر انبیاء جو آئے ہیں کیا خدا نے ان سے کسی قسم کی دغا کی ہے جو اب کسی سے کرے گا آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ کیا کچھ ہوا۔ ہر وقت جان کا خطرہ تھا۔ ہر ایک طرف سے دھمکی ملتی تھی مگر کیا لوگوں نے اور قوم اور برادری نے آپ کو تباہ کر دیا؟ ہر گز نہیں۔ بلکہ وہ خود تباہ ہوئے اور جو کوئی ایک بھی نہیں جو اپنے آپ کو ابو جہل کی اولاد بتلاتا ہو مگر آنحضرتؐ کے **نام لیواؤں** اور آپ کی اولاد سے دنیا بھری پڑی ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 452، 453 مطبوعہ ربوہ)

☆ترجمہ: اگر تو خدا رکھتا ہے تو پھر کیا غم ہے۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

فقر	درویشی، قناعت وریاضت کی زندگی	چمار	نیچ ذات		
تخم	بیج	موردِ غضب الٰہی	جس پر اللہ کا عذاب نازل ہو، سزاوار		
مائدہ	دسترخوان	حنان	بخشنے والا، مہربان		
منان	بہت زیادہ احسان کرنے والا	نام لیوا	ماننے والے، عقیدت مند		

درس روحانی خزائن نمبر116

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں:۔

”حقیقی پاکی تب حاصل ہوتی ہے جب انسان گندی زندگی سے توبہ کر کے ایک پاک زندگی کا خواہاں ہو۔ اور اس کے حصول کے لئے صرف تین باتیں ضروری ہیں۔

(1) **ایک** تدبیر اور مجاہدہ کہ جہاں تک ممکن ہو گندی زندگی سے باہر آنے کے لئے کوشش کرے۔ اور

(2) **دوسری** دعا کہ ہر وقت جنابِ الٰہی میں نالاں رہے۔ تا وہ گندی زندگی سے اپنے ہاتھ سے اس کو باہر نکالے اور ایک ایسی آگ اس میں پیدا کرے جو بدی کے خس و خاشاک کو بھسم کر دے اور ایک ایسی قوت عنایت کرے جو نفسانی جذبات پر غالب آجاوے اور چاہئے کہ اسی طرح دُعا میں لگا رہے جب تک کہ وہ وقت آجاوے کہ ایک الٰہی نور اس کے دل پر نازل ہو اور ایک ایسا چمکتا ہوا **شعاع** اُس کے نفس پر گرے کہ تمام تاریکیوں کو دور کر دے اور اس کی کمزوریاں دور فرمائے اور اس میں پاک تبدیلی پیدا کرے۔ کیونکہ دعاؤں میں بلاشبہ تاثیر ہے۔ اگر مُردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے اور اگر اسیر رہائی پا سکتے ہیں تو دعاؤں سے اور اگر گندے پاک ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ مگر دعا کرنا اور مرنا قریب قریب ہے۔

(3) **تیسرا** طریق صحبت کاملین اور **صالحین** ہے۔ کیونکہ ایک چراغ کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے غرض یہ تین طریق ہی گناہوں سے نجات پانے کے ہیں۔ جن کے اجتماع سے آخر کار فضل شاملِ حال ہو جاتا ہے۔“

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد20 صفحہ234)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

شعاع	روشنی، کرن	**صالحین**	نیک، راستباز

درس روحانی خزائن نمبر 117

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

”اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان نہ تو واقعی طور پر گناہ سے نجات پا سکتا ہے اور نہ سچے طور پر خدا سے محبت کر سکتا ہے اور نہ جیسا کہ حق ہے اس سے ڈر سکتا ہے جب تک کہ اُسی کے فضل اور کرم سے اُس کی معرفت حاصل نہ ہو اور اس سے طاقت نہ ملے اور یہ بات نہایت ہی ظاہر ہے کہ ہر ایک خوف اور محبت معرفت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کی تمام چیزیں جن سے انسان دل لگاتا ہے اور اُن سے محبت کرتا ہے یا اُن سے ڈرتا ہے اور دُور بھاگتا ہے۔ یہ سب حالات انسان کے دل کے اندر معرفت کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ اور نہ مفید ہو سکتی ہے جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو اور فضل کے ذریعہ سے معرفت آتی ہے۔ تب معرفت کے ذریعہ سے حق بینی اور حق جوئی کا ایک دروازہ کھلتا ہے اور پھر بار بار دَور فضل سے ہی وہ دروازہ کھلا رہتا ہے اور بند نہیں ہوتا۔

غرض معرفت فضل کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور پھر فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے۔ فضل معرفت کو نہایت مصفّٰی اور روشن کر دیتا ہے اور **حجابوں** کو درمیان سے اُٹھا دیتا ہے اور نفس امّارہ کے لئے گرد و غبار کو دور کر دیتا ہے اور رُوح کو قوت اور زندگی بخشتا ہے اور نفسِ امّارہ کو امارگی کے **زندان** سے نکالتا ہے اور بدخواہشوں کی پلیدی سے پاک کرتا ہے اور نفسانی جذبات کے تُند سیلاب سے باہر لاتا ہے۔ تب انسان میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ بھی گندی زندگی سے طبعاً بیزار ہو جاتا ہے کہ بعد اس کے پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے رُوح میں پیدا ہوتی ہے وہ دعا ہے۔“

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد20 صفحہ 221،222)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

حجاب	پردہ، روک	**زندان**	جیل، قید خانہ